مولینا نور بخش توکّلی

# کتاب البرزخ

ایصالِ ثواب، سماعِ موتیٰ، بزرگانِ دین سے استمداد اور
ایسے ہی دیگر مسائل پر ایک منفرد اور فاضلانہ تالیف

مولینا نور بخش توکلی

# کتاب البرزخ

ایصالِ ثواب، سماعِ موتٰی، بزرگانِ دین سے استمداد اور
ایسے ہی دیگر مسائل پر ایک منفرد اور فاضلانہ تالیف

الکتاب

گنج بخش روڈ ○ لاہور

۱۴۰۰ ہجری

تعداد — ۵۰۰

۲۰٫۰۰

بختیار پرنٹرز - لاہور

# سخنِ مُدیر

علّامہ نور بخش توکلی ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے[1]۔ ضلع لدھیانہ کے ایک موضع، چک قاضیاں، کو آپ کا مولد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کی۔ اس کے بعد علی گڑھ چلے گئے اور وہاں سے بڑے امتیاز کے ساتھ عربی میں ایم۔اے کیا۔ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے درس و تدریس کو اپنے کیریر کے طور پر منتخب کیا اور اپنی حیاتِ مستعار میں مختلف تعلیمی اداروں کے ساتھ وابستہ رہے۔ سب سے پہلے ۱۸۹۳ء میں آپ کا تقرر بطور ہیڈ ماسٹر ہندو محمڈن سکول چھاؤنی انبالہ میں ہوا۔ ۱۸۹۶ء میں آپ میونسپل بورڈ کالج، امرتسر میں بطور مدرس مقرر ہوئے۔ ان دنوں امرتسر میں مولینا غلام رسول قاسمی (م ۱۹۰۲ء) فقہ، حدیث، تفسیر اور معقولات پڑھانے میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ مولانا نور بخش نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور ان سے علومِ دینیہ کی تکمیل کی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ لاہور چلے آئے اور دار العلوم نعمانیہ کے ناظم تعلیم کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ علاوہ ازیں آپ انجمن نعمانیہ کے ماہوار رسالہ کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ انجمن کے لیے آپ کی تمام تر خدمات اعزازی تھیں۔ یہی نہیں، آپ نے اپنی بیشتر تصانیف سے ہونیوالی آمدنی انجمن کے دینی مفادات کے لیے وقف کر دی تھی۔

انجمن نعمانیہ سے وابستگی کے زمانہ میں ہی آپ کو گورنمنٹ کالج، لاہور میں لیکچرر شپ تفویض ہوئی، اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بنا پر یہاں بھی آپ اپنے ساتھی اساتذہ میں ممتاز رہے۔

علّامہ نور بخش میں غیرتِ دینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ زندگی کے ہر دور میں آپ جہاں کہیں بھی رہے دینِ متین کی تبلیغ سے کبھی غافل نہ رہے۔ درحقیقت یہ آپ کا مقصدِ حیات بن چکا تھا اور آپ کے تمام تر مشاغل کا محور یہی تھا۔ مبدءِ فیاض سے انہیں تحریر و تقریر کی جو بھی صلاحیتیں عطا ہوئی تھیں وہ انہوں نے خدمتِ دین کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ علّامہ مرحوم کی زندگی بڑی مصروف اور کار آمد زندگی تھی، وہ ایک

---

[1] علّامہ توکلی کے حالات زندگی لکھنے کے لیے (۱) تذکرہ علمائے اہلسُنّت و جماعت لاہور از علامہ اقبال احمد فاروقی، اور (۲) تذکرہ اکابر اہلسنّت از مولانا عبد الحکیم شرف سے استفادہ کیا گیا ہے۔

عملی انسان تھے اور ان کی پوری زندگی سراسر عمل سے عبارت ہے۔ جس راہ پر انہوں نے عنفوانِ شباب میں قدم رکھا تھا۔ اپنی آخری سانسوں تک وہ اسی پر گامزن رہے۔

جلبِ زر یا جاہ طلبی کبھی ان کا مطمع نظر نہیں رہا۔ ان کی ذات میں عالمانہ وقار کے ساتھ ساتھ درویشانہ استغنا کا یہ امتزاج دراصل فیضانِ نظر کا نتیجہ تھا۔ علامہ مرحوم کو اوائل عمر ہی سے فقراء کے ساتھ ایک دل بستگی تھی۔ جن دنوں وہ انبالہ میں ہیڈ ماسٹر تھے، انہیں سائیں توکل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ شاہ صاحب کی ذات گرامی اس زمانے میں مرجع خلائق تھی اور انبالہ میں ان کا آستانہ مرکزِ رشد و ہدایت تھا۔ علامہ نور بخش، شاہ صاحب کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ اور بالآخر خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ اسی نسبت سے توکّلی کہلاتے ہیں۔ سائیں توکّل شاہ صاحب کی وفات کے بعد آپ مولینا مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں فیضیاب ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ چنانچہ علامہ مرحوم کی شخصیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ پیرِ طریقت بھی تھے اور آپ نے بے شمار بندگانِ خدا کی روحانی تربیت فرمائی۔

کالج سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ اپنے وطنِ مالوف "چک قاضیاں" چلے گئے اور وہاں "مدرسہ اسلامیہ توکلیہ" قائم کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد انہوں نے لائلپور میں سکونت اختیار کی۔ یہاں آکر بھی ان کے علمی مشاغل جاری رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں وہ قرآن مجید کی تفسیر لکھ رہے تھے۔ ابھی چار سو صفحات لکھ سکے تھے کہ پیغام اجل آگیا۔ وہ اپنے مکان کی سیڑھیاں اتر رہے تھے کہ پھسل کر گر پڑے۔ اس حادثہ میں انہیں شدید چوٹیں لگیں جن کی وجہ سے کچھ عرصہ صاحبِ فراش رہ کر ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو نور شاہ ولیؒ کے مزار کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

علامہ مرحوم کے تصنیفی سرمایہ کا معتدبہ حصّہ ان مضامین پر مشتمل ہے جو مختلف جرائد، بالخصوص انجمن نعمانیہ کے ماہنامہ میں شائع ہوئے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کو جمع کرنے کی نہ خود انہوں نے کوشش کی، نہ ان کے بعد کسی نے ادھر توجہ دی۔ اور اب تو شاید اس متاعِ گم گشتہ کا ملنا بھی ایک امر محال ہے۔ ان مضامین کے علاوہ جو کتابیں لکھی ہیں ان کی تعداد دو درجن کے لگ بھگ ہے۔ علامہ نے اپنی تحریروں میں بڑا سادہ طرزِ بیان اختیار کیا ہے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اختصار کے ساتھ بات کہہ دی جائے۔ وہ عبارت آرائی اور رنگ آمیزی سے قطعاً دامن کشاں رہتے ہیں۔ دراصل ادیبانہ رعنائیوں کے فقدان کی تلافی ان کی ژرف نگاہی، وسعتِ مطالعہ اور موضوع کے ساتھ ان کے مخلصانہ برتاؤ سے ہو جاتی ہے۔ علامہ موصوف کی تقریباً تمام

تحریریں مسلک اہل سنت و جماعت کی تائید اور اس کے معترضین و مخالفین کے رد میں ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ کسی جگہ ان کا قلم ناشائستگی کی طرف مائل ہو۔ ان کو اپنی قوت استدلال پر اس قدر اعتماد ہے کہ وہ ایسے کمتر حربوں کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ وسعتِ مطالعہ کا یہ عالم ہے کہ بے تکان حوالے دیتے چلے جاتے ہیں یہی وہ خصوصیات ہیں جو ان کی تحریر کو باوجود سادگی کے ایک عالمانہ وقار اور متانت بخشتی ہیں۔ لیکن علّامہ نور بخش کی جس کتاب نے ان کے نام کو زندہ کر دیا ہے وہ ہے سیرتِ رسولِ عربی (صلی اللہ علیہ وسلّم) یوں تو اُردو میں سیرت کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن مسلک اہلسنّت و جماعت کے مطابق لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے۔ علّامہ نے حسبِ معمول بڑا سادہ اور عام فہم طرزِ بیان اختیار کیا ہے۔ اس کے باوجود اثر آفرینی میں وہ کسی بڑے سے بڑے شیوہ بیان اور صاحب طرز نثر نگار سے پیچھے نہیں رہے۔

درحقیقت یہ ساری خیر و برکت صاحبِ سیرت علیہ التحیۃ والسّلام کے نامِ پاک کی ہے اور ثمرہ ہے اس والہانہ محبت کا جو مصنف کو رسولِ عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس سے ہے۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ یہ اردو کی مقبول ترین کتابوں میں سے ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۶ء میں آیا تھا۔ جب سے اب تک یہ متبرک کتاب برابر چھپ رہی ہے۔ اور ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہے۔ [۱]

پیشِ نظر کتاب "کتاب البرزخ" اہلِ سُنّت و جماعت کے نقطۂ نظر سے اپنے موضوع پر غالباً سب سے عمدہ کتاب ہے اور علّامہ مرحوم کے طرزِ تحریر کی جملہ خصوصیات کی حامل ہے، یہاں مندرجات کی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ اس کام کو مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدّظلّہٗ نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے "قارئین! اگلے صفحات میں ان کا لکھا ہوا تعارف ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے اس کتاب کے ہر باب کے مندرجات کا اجمالی خاکہ دیا ہے :۔

یہ کتاب عرصہ سے ناپید تھی۔ جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدّظلّہٗ کی تحریک اسکی اشاعت کا موجب ہوئی ہے۔ مولانا عبدالحکیم شرف نے ازراہ کرم اپنے کتب خانہ سے اس کا نسخہ عنایت فرمایا، جس سے یہ اشاعت ممکن ہوئی ہے۔ اور مزید مہربانی یہ فرمائی کہ اس کا تعارف بھی لکھا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دے۔ آمین!

---

[۱] "الکتاب" کو اس گنجینۂ خیر و برکت کے شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہو چکا ہے۔

# تعارف

از مولینا محمد عبدالحکیم شرف قادری

حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اپنے دور کے محقق اہل قلم میں ہوتا ہے، وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، ان کی تمام تصانیف اس دعویٰ پر شاہد ہیں، ان کی تحقیقات وسیع مطالعہ اور گہرے غور و فکر کی مظہر ہیں اور لطف یہ کہ عبارت اتنی آسان ہے کہ عام اُردو خوان بھی مطالب سمجھ سکتا ہے۔ پیش نظر کتاب "کتاب البرزخ" دس ابواب پر مشتمل ہے۔

## پہلا باب : رُوح کی حقیقت

علامہ توکلی فرماتے ہیں کہ بعض علماء اسلام نے روح کی حقیقت کے بارے میں توقف کیا ہے، جن علماء نے اس کے متعلق گفتگو کی ہے ان کے مختلف اقوال ہیں، جمہور اہل سُنت کے نزدیک رُوح ایک جسم لطیف ہے، اس پر شیخ الاسلام تقی الدین سبکی اور علامہ ابن قیم کی تصریحات پیش کی ہیں اور پھر اس دعوے پر چھ آیتوں سے استدلال کیا ہے، امام غزالی اور امام ابو منصور ماتریدی کے نزدیک روح جوہر مجرد ہے۔

## دوسرا باب : موت کے بعد رُوح باقی رہتی ہے

حضرت علامہ توکلی فرماتے ہیں کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے، فنا نہیں ہوتی، اس دعوے کی دلیل کے طور پر دس آئتیں اور چار حدیثیں پیش کی ہیں، شرح الصدور سے علامہ سیوطی کی تصریح بھی نقل کی ہے، اس ضمن میں دو اعتراضوں کا جواب بھی دیا ہے۔

## تیسرا باب : قبر میں روح بدن میں ڈالی جاتی ہے

اس باب میں ابوداؤد شریف کی حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں تصریح ہے کہ صاحب قبر لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے، پھر اس سے تین سوال پوچھے جاتے ہیں، اور کافر کے متعلق فرمایا۔

وَتُعَادُ رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ۔

اس کی رُوح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔

اس حدیث کے تحت حضرت ملّا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روح میت کے تمام بدن کی طرف لوٹتی ہے، لہٰذا بعض کا یہ قول قابلِ التفات نہیں کہ روح جسم کے بعض حصّے کی طرف لوٹتی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

وَاِعَادَۃُ الرُّوْحِ اِلَی الْعَبْدِ فِیْ قَبْرِہٖ حَقٌّ

قبر میں بندے کی طرف روح کا لوٹانا حق ہے۔

پھر اس عقیدے پر دو اعتراض نقل کر کے ان کا جواب دیا، بعد ازاں قبر میں ثواب یا عذاب کے منکرین معتزلہ کے شکوک و شبہات کا جواب دیا ہے۔

## چوتھا باب: برزخ کا عذاب اور نعمتیں قرآن پاک سے ثابت ہیں

اس سلسلے میں دس آیتیں پیش کی ہیں۔

## پانچواں باب: قبر کا ثواب و عذاب کس پر وارد ہوتا ہے

اس باب میں امام علامہ تاج الدین سبکی، ابن قیم، علامہ قاسم بن قطلو اور دیگر حضرات کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ثواب و عقاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔

## چھٹا باب: برزخ میں روح کا مقام

اس باب میں بتایا ہے کہ بعض روحیں اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں، بعض کی روحیں جنت کی بیرونی دیوار میں، گنہگاروں کی روحیں زمین و آسمان کے درمیان اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین کے نیچے سجین میں ہوتی ہیں لیکن ان کا تعلق اجسام سے برقرار رہتا ہے۔

## ساتواں باب: اصحاب قبور کا کلام کرنا اور سننا

اس باب میں احادیث مبارکہ اور اہل علم کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ اہل قبور کو زیارت کرنے

ذاتوں کا علم ہوتا ہے، ان کا سلام و کلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ صفحہ ۹۰ پر یہ سوال اٹھایا ہے، کہ سلام و کلام صرف روح سنتی ہے یا بدن یا دونوں، ابن قیم اور ابن حزم کے حوالے سے یہ جواب دیا کہ روح سنتی ہے اور روح کی سننے کی قوت پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

صفحہ ۹۳ پر مخالفین کا مشہور اعتراض نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سماع موتیٰ کا انکار کیا ہے۔ اور اس کا تفصیلی جواب دیا ہے اسی ضمن میں آیات مبارکہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی اور "وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ" کا صحیح مطلب بیان کیا ہے۔

صفحہ ۱۰۴ پر کتب فقہ کی بعض عبارات کی وضاحت کی ہے جس سے مخالفین استدلال کرتے ہیں اس مسئلے کی نہایت مفصل بحث حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی شیخ الحدیث دار العلوم ضیاء شمس الاسلام کی تصنیف لطیف "جلاء الصدور" میں ملاحظہ فرمائیں۔

## آٹھواں باب: عالم برزخ میں رُوح کی سیر اور دیگر کوائف

اس باب میں احادیث مبارکہ اور اہل علم کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ ارواح کے مختلف مقامات ہیں کافروں کی روحیں تنگی اور عذاب میں ہیں اور مومنوں کی روحوں کو آزادی ہے جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں لیکن ان کا تعلق جسم سے برقرار رہتا ہے۔

## نواں باب: اہلِ قبور سے استمداد

حضرت علامہ توکلی فرماتے ہیں اہل قبور سے استمداد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی برگزیدہ ہستی کے توسل سے دعا مانگی جائے یا اس بزرگ سے عرض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، یہ بلاشبہ مستحسن ہے اسے کسی طرح بھی شرک نہیں کہا جا سکتا۔ اس مسئلے پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔

## دسواں باب: مسائل متفرقہ

اس باب میں سوال و جواب کی صورت میں دس ضروری مسائل بیان کئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ کیا نماز روزہ وغیرہ اعمال صالحہ کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے؟

۲۔ کیا میت کا تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ کرنا جائز ہے؟

۳ ۔ جمعرات کو ایصالِ ثواب اور فاتحہ خوانی کی کیا وجہ ہے؟

۴ ۔ میت کی طرف سے اسقاط کا طریقہ اور حکم کیا ہے ؟

۵ ۔ کیا بزرگانِ دین کے لئے جانور نامزد کرنا جائز ہے ؟

۶ ۔ کیا بزرگانِ دین کا عرس کرنا جائز ہے ؟

۷ ۔ کیا اولیاءِ کرام کے مزارات پر گنبد بنانا ، غلاف ڈالنا اور چراغ جلانا جائز ہے؟

۸ ۔ کیا کفن کو آبِ زمزم میں تر کرنا، غلافِ کعبہ کو کفن میں شامل کرنا اور کفن پر کلمہ طیبہ یا عہد نامہ لکھنا جائز ہے ؟

۹ ۔ کیا والدین ، بزرگانِ دین کے مزارات ، مقاماتِ مقدسہ اور بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے ؟

۱۰ ۔ کیا بزرگانِ دین کے مزارات پر پھول رکھنے جائز ہیں؟

ان سوالات کے تفصیلی جوابات مسلک اہلِ سنت کے مطابق دیئے ہیں ، آخر میں مولوی محمد فاضل ضلع فیصل آباد کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے جس میں عام اہلِ قبور کے سلام و کلام سُننے کا انکار کیا ہے اور اس کا مسکت جواب دیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب عالمِ برزخ سے تعلق رکھنے والے اکثر و بیشتر سوالات کا مدلل جواب مہیا کرتی ہے۔ اور شکوک و شبہات کو ختم کر کے حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کرتی ہے۔

حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں جہاں دیگر علماء کے حوالے دیئے ہیں اور قرآن و حدیث سے استدلال کیا ہے وہاں ابن قیم جوزی کی عبارات بھی کثرت سے نقل کی ہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے۔

> اسے مقبولِ عام بنانے کے لئے ایک اور طریق بھی اختیار کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے علاوہ علامہ ابن قیم جوزی کی تصنیف مسمّٰی بہ کتاب الروح سے بہت کچھ اخذ کیا گیا ہے اور اس کی تائید میں علامہ سیوطی وغیرہ علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں تاکہ یہ کتاب ہر فریق کے نزدیک مستند ہو، مگر بایں ہمہ کسی صورت میں طریقِ اہلسنت وجماعت کو ہاتھ سے نہیں دیا گیا۔ (کتاب البرزخ صفحہ ۱۲)

کتاب البرزخ ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں انجمن نعمانیہ لاہور کی طرف سے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں چھپی تھی، ایک عرصہ سے نایاب تھی اور اہلِ علم شدت سے اس کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔

حکیم اہلِ سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ صدر مرکزی مجلس رضا لاہور اور سرپرست سنی رائٹرز گلڈ کے مشورے سے جناب سلیم اسماعیل صاحب نے اپنے ادارہ "الکتاب" کی طرف سے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ بلاشبہ یہ دونوں حضرات اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبد الحکیم شرف قادری

رکن مجلس عاملہ

پاکستان سنی رائٹرز گلڈ

لاہور

۹ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

۲۲ فروری ۱۹۸۰ء

مولٰینا نوربخش توکّلی ایم-اے

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سیدنا ومولانا ووسیلتنا فی الدارین محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ○
اما بعد فقیر توکلی برادرانِ اسلام کی خدمت میں گزارش پرداز ہے۔ کہ سماع موتے کے ثبوت میں علمائے کرام نے کئی رسالے تصنیف فرمائے ہیں جزاہم اللہ خیر الجزاء مگر اِن دنوں میں انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے دفتر میں بعض بیرونی تحریریں اِس قسم کی موصول ہوئی ہیں کہ جن پر مکرمنا مولوی مفتی حکیم سلیم اللہ خاں صاحب صدر انجمن نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالی جائے۔ علاوہ ازیں مخدومنا مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب دبیر انجمن نے بھی خواہش ظاہر فرمائی کہ اس مسئلے کو بغور دیکھا جائے۔ لہذا یہ چند اوراق باوجود تفرقۂ اوقات لکھے جاتے ہیں جن میں مسئلہ مذکور کے علاوہ دیگر مسائل ضروریہ بھی درج کئے گئے ہیں۔ اور طرز تحریر ایسا آسان رکھا گیا ہے کہ معمولی لیاقت کے اُردو خواں اصحاب بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔
اور اسے مقبول عام بنانے کے لئے ایک اور طریق بھی اختیار کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ علامہ ابن قیم جوزی کی تصنیف مسمّٰی بہ الکتاب الروح سے بہت کچھ اخذ کیا گیا ہے۔ اور اس کی تائید میں علامہ سیوطی وغیرہ علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں تاکہ یہ کتاب ہر فریق کے نزدیک مستند ہو۔ مگر باایں ہمہ کسی صورت میں طریق اہل سنت وجماعت کو ہاتھ سے نہیں دیا گیا۔
اخیر میں ناظرین سے استدعا ہے کہ کتاب ہٰذا کے مطالعہ کے بعد جناب صدر و دبیر صاحبان کے حق میں جو الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق ہیں اور نیز اس فقیر سراپا تقصیر کے حق میں دعائے حسن خاتمہ فرمائیں۔

# پہلا باب

## روح کی حقیقت

حقیقت روح کے بارے میں بعض نے توقف کیا ہے۔ اور جنہوں نے اس میں کلام کیا ہے۔ اُن کے مختلف قول ہیں۔ مگر جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ روح ایک لطیف جسم ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی (متوفی سنہ ۷۵۶ھ) لکھتے ہیں۔

من النّاس من توقف فیه وهو اسلم وحمل علیٰ ذلك قوله تعالیٰ قل الروح من امر ربّی وانه لم یامر النبی ببینه لهم ومنهم من قال انّها جسم وهٰؤلاء تنوعوا انواعا امثلها قول من قال انها اجسام لطیفة مشتبکة بالاجسام الکثیفة اجری الله الطردة بالحیاة مع مقامها وهو مذهب جمهور اهل السنّة

بعض لوگوں نے اس میں توقف کیا ہے اور وہ[1] اسلم طریقہ ہے۔ اور انہوں نے اللہ تعالےٰ کے قول (قل الروح من امر ربّی) کو اس پر محمول کیا ہے اور اس پر کہ اللہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت روح بیان فرمانے کا امر نہیں کیا۔ اور بعض لوگ قائل ہیں کہ روح ایک جسم ہے۔ پھر ان کے کئی قول ہیں۔ سب سے اچھا قول اُن کا ہے جو کہتے ہیں کہ روحیں لطیف جسم ہیں جو کثیف جسموں سے ملی ہوئی ہیں۔ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ جب تک روح جسم میں رہتی ہے انسان زندہ رہتا ہے اور یہی جمہور اہل سنت کا مذہب ہے۔

---

[1] اس قول سے پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حقیقت روح میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے مگر اس سے تو منع نہیں کیا کہ بطریق اجمال خبر روح میں کلام کیا جائے۔ کیونکہ یہ تو اس علم قلیل سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اور تم نہیں دیئے گئے علم روح سے مگر تھوڑا)۔ لہٰذا جب ہم کہتے ہیں کہ روح ایک جسم ہے۔ تو ہم اس کو امر اللہ سے خارج نہیں کرتے تفصیل کے لئے دیکھو حاشیہ شیخ زین الدین قاسم حنفی بر مسایرہ علامہ ابن الہمام ۱۲۔

والی ذلک یشیر قول الاشعری والباقلانی وامام الحرمین وغیرھم ویوافقھم قول کثیر من قدماء الفلاسفۃ (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام۔ باب تاسع۔ فصل خامس)

اور اسی کی طرف اشعری و باقلانی و امام الحرمین وغیرہ کا قول اشارہ کرتا ہے اور بہت سے فلاسفہ متقدمین کا قول انہی کے موافق ہے۔

اور علامہ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے روح کی جسمانیت کے بارے میں چھٹا قول یوں لکھا ہے۔

انہ جسم مخالف بالماھیۃ لھذا الجسم المحسوس وھو جسم نورانی علوی خفیف حی متحرک ینفذ فی جوھر الاعضاء ویسری فیھا سریان الماء فی الورد وسریان الدھن فی الزیتون والنار فی الفحم فما دامت ھذہ الاعضاء صالحۃ لقبول الاثار الفائضۃ

روح ایک جسم ہے جو ماہیت میں اس جسم محسوس کے مخالف ہے، اور وہ ایک جسم ہے نورانی علوی ہلکا زندہ متحرک جو جوہر اعضا میں نفوذ کرتا ہے اور اُن میں سرایت کرتا ہے جیسے پانی گلاب کے پھول میں اور تیل زیتون میں اور آگ کوئلے میں پس جب تک یہ اعضا اُن آثار کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو اُن کو

۱؎ حدیث براء بن عازب میں ہے جسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ قال فتخرج تسیل کما تسیل القطرۃ من السقاء (مشکوۃ۔ کتاب الجنائز۔ باب ما یقال عند من حضرہ الموت۔ فصل ثالث) یعنی فرمایا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ پس نکلتی ہے روح مومن کی اس حال میں کہ رواں ہوتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشک سے رواں ہوتا ہے۔ ، قاری مرقات میں اس کے تحت میں لکھتے ہیں۔ وھذا یؤید ما علیہ اکثر اھل السنۃ ممن تکلم علی الروح انھا جسم لطیف سار فی البدن کسریان ماء الورد فی الورد یعنی یہ قول تائید کرتا ہے اُس قول کی جس پر اکثر اہل سنت ہیں جنہوں نے روح پر کلام کیا ہے کہ روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن میں یوں سرایت کرنے والا ہے جیسے آب گل گل گلاب میں ۱۲ ؎

عليها من هذا الجسم اللطيف بقى ذلك الجسم اللطيف مشابكا لهذه الاعضاء وافادها هذه الاثار من الحس و الحركة الارادية واذا فسدت هذه الاعضاء بسبب استيلاء الاخلاط الغليظة عليها وخرجت عن قبول تلك الاثار فارق الروح البدن وانفصل الى عالم الارواح وهذا القول هو الصواب فى المسئلة، وهو الذى لا يصح غيره و كل الاقوال سواه باطلة وعليه دل الكتاب والسنة واجماع الصحابة وادلة العقل والفطرة (كتاب الروح - مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ص ۲۸۵)

اس لطیف جسم سے پہنچتے ہیں وہ لطیف جسم ان اعضا سے باہم ملا ہوا رہتا ہے اور ان کو یہ آثار یعنی حس و حرکت ارادیہ دیتا ہے۔ اور جب یہ اعضا اخلاط غلیظہ کے غلبہ کے سبب بگڑ جاتے ہیں اور ان آثار کے قبول کرنے کی صلاحیت سے خارج ہو جاتے ہیں تو روح بدن سے الگ ہو جاتی ہے۔ اور عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اس مسئلے میں یہی قول درست ہے۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا قول صحیح نہیں اور اس کے سوا سب قول باطل ہیں۔ اور اسی پر قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ اور عقل و فطرت کی دلیلیں دلالت کرتی ہیں +

اکثر متکلمین بھی روح کی جسمانیت کے قائل ہیں۔ مگر اہل سنت کی ایک جماعت مثلاً امام غزالی اور امام ابو منصور ماتریدی وغیرہ روح کو جوہر مجرد کہتے ہیں (دیکھو کتاب مسایرہ مع مسامرہ۔ ص ۲۲۴ و ۲۲۶) چونکہ اہل سنت و جماعت اور متکلمین کی کثرت روح کی جسمانیت کی طرف ہے۔ اس لئے اب اُس کے جسم ہونے پر چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

## آیہ ۱

وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط (انعام - ع)

اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں۔ اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان۔

اس آیت میں روح کے جسم ہونے پر دو دلیلیں ہیں۔ ایک ارواح کو لینے کے لئے فرشتوں کا ہاتھ پھیلانا۔ دوسرے ارواح کا نکالنے سے متصف ہونا اور یہ دونوں اجسام کے اوصاف ہیں تفسیر مدارک میں ہے۔ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم أی یبسطون الیھم ایدیھم یقولون ھاتوا ارواحکم اخرجوھا الینا من اجسادکم وھذہ عبارۃ عن التشدید فی الازھاق من غیر تنفیس و امھال یعنی فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی روحوں کو لاؤ اور اُن کو اپنے جسموں سے ہماری طرف نکال دو۔ اور اس سے مراد مبالغہ ہے نکالنے میں بغیر آسائش و مہلت کے انتہے۔

# آیہ ۲-۳

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ (انعام - ع ۸)

اور وہی ہے کہ تم کو پھیر لیتا ہے رات کو۔ اور جانتا ہے جو کما چکے دن کو پھر تم کو اُٹھاتا ہے اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا ٹھیرا دیا۔ پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ پھر جتادے گا تم کو جو کرتے تھے اور اسی کا حکم غالب ہے اپنے بندوں پر۔ اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہانتک کہ جب پہنچے تم کو کسی کو موت۔ اس کو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ اور وہ قصور نہیں کرتے۔

ان دو آیتوں میں تین دلیلیں ہیں۔ (۱) رات کے وقت روح کا قبض کیا جانا۔ (۲) پھر دن کے وقت بدن میں آجانا۔ (۳) اور موت کے وقت فرشتوں کا روح کو قبض کرنا۔

# آیہ ۴

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا۔ اور جو نہیں مریں اپنی نیند میں

| | |
|---|---|
| فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (زمر۔ ع ۵) | پس رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھیرایا۔ اور بھیجتا ہے دوسروں کو ٹھہرے وعدے تک۔ البتہ اس میں پتے ہیں اُن لوگوں کو جو دھیان کریں۔ |

اس آیت میں قبض کئے جانے کے علاوہ دو اَور دلیلیں ہیں۔ (۱) روح کا رکھ چھوڑنا۔ (۲) روح کا چھوڑ دینا۔

## آیہ ۵-۶

| | |
|---|---|
| وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (سورۂ شمس) | اور (قسم) جی کی اور جیسا اس کو ٹھیک بنایا۔ پھر سمجھ دی اس کو فجور و تقوے کی |

یہاں دو دلیلیں ہیں۔ ایک تو روح کو فجور و تقوے کی سمجھ دینا۔ اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰے نے روح کو ٹھیک بنایا ہے جیسا کہ اس نے بدن کو ٹھیک بنایا ہے۔ چنانچہ بدن کی نسبت فرمایا۔ اَلَّذِی خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ یعنی جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک کیا۔

دلائل مذکورۂ بالا کے علاوہ اور بہت سی دلیلیں باب آئندہ میں مذکور ہوتی ہیں۔ جن سے موت کے بعد روح کا بقاء بھی ثابت ہو گا۔

# دوسرا باب

## موت کے بعد رُوح باقی رہتی ہے

جب انسان مر جاتا ہے۔ تو اُس کی روح نیست و نابود نہیں ہوتی۔ بلکہ باقی رہتی ہے۔ ذیل میں چند دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔

# آیہ ا - ۲

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (آل عمران - ع ۱۷)

اور تو مردے نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں - بلکہ زندے ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے - خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے - اور خوشوقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں پہنچے اُن میں پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ اُن کو غم ہے -

ان آیتوں میں خبر دی گئی ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے - اُن کی روحیں زندہ اور مقرب الٰہی ہیں - اور ان کی روحوں کو دوسروں کی روحوں کی طرح صرف بقاء ہی نہیں بلکہ ان کو زندوں کی طرح رزق بھی ملتا ہے - اور وہ خوش ہوتی ہیں کہ ہمارے بھائی جو دنیا میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اور ابھی شہید نہیں ہوئے ہیں اُنہیں بھی وہی اجر ملے گا جو ہم کو ملا ہے - یہ حال اُن بزرگوں کی روحوں کا ہے جنہوں نے جہاد اصغر کیا ہے - پس اولیاء اللہ جنہوں نے جہاد اکبر کیا ہے اُن کا حال انہی پر قیاس کر لیجئے کہ کیا ہوگا -

---

ف حدیث مسلم میں ہے - ولا تحسبن الذین قتلوا الآیہ کی تفسیر صحابہ کرام نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی - حضور نے فرمایا - ارواحھم فی اجواف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الی تلك القنادیل الحدیث یعنی شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے اندر ہیں - ان پرندوں کے لئے عرش سے لٹکی ہوئی قندیلیں ہیں وہ بہشت کی جس جگہ چاہیں چرتے ہیں - پھر ان قندیلوں میں آ رہتے ہیں -

(مشکوۃ - کتاب الجہاد فصل اول)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

وقال ابو حیان فی تفسیرہ عند ہذہ الآیۃ اختلف النّاس فی ہذہ الحیاۃ فقال قوم معناہا بقاء ارواحہم دون اجسادہم لانا نشاہد فسادہا و فناءہا وذہب آخرون الیٰ ان الشہید حی الجسد والرّوح ولا یقدح فی ذلک عدم شعورنا بہ فنحن نراہم علی صفۃ الاموات وہم احیاء کما قال اللہ تعالیٰ وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مرّ السحاب۔ وکما یری النائم علی ہیئتہ وہو یری فی منامہ ما یتنعم بہ او یتألم قلت ولذلک قال اللہ تعالیٰ[۱] احیاء ولکن لا تشعرون فنبہ بقولہ ذلک خطابا للمؤمنین علی انہم لا یدرکون ہذہ الحیاۃ بالمشاہدۃ والحسّ وبہذا یتمیز الشہید عن غیرہ ولو کان المراد حیاۃ الرّوح فقط لم یحصل لہ تمیز عن غیرہ لمشارکۃ سائر الاموات لہ فی ذلک ولعلم المؤمنین باسرہم حیاۃ کل الارواح فلم یکن لقولہ ولکن لا تشعرون معنی وقد یکشف اللہ لبعض اولیائہ فیشاہد ذلک۔

(شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور۔ باب زیارۃ القبور علم الموتیٰ بزوارہم)

ابو حیان (متوفی ۷۴۵ھ) نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں اس آیت پر لکھا ہے کہ لوگوں نے اس حیات میں اختلاف کیا ہے۔ ایک جماعت نے کہا کہ اس کے معنے ان کی روحوں کا باقی رہنا ہے نہ کہ ان کے جسموں کا کیونکہ جسموں کا بگڑنا اور فنا ہو جانا اہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ اس امر کی طرف گئے ہیں کہ شہید کا جسم و روح دونوں زندہ ہوتے ہیں اور ہمارا اس کو محسوس نہ کرنا اس میں قادح نہیں۔ پس ہم ان کو مردوں کے حال میں دیکھتے ہیں حالانکہ وہ زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اور تو دیکھتا ہے پہاڑ۔ جانتا ہے وہ جم رہے ہیں اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل"۔ اور جیسا کہ سونے والا اپنی حالت میں نظر آتا ہے حالانکہ وہ خواب میں کوئی شے دیکھ رہا ہے جس سے وہ آسائش پاتا ہے یا دکھ پاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "وہ زندہ ہیں[۱] لیکن تم کو خبر نہیں"۔ پس اس قول سے مومنوں کو خطاب کر کے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس حیات کو تم مشاہدہ اور حس سے نہیں پاتے اور اس سے شہید و غیر شہید میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے مراد فقط روح کی حیات ہو۔ تو شہید اور غیر شہید میں کوئی تمیز نہیں رہتی۔ کیونکہ باقی مردے اس بات میں شہید کے مشارک ہیں۔ اور سب مومن جانتے ہیں کہ تمام روحیں زندہ ہیں۔ پس اس قول (لیکن تم کو خبر نہیں) کے کچھ معنے نہ ہوئے۔ اور اللہ کبھی اپنے بعض اولیاء پر کشف کر دیتا ہے۔ پس وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔

[۱] بل احیاء ولکن لا تشعرون (سورہ بقرہ۔ ع ۱۹)

شہداء کے جسموں کی حیات کے آثار کئی دفعہ مشاہدے میں آچکے ہیں۔ چنانچہ امام ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ) شہدائے اُحد کی نسبت لکھتے ہیں۔

وحدثنی محمد بن عبید عن ابن عیینة عن ابی الزبیر عن جابر قال لما اراد معاویة ان یجری العین التی حفرها (قال سفیان تسمی عین ابی زیاد بالمدینة) نادوا بالمدینة من کان له قتیل فلیأت قتیله قال جابر فاتیناهم فاخرجناهم رطابا یتثنون واصابت المسحاة رجل رجل منهم فانقطرت دما

اور حدیث کی مجھ کو محمد بن عبید نے ابن عیینہ سے ابن عیینہ نے ابو الزبیر سے۔ ابو الزبیر نے جابر سے۔ کہا جابر نے کہ جب حضرت معاویہ رضؓ نے ارادہ کیا کہ جاری کرے اس چشمہ کو جو اُس نے کھودا تھا (کہا سفیانؒ نے کہ مدینہ میں اس چشمہ کو عین ابی زیاد کہتے ہیں) تو مدینہ منورہ میں منادی کردی کہ جس کا کوئی قتیل ہو۔ وہ اپنے قتیل کے پاس آئے۔ کہا جابرؓ نے کہ ہم شہیدوں کے پاس آئے پس ہم نے ان کو (قبروں سے) نکالا اس حال میں کہ وہ تر و تازہ تھے اور اُن کے اعضاء مُڑ سکتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص کے پاؤں پر جو بیلچہ لگا۔ تو اس سے خون ٹپکا۔

---

لے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام اُحد کے دن شہید ہو گئے تھے۔ اور حضرت عمرو بن الجموح بن زید بن حرام کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے تھے۔ پھر حضرت جابر نے ان کو نکال کر پاس ہی علیحدہ قبر میں دفن کیا۔ چنانچہ بخاری شریف (کتاب الجنائز۔ باب ہل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة) میں حضرت جابر کے الفاظ یہ ہیں۔ ثم لم تطب نفسی ان اترك مع الآخر فاستخرجته بعد ستة اشهر فاذا هو کیوم وضعته هنیئة غیر اذنه۔ یعنی پھر میرا جی خوش نہ ہوا کہ میں اپنے والد کو دوسرے کے ساتھ رہنے دوں۔ اس لئے میں نے ان کو چھ مہینے کے بعد نکالا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ قریباً ایسے ہی ہیں جیسا کہ دفن کرنے کے وقت تھے سوائے کان کے انتہے۔ پھر جنگ اُحد سے چالیس سال کے بعد جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چشمہ جاری کیا تو ہر دو ایسے نکلے کہ گویا کل دفن ہوئے تھے۔ پھر جنگ احد سے چھیالیس برس کے بعد جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے۔ ایک رَو کی وجہ سے ہر دو کو نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ مگر اس دفعہ بھی اُن میں کوئی تغیر نہ آیا تھا گویا کہ کل شہید ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک زخمی تھا اور اُس نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا پس اس کا ہاتھ زخم پر سے ہٹا کر چھوڑ دیا گیا۔ مگر وہ پھر اپنی جگہ پر آگیا۔ (وفا، الوفا۔ جزء ثانی ص ۱۱۵، ۱۱۶۔ نیز دیکھو طبقات ابن سعد۔ جزء ثالث۔ قسم ثانی فی البدریین من الانصار ص ۵)

فقال ابو سعید الخدری[1] لاینکر بعدها منکر ابدا (کتاب تاویل مختلف الحدیث۔ مطبوعہ مصر۔ صفحہ ۱۸۹)

پس حضرت ابو سعید خدری[1] نے فرمایا۔ کہ اس کے بعد کبھی کوئی منکر انکار نہ کرے گا۔

یہ واقعہ جو امام ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے غزوہ احد کے چالیس سال بعد وقوع میں آیا۔ اگر اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل مقصود ہو تو تذکرۂ قرطبیہ اور وفاء الوفا للسمہودی وغیرہ کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں جو حیات شہداء سے اکمل واتم ہے کسی اہل ایمان کو کلام نہیں ہو سکتا۔ سنن ابی داؤد[2] میں بروایت اوس بن اوس یہ حدیث موجود ہے۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلٰوۃ فیہ فان صلاتکم معروضۃ علیّ فقالوا یا رسول اللہ کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے۔ اور اسی دن انہوں نے وفات پائی۔ اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن صعقہ (بیہوشی) ہوگا۔ پس اس دن تم مجھ پر درود زیادہ بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہوگئے ہوں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مٹی پر نبیوں کے جسم حرام کر دئے ہیں انتہے۔ غرض موت کے بعد روح تو ہر انسان کی باقی رہتی ہے۔ مگر انبیائے کرام اور شہیدوں کے جسم بھی باقی رہتے ہیں۔ اور دوسرے انسانوں کے جسم عموماً تمام بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ صرف

---

[1] حضرت ابو سعید خدری کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالےٰ عنہما بھی جنگ اُحد میں شہید ہوئے ۱۲

[2] سنن ابی داؤد۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب تفریع ابواب الجمعۃ ۱۲ +

ایک ہڈی باقی رہجاتی ہے جسے عجب الذنب کہتے ہیں جیساکہ حدیث صحیحین سے ثابت ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت[1] میں یہہ الفاظ ہیں۔ کلّ ابن آدم یاکلہ التراب الّا عجب الذنب منہ خلق وفیہ یرکب۔ یعنی آدمی کے تمام جسم کو مٹی کھاجاتی ہے سوائے عجب الذنب کے کہ جس سے آدمی پیدا کیا گیا ہے۔ اور جس سے ترکیب و پیوند دیکر قیامت کو اُٹھایا جائے گا۔ انتہے۔

## آیہ ۳ و ۴

| | |
|---|---|
| قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ ؕ قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ۙ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿سورۃ یسٓ ع۲﴾۔ | حکم ہوا کہ چلا جا بہشت میں۔ بولا کسی طرح میری قوم معلوم کریں کہ بخشا مجھ کو میرے ربّ نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں۔ |

ان آیتوں میں حضرت حبیب نجار کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ یہہ بزرگ شہر انطاکیہ میں رہا کرتے تھے جہاں حضرت عیسے علےٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے تین یار بھیجے۔ مگر اہل انطاکیہ ایمان نہ لائے۔ حضرت حبیب نجار نے جو مشرف بایمان تھے اپنی قوم سے کہا کہ ان کی راہ پر چلو۔ مگر اُنہوں نے بجائے اس کے کہ رو براہ ہوتے حضرت حبیب کو شہید کردیا۔ شہادت کے بعد ان کو جناب باری سے حکم ہوا کہ بہشت میں جاؤ۔ وہ بولے کاش میری قوم کو میری نجات اور میری عزت کا حال معلوم ہوجائے۔ پس ظاہر ہوا کہ شہید خواہ کسی اُمت کا ہو جام شہادت چکھنے کے بعد نعمت بہشت سے متمتع ہوتا ہے۔

## آیہ۔ ۵۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ اسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡہَا لَا تُفَتَّحُ لَہُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا | بے شک جنہوں نے جھٹلائیں ہماری آیتیں اور ان کے سامنے تکبر کیا۔ نہ کھلیں گے اُن کے لیئے دروازے آسمان کے اور نہ |

[1] مشکوۃ شریف۔ باب النفخ فی الصّور۔ فصل اوّل

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝ (اعراف - ع ۵)

داخل ہوں گے جنت میں جب تک داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکے میں۔ اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو۔

اس آیت میں مذکور ہے کہ کافر کی روح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے جیسا کہ خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرما دی چنانچہ تفسیر اتقان (مطبوعہ مصر - جزء ثانی - صفحہ ۱۹۴) میں ہے - اخرج احمد و ابو داؤد والحاکم وغیرھم عن البراء بن عازب ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذکر العبد الکافر اذا قبضت روحہ قال فیصعدون بھا فلا یمرون علی ملاء من الملائکۃ الا قالوا ما ھذا الروح الخبیث حتی ینتھی بھا الی السماء الدنیا فیستفتح فلا یفتح لہ ثم قرأ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تفتح لھم ابواب السماء فیقول اللہ اکتبوا کتابہ فی سجین فی الارض السفلی فتطرح روحہ ثم قرأ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق - ترجمہ - امام احمد و ابو داؤد و حاکم وغیرہ نے بروایت براء بن عازب نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کافر بندے کا ذکر کیا کہ جس وقت اس کی روح قبض کی جاتی ہے - آپ نے فرمایا کہ فرشتے اس روح کو لیکر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں - فرشتوں کی جس جماعت سے وہ گزرتے ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ کیسی خبیث روح ہے یہانتک کہ اُسے پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں - پھر کہا جاتا ہے کہ دروازہ کھولو - مگر اس کے لئے دروازہ نہیں کھلتا - پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور شاہد یہ آیت پڑھی - لا تفتح لھم ابواب السماء - پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کا نامہ سجین میں لکھو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے - پھر اس کی روح سخت پھینکی جاتی ہے - پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور

شاہد یہ آیت پڑھی۔ ومن یشرک باللہ الآیۃ۔[1]

## آیۃ ۶-۷-۸-۹

یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورۂ فجر)

اے جی چین پکڑے پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میرے بہشت میں۔

روح سے یہ خطاب خواہ موت کے وقت سمجھا جائے یا یوم بعث میں۔ اس سے روح کا جسم ہونا اور موت کے بعد باقی رہنا اظہر من الشمس ہے۔

## آیۃ ۱۰

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (سورۂ بقرہ۔ ع ۳۵)

اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے رب دکھا مجھ کو کیونکر جلائے گا تو مردے۔ فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا۔ کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو۔ فرمایا تو پکڑ چار جانور اڑتے۔ پھر ان کو ملا اپنے ساتھ پھر ڈال ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا۔ پھر ان کو پکار آویں تیرے پاس دوڑتے۔ اور جان لے کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اس آیت کے تحت میں تفسیر درمنثور میں ہے۔ اخرج ابن المنذر عن الحسن قال اخذ دیکا وطاوسا وغرابا وحماما فقطع رؤسھن وقوائمھن واجنحتھن ثم اتی الجبل فوضع علیہ لحما ودما وریشا ثم فرقہ علی

[1] وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُہُ الطَّیْرُ اَوْ تَھْوِیْ بِہِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ (سورۂ حج۔ ع ۴) ترجمہ اور جس نے شریک بنایا اللہ کا سو جیسے گر پڑا آسمان سے پھر اُچکتے ہیں اس کو اڑتے جانور یا لے ڈالا اس کو ہوا نے کسی دور مکان میں ۱۲

اربعة اجبال ثم نادی ایتها العظام المتمزقة واللحوم المتفرقة والعروق المتقطعة اجتمعن یرد الله فیکن ارواحکن فوثب العظم الی العظم وطارت الریشة الی الریشة وجری الدم الی الدم حتی رجع الی کل طائر دمه ولحمه وریشه ثم اوحی الله الی ابراهیم انک سالتنی کیف احی الموتی وانی خلقت الارض وجعلت فیها اربعة ارواح الشمال والصبا والجنوب والدبور حتی اذا کان یوم القیامة نفخ نافخ فی الصور فیجتمع من فی الارض من القتلی والموتی کما اجتمعت اربعة اطیار من اربعة اجبال ثم قرا ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدة۔ ترجمہ ابن منذر (متوفی ۳۱۸ھ) نے روایت کی کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک مرغ ایک مور ایک کوا اور ایک کبوتر لیا۔ پس اُن کے سر اور ان کے ہاتھ پاؤں اور اُن کے بازو کاٹ ڈالے۔ پھر آپ پہاڑ کو آئے۔ اور گوشت اور خون اور پر اس پر رکھ دئے۔ پھر ان سب کو چار پہاڑوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر یوں پکارا اے پارہ شدہ ہڈیو۔ اور پراگندہ گوشتو اور کٹی ہوئی رگو۔ اکٹھے ہو جاؤ۔ اللہ تمہاری روحیں تم میں پھر ڈال دے گا۔ پس ہڈی ہڈی کی طرف بھاگی۔ اور پر پر کی طرف اُڑا۔ اور خون خون کی طرف چلا یہانتک کہ ہر پرندے کے پاس اس کا خون اور گوشت اور پر آگئے۔ پھر اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی کی کہ تو نے مجھ سے سوال کیا کہ میں مردوں کو کس طرح زندہ کروں گا۔ اور میں نے زمین پیدا کی ہے۔ اور اس میں چار ہوائیں شمالی۔ غربی۔ جنوبی۔ اور شرقی بنائیں۔ یہانتک کہ جب قیامت کا دن ہو گا۔ ایک پھونکنے والا صور پھونکے گا۔ پس جمع ہو جائیں گے جو مقتولین اور مُردے زمین میں ہیں جیسا کہ چار پہاڑوں سے چار پرندے جمع ہو گئے پھر امام حسن بصری نے یہہ آیت پڑھی۔ مَا خَلْقُکُمْ[1] وَلَا بَعْثُکُمْ اِلَّا کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ۔ انتہے۔ اس سے

---

[1] ترجمہ تم سب کا بنانا اور مرے پر جلانا وہ ہے جیسا ایک جی کا۔ ۱۲

معلوم ہوا کہ پرندوں کی روحیں بھی مرنے کے بعد باقی رہتی ہیں۔ اس مقام پر یہ امر بھی خاص توجہ کے قابل ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے خدا کے حکم سے پرندوں کے گوشت و پوست کو پکارا۔ آج کل اگر کوئی شخص کسی ولی یا بزرگ کے مزار مبارک پر جاکر ندا کرے۔ تو بعض نادان اُسے مشرک بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نادانوں کو سمجھ دے۔

## حدیث ۱

عن اُمِّ سلمۃ قالت دخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیٰ ابی سلمۃ و قد شق بصرہ فاغمضہ ثم قال انّ الرّوح اذا قبض اتبعہ البصر فضج ناس من اھلہ فقال لا تدعوا علیٰ انفسکم الّا بخیر فانّ الملائکۃ تؤمّنون علیٰ ما تقولون الحدیث رواہ مسلم (مشکوٰۃ۔ باب ما یقال عند من حضرہ الموت)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ کے پاس آئے اس حال میں کہ اُس کی آنکھ کھلی رہ گئی تھی۔ پس آپ نے اسے بند کر دیا۔ پھر فرمایا کہ جب روح قبض کی جاتی ہے۔ تو نگاہ اُس کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور اس سبب سے آنکھ کھلی رہ جاتی ہے) پس حضرت ابو سلمہ کے اہل خانہ میں سے لوگ فریاد کرنے لگے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ اپنی ذاتوں پر بجز نیکی دُعا نہ کرو۔ کیونکہ فرشتے تمہاری دُعا پر آمین کہتے ہیں الحدیث۔ اِسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ موت کے وقت روح بدن سے علیحدہ ہو جاتی ہے

## حدیث ۲

عن ابی ھریرۃ انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا خرجت روح المؤمن تلقاھا ملکان یصعدانھا قال حماد فذکر من طیب ریحھا و ذکر المسک قال و

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مومن کی روح نکلتی ہے۔ تو اسے دو فرشتے پیش آتے ہیں جو اس کو اوپر لے جاتے ہیں۔ حماد نے کہا کہ پھر ذکر فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی خوشبو کا اور اس کی کستوری کا فرمایا

يقول اهل السّماء روح طيبة جاءت من قبل الارض صلى الله عليك وعلى جسد كنت تعمرينه فينطلق به الى ربّه ثم يقول انطلقوا به الى آخر الاجل قال وان الكافر اذا خرجت روحه قال حماد وذكر من نتنها وذكر لعنا ويقول له اهل السّماء روح خبيثة جاءت من قبل الارض فيقال انطلقوا به الى الاجل قال ابوهريرة فرد رسول الله صلى الله عليه وسلم ريطة كانت عليه على انفه هكذا رواه مسلم (مشكوٰة باب مايقال عند من حضرة الموت)

کہ آسمان والے کہتے ہیں۔ پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ رحمت بھیجے تجھ پر تیرا پروردگار اور اس جسم پر جسے تو آباد رکھتی تھی۔ پس وہ رب کی طرف لیجائی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس کو لے جاؤ آخر اجل تک۔ فرمایا حضور اقدس نے کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے۔ کہا حماد نے کہ حضور نے ذکر فرمایا اس کی بدبو کا اور اس کی لعنت کا۔ اور آسمان والے کہتے ہیں۔ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پس کہا جاتا ہے۔ اس کو لے جاؤ آخر اجل تک۔ ابوہریرہ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چادر کو جو آپ پر تھی اپنے ناک مبارک پر یوں رکھا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے موت کے بعد روح کا باقی رہنا محتاج بیان نہیں۔

## حدیث ۳

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال على اعناقهم فان كانت صالحة قالت قدّموني وان كانت غير صالحة قالت لاهلها يا ويلها اين تذهبون بها يسمع صوتها كل شيئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق رواه البخاری۔ (مشکوٰة۔ باب المشی بالجنازة والصلٰوة علیها)

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس وقت میت نعش پر رکھی جاتی ہے۔ تو اُسکو لوگ اپنی گردنوں پر اُٹھاتے ہیں پس اگر میت نیکوکار ہو۔ تو کہتی ہے مجھے آگے لیچلو۔ اور اگر نیکوکار نہ ہو۔ تو اپنے آدمیوں کو کہتی ہے۔ ہائے خرابی اس کی اسے کہاں لے جاتے ہو۔ اُس کی آواز کو انسان کے سوا ہر شے سُنتی ہے۔ اگر انسان سُنے۔ تو بے شک ہلاک ہو جائے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے میت کا نعش پر چلانا اور واویلا کرنا صاف ظاہر ہے۔

# حدیث ۴

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا ابو عامر ثنا عبد الملک بن حسن الحارثی ثنا سعید بن عمرو بن سلیم قال سمعت رجلاً منا قال عبد الملک نسیت اسمہ ولکن اسمہ معاویۃ او ابن معاویۃ یحدث عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المیت یعرف من یحملہ من یغسلہ ومن یدلیہ فی قبرہ فقال ابن عمر وھو فی المجلس ممن سمعت ھذا قال من ابی سعید فانطلق ابن عمر الی ابی سعید فقال یا ابا سعید ممن سمعت ھذا قال من النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ مصر۔ جزو ثالث - صـ۳)

حدیث کی ہم سے عبد اللہ نے کہ حدیث کی مجھ سے میرے باپ نے کہ حدیث کی ہم کو ابو عامر نے کہ حدیث کی ہم کو عبد الملک بن حسن حارثی نے کہ حدیث کی ہم سے سعید بن عمرو بن سلیم نے کہ کہا۔ میں نے ہم میں سے ایک شخص کو سنا (کہا عبد الملک[1] نے کہ میں اس کا نام بھول گیا۔ مگر اس کا نام معاویہ یا ابن معاویہ ہے) کہ ابو سعید خدری سے حدیث کرتا تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ پہچانتا ہے اسے جو اس کو اٹھاتا ہے اور جو اسے غسل دیتا ہے اور جو اسے قبر میں اتارتا ہے۔ یہ سُنکر حضرت ابن عمر نے جو اس مجلس میں تھے پوچھا کہ تو نے یہ کس سے سُنا۔ انہوں نے کہا ابو سعید سے۔ پس حضرت ابن عمر حضرت ابو سعید کے پاس گئے اور پوچھا۔ اے ابو سعید تو نے یہ کس سے سُنا حضرت ابو سعید نے جواب دیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور ابن ابی الدنیا اور مروزی اور ابو منذر نے بھی روایت کیا ہے (شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور۔ مطبوعہ مصر صـ۳۷)۔ اس کے شواہد بکثرت ہیں جو شرح الصدور کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ نظر بر اختصار ہم یہاں اور دلائل پیش نہیں کرتے۔

---

[1] عبد الملک کی نسبت امام احمد نے فرمایا لا باس بہ۔ ابن معین نے کہا ثقہ ہے۔ ابو حاتم نے کہا شیخ ہے۔ ابن المدینی نے کہا معروف ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب - جزء سادس) ۱۲

# اعتراض

| | |
|---|---|
| كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران - ع) | ہر جی کو چکھنی ہے موت - اور تم کو پورے بدلے ملیں گے دن قیامت کے - |

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر روح کے لئے موت ہے -

# جواب

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) نے یوں لکھا ہے - فان سأل سائل اتموت النفس قلنا نعم لان الله تعالیٰ نص علی ذٰلك فقال كل نفس ذائقة الموت وهذا الموت انما هو فراقها الجسد فقط - برهان ذلك قول الله تعالیٰ اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون - وقوله تعالیٰ كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم - فصح ان الحياة المذكورة انما هي ضم الجسد الی النفس وهو نفخ الروح فيه وان الموت المذكور انما هو التفريق بين الجسد والنفس فقط وليس موت النفس مما يظنه اهل الجهل واهل الالحاد من انها تعدم جملة بل هي موجودة قائمة كما كانت قبل الموت وقبل الحياة الاولی ولا انها يذهب حسها وعلمها بل حسها بعد الموت اصح ما كان وعلمها اتم ما كان وحياتها التي هي الحس والحركة الارادية باقية بحسبها اكمل ما كانت قط قال عز وجل وان الدار الآخرة لهی الحيوان لو كانوا يعلمون (كتاب الفصل فی الملل والاهواء والنحل - جزء خامس ص۵۸) ترجمہ اگر کوئی سائل پوچھے - کیا روح مرجاتی ہے؟ - تو ہم جواب دیتے ہیں کہ ہاں - کیونکہ اس پر یہ نص قرآنی موجود ہے - كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ - اور یہ موت فقط بدن سے اُس کی جُدائی ہے - اس کی برہان

اللہ تعالیٰ کا یہہ قول ہے۔ اَخْرِجُوْا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ[1]
اور یہ ارشاد الٰہی ہے۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ[2]
ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ۔ پس ثابت ہوا کہ حیات مذکورہ صرف بدن کا روح سے ملنا ہے اور
وہ روح کا اس میں پھونکا جانا ہے اور موت مذکور فقط بدن اور روح میں جدائی
کا نام ہے۔ اور روح کی موت یہہ نہیں جیسا کہ جاہل اور بیدین لوگ گمان کرتے
ہیں کہ وہ بالکل معدوم ہو جاتی ہے بلکہ وہ موجود و قائم ہے جیسا کہ موت
سے پہلے اور حیات اولی سے پہلے تھی۔ اور نہ روح کی موت یہ ہے کہ
اس کی حس اور اس کا علم جاتا رہتا ہے۔ بلکہ موت کے بعد اس کا ادراک
پہلے سے زیادہ صحیح اور اس کا علم پہلے سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔ اور
اس کی حیات جو حس و حرکت ارادیہ ہے وہ بدستور پہلے سے
اکمل حالت میں باقی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ وَاِنَّ الدَّارَ
الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ[3] انتہیٰ۔ علامہ ابن قیم نے لکھا
ہے۔ والصواب ان یقال موت النفوس هو مفارقتها لاجسادها و
خروجها منها فان ارید بموتها هذا القدر فهی ذائقة الموت وان
ارید ان تعدم وتضمحل وتصیر عدما محضا فهی لا تموت بهذا الاعتبار
بل هی باقیة بعد خلقها فی نعیم او عذاب حتی یردها اللہ فی جسدها
(کتاب الروح۔ صفحہ ۵۲-۵۳)۔ ترجمہ اور درست یوں ہے کہ کہا جائے کہ روحوں کی
موت اُن کا بدنوں سے جدا ہو جانا اور نکل جانا ہے۔ پس اگر روحوں کی موت
سے اتنا ہی مراد ہو۔ تو وہ موت کے چکھنے والی ہیں۔ اور اگر یہہ مراد ہو کہ وہ معدوم

---

[1] ترجمہ نکالو اپنی جان۔ آج تم کو ملے گی ذلت کی مار ۱۲+
[2] ترجمہ تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مُردے۔ پھر اُس نے تم کو جلایا۔ پھر تم کو مارتا ہے پھر تمکو جلاویگا
[3] ترجمہ اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے جینا اگر ان کو سمجھ رکھتے ۱۲+

و نیست اور عدم محض ہو جاتی ہیں۔ تو ایسی موت روحوں کو نہیں۔ بلکہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے آسایش میں یا عذاب میں یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اُسے اُس کے بدن میں پھر ڈالے گا انتہیٰ۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔ (کل نفس ذائقۃ الموت) ای تخرج وتنفک من البدن بادنی شیئ من الموت فکنی بالذوق عن القلۃ۔ ترجمہ (ہر جی کو چکھنی ہے موت) یعنی ہر روح نکلتی ہے اور جدا ہوتی ہے بدن سے ذراسی موت کے ساتھ۔ پس ذوق کے ساتھ قلت سے کنایہ کیا گیا انتہیٰ۔ اور اِس قول (اور تم کو پورے بدلے ملیں گے دن قیامت کے) میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بعضے بدلے قیامت سے پہلے ملیں گے۔ اور وہ عذاب و نعیم قبر ہے۔ اسیواسطے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ القبر[1] روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران۔

# اعتراض

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی حنفی (متوفی ۷۱۰ھ) تفسیر مدارک میں لکھتے ہیں۔ (اللہ یتوفی الانفس حین موتہا) الانفس الجمل کما ھی وتوفیہا اماتتہا وھو ان یسلب ما ھی بہ حیۃ حساسۃ دراکۃ۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ روح کی موت یہہ ہے کہ جس چیز سے روح زندہ حس کرنے والی اور ادراک کرنے والی ہے وہ سلب کر لی جائے۔

# جواب

تفسیر مدارک میں یہہ عبارت تفسیر کشاف سے مدرج کر دی گئی ہے جو جار اللہ زمخشری معتزلی (متوفی ۵۳۸ھ) کی تصنیف ہے۔ اور زمخشری نے حسب

---

[1] ترجمہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے ۱۲

عادت اللہ یتوفی الانفس الآیۃ کی تفسیر بھی معتزلہ کے مسلک پر کی ہے۔ جو بالعموم عذاب قبر اور سوال منکر و نکیر کے منکر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تفسیر مدارک میں یہہ عبارت سہوًا درج ہوئی ہے۔ جیساکہ علامہ نسفی کی دیگر تصانیف سے ظاہر ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف کی کتاب کافی شرح وافی میں ہے۔ الروح لایموت لکنہ زال عن قالب فلان (حاشیہ شلبی علےٰ تبیین الحقائق للزیلعی) یعنی روح نہیں مرتی بلکہ بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔ علامہ نسفی کا کیا ذکر تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ روح باقی رہتی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی لکھتے ہیں۔ والنفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین (شفاء السقام۔ باب تاسع۔ فصل خامس) یعنی مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بدن کی موت کے بعد روح باقی رہتی ہے اور متصف بعلم ہوتی ہے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ ذھب اھل الملل من المسلمین وغیرھم الی ان الروح تبقی بعد موت البدن (شرح الصدور۔ صٓ۱۳۸) یعنی اہل مذاہب مسلمان و غیر مسلمان اس بات کی طرف گئے ہیں کہ بدن کی موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں۔ اعلم ان العلماء اختلفوا فی فناء النفس عند القیامۃ واتفقوا علی بقائھا بعد موت جسدھا (کتاب الذہب والیواقیت مصری جزء ثانی۔ صٓ۱۲۱)۔ ترجمہ جان لے کہ علماء نے قیامت کے نزدیک روح کے فناء ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ اور بدن کی موت کے بعد اس کے باقی رہنے پر اتفاق کیا ہے۔ انتہی۔

# تیسرا باب

## قبر میں روح بدن میں ڈالی جاتی ہے

سنن ابی داؤد میں ہے۔ حدثنا عثمٰن بن ابی شیبۃ ناجریر ح ونا ھناد

ابن السری قال نا ابو معاویة وھذا لفظ هناد عن الاعمش عن المنهال عن زاذان عن البراء بن عازب قال خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی جنازة رجل من الانصار فانتهینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول الله صلی الله علیه وسلم وجلسنا حوله کانما علی رؤسنا الطیر و فی یده عود ینکث به فی الارض فرفع راسه فقال استعیذوا بالله من عذاب القبر مرتین او ثلاثا زاد فی حدیث جریر ههنا وقال انه لیسمع خفق نعالهم اذا ولوا مدبرین حین یقال له یا هذا من ربك وما دینك ومن نبیك قال هناد قال ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربك فیقول ربی الله فیقولان له ما دینك فیقول دینی الاسلام فیقولان له ما هذا الرجل الذی بعث فیکم قال فیقول هو رسول الله صلی الله علیه وسلم فیقولان وما یدریك فیقول قرأت کتاب الله فامنت وصدقت زاد فی حدیث جریر فذلك قول الله تعالیٰ یثبت الله الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الاخرة الآیة ثم اتفقا قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة وافتحوا له بابا الی الجنة قال فیاتیه من روحها وطیبها قال ویفتح له فیها مد بصره قال وان الکافر فذکر موته قال وتعاد روحه فی جسده ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان من ربك فیقول هاه هاه لا ادری فیقولان له ما دینك فیقول هاه هاه لا ادری فیقولان ما هذا الرجل الذی بعث فیکم فیقول هاه هاه لا ادری فینادی مناد من السماء ان کذب فافرشوه من النار والبسوه من النار وافتحوا له بابا الی النار قال فیاتیه من حرها وسمومها قال ویضیق علیه قبره حتی تختلف فیه اضلاعه زاد فی حدیث جریر قال ثم یقیض له اعمی ابکم معه مرزبة من حدید لو ضرب بها جبل لصار ترابا قال فیضربه بها ضربة یسمعها ما بین المشرق والمغرب الا الثقلین فیصیر ترابا قال ثم یعاد فیه

الروح (باب المسألة فی القبر و عذاب القبر) +

## ترجمہ

حدیث کی ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے کہ خبر دی ہم کو جریر نے۔ (اسناد دیگر) اور خبر دی ہم کو ہناد بن السری نے۔ کہا خبر دی ہم کو ابو معاویہ نے۔ اور یہہ لفظ ہے ہناد کا اعمش سے اور اعمش کا منہال سے اور منہال کا زاذان سے اور زاذان کا براء بن عازب سے۔ کہا براء بن عازب نے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار میں سے ایک شخص کے جنازے میں نکلے۔ پس آخر ہم قبر تک پہنچے اور وہ دفن نہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ اور ہم آپ کے گرد (ادب سے ایسے چپ چاپ) بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے۔ اور آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ جس سے آپ زمین کریدتے تھے۔ پس آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ یہہ آپ نے دو یا تین دفعہ فرمایا۔ حدیث جریر میں راوی نے یہہ زیادہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مُردہ بے شک جنازے کے ساتھیوں کی آواز سُنتا ہے جب اُسے دفن کر کے لوٹتے ہیں جبوقت اُسے کہا جاتا ہے۔ اے فلان تیرا رب کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ اور تیرا نبیؐ کون ہے ہناد نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ پس اُسے بٹھاتے ہیں اور اُس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ یہہ شخص کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے۔ وہ کہتا ہے۔ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ تجھے کیونکر معلوم ہوا۔ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ پس میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کو سچا جانا۔ حدیث جریر میں راوی نے یہہ زیادہ کیا ہے۔ پس اس کا شاہد اللہ تعالےٰ کا یہہ قول ہے۔ یثبت اللہ[1]

---

[1] ترجمہ مضبوط کرتا ہے اللہ ایمانداروں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (سورۂ ابراہیم ع ۴)

الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الاٰخرة الآیة ۔ پھر دونوں کا
اتفاق ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ پھر آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا
ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ۔ پس اس کے لئے بہشت سے ایک فرش بچھا دو ۔ اور بہشت
سے ایک لباس پہنا دو ۔ اور اس کے لئے بہشت کی طرف ایک دروازہ کھول دو ۔ فرمایا
حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اُسے بہشت کی راحت و خوشبو آتی ہے اور
اس کے لئے قبر میں اس کی حد نگاہ تک کشادگی کر دی جاتی ہے ۔ فرمایا حضور اقدس نے
کہ رہا کافر ۔ سو آپ نے اس کی موت کا ذکر کیا ۔ فرمایا کہ اس کی روح اس کے بدن
میں پھر ڈالی جاتی ہے ۔ اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ۔ اور اُسے بٹھاتے ہیں
اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے ۔ وہ کہتا ہے ۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا ۔ پھر وہ
اسے کہتے ہیں ۔ تیرا دین کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے ۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا ۔ پھر وہ
کہتے ہیں ۔ یہہ شخص کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے ۔ وہ کہتا ہے ۔ ہائے ہائے میں
نہیں جانتا ۔ پس آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ یہ جھوٹ
بولا ۔ پس اس کے لئے دوزخ سے ایک فرش بچھا دو ۔ اور دوزخ سے ایک لباس
پہنا دو ۔ اور اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو ۔ حضور اقدس صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسے دوزخ کی گرمی اور ہوا آتی ہے ۔ اور فرمایا کہ اس پر قبر
تنگ کی جاتی ہے یہانتک کہ اس میں اس کی پسلیاں ٹوٹ جاتی ہیں ۔ حدیث جریر میں
راوی نے یہہ زیادہ کیا ہے کہ فرمایا حضور اقدس نے ۔ پھر اس پر مقرر کیا جاتا ہے
ایک اندھا گونگا فرشتہ جس کے پاس لوہے کی ایک ایسی گُرز ہوتی ہے کہ اگر اُسے پہاڑ
پر مارے ۔ تو پہاڑ مٹی ہو جائے ۔ پس وہ اس گُرز سے ایک ضرب لگاتا ہے کہ جسے انس و
جن کے سوا مشرق و مغرب کے درمیان تمام موجودات سنتی ہے ۔ پس وہ مٹی ہو جاتا
ہے ۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ اس میں پھر روح ڈالی جاتی ہے ۔ انتہے ۔

مشکوٰة شریف میں یہہ حدیث بروایت امام احمد منقول ہے ۔ جس پر مرقات
میں یوں لکھا ہے ۔ قال میرک وھو حدیث حسن وقال السیوطی ورواہ

ابو داؤد فی سننہ والحاکم فی مستدرکہ وابن ابی شیبۃ فی مصنفہ و البیہقی فی کتاب عذاب القبر والطیالسی وعبد فی مسندیہما وھناد بن السری فی الزھد وابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہ من طرق صحیحۃ -

یعنی کہا میرک نے کہ یہ حدیث حسن ہے - اور کہا سیوطی نے کہ اس حدیث کو روایت کیا ہے صحیح طریقوں سے ابو داؤد نے اپنی سنن میں - حاکم نے اپنی مستدرک میں - ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں - بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں - طیالسی اور عبید بن حمید نے اپنی اپنی مسند میں - ھناد بن سری نے زہد میں اور ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے انتہے - امام الدنیا رئیس المجتہدین سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اسے روایت کیا ہے - چنانچہ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی تحریر فرماتے ہیں - ابو حنیفۃ عن علقمۃ بن مرثد عن سعد بن عبیدۃ عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا وضع المومن فی قبرہ اتاہ الملك فاجلسہ فیقول من ربك فیقول ربی اللہ قال من نبیك قال محمد قال وما دینك فیقول الاسلام دینی قال فیفسح لہ فی قبرہ ویری مقعدہ من الجنۃ واذا کان کافرا اجلسہ الملك فیقول من ربك قال ھاہ کالمضل شیئا فیقول من نبیك فیقول ھاہ کالمضل شیئا فیقول ما دینك فیقول ھاہ کالمضل شیئا فیضیق علیہ قبرہ ویری مقعدہ من النار فیضربہ ضربۃ یسمعہ کل شیئ الا الثقلین الجن والانس ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظلمین ویفعل اللہ ما یشاء - قال الحارثی ھکذا رواہ عامر بن الفرات عن ابی حنیفۃ وھو اصح الاسانید وقد اختلف فیہ فرواہ الاعمش وشعبۃ عن علقمۃ عن سعد بن عبیدۃ عن البراء بن عازب وعامر بن الفرات ثقۃ حفظ الحدیث علی وجھہ و

ساق الاسناد علی السواء وعلم من روایۃ الجماعۃ ان الرجل المبہم فی روایۃ الامام ہو البراء واللہ اعلم۔ واخرجہ احمد فی حدیث طویل وفیہ زیادۃ ونقص وکذا الطیالسی وابن ابی شیبۃ وابن منیع ورواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ باختصار وفی المتفق علیہ من حدیث البراء ان المسلم اذا سئل فی قبرہ شہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فی قبرہ فذلک قولہ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت (عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفہ۔ مطبوعہ مصر۔ باب سوال القبر وعذابہ)۔ ترجمہ۔ امام ابوحنیفہ نے روایت کی علقمہ بن مرثد سے۔ علقمہ نے سعد بن عبیدہ سے۔ سعد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جب مومن قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ تو فرشتہ اس کے پاس آتا ہے۔ اور اُسے بٹھا کر پوچھتا ہے تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ وہ پوچھتا ہے۔ تیرا نبی کون ہے وہ کہتا ہے۔ محمدؐ۔ وہ پوچھتا ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ پس اس کے لئے قبر میں کشادگی کر دی جاتی ہے۔ اور وہ بہشت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے۔ اگر مردہ کافر ہو۔ تو فرشتہ اُسے بٹھا کر پوچھتا ہے۔ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے جیسا کہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہو جائے پھر وہ پوچھتا ہے۔ تیرا نبی کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے جیسا کہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہو جائے۔ پھر وہ پوچھتا ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے جیسا کہ وہ شخص جس کی کوئی شے گم ہو جائے۔ پس اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ اور وہ دوزخ میں اپنی جگہ دیکھتا ہے۔ اور فرشتہ اس کو ایسی مار مارتا ہے کہ جسے جن وانس کے سوا ہر شے سنتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (بطور شاہد) یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت

فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ و یضل اللہ الظٰلمین و یفعل اللہ ما یشاء۔
حارثی[1] نے کہا کہ اس حدیث کو عامر بن فرات نے امام ابو حنیفہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور یہہ سب اسنادوں سے زیادہ صحیح اسناد ہے۔ اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اس کو امام اعمش و شعبہ نے علقمہ سے اور علقمہ نے سعد بن عبیدہ سے اور سعد نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے واللہ اعلم۔ اور امام احمد نے اسے ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے اور اس میں کمی بیشی ہے۔ اور اسی طرح طیالسی و ابن ابی شیبہ و ابن منیع نے روایت کیا ہے۔ اور ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ نے اسے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔ اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حدیث براء میں ہے کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی قبر میں شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہی معنے ہیں اللہ تعالےٰ کے اس قول کے۔ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت۔ انتہی۔

سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورۂ بالا میں بنا بر اختصار اعادۂ روح کا ذکر نہیں۔ لہذا اس سے یہہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ امام صاحب اعادۂ روح کے قائل نہیں۔ فقہ اکبر میں یہہ صاف لکھا ہے۔ واعادۃ الرّوح الی العبد فی قبرہ حق۔ یعنی قبر میں بندے کی طرف روح کا لوٹایا جانا حق ہے۔ حدیث زیر بحث میں الفاظ (فتعاد روحہ فی جسدہ) کے تحت میں ملا علی

[1] عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث بن الخلیل الحارثی السبذموتی ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور شوال سنہ ۳۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ بخارا کے ایک گاؤں سبذموت میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کو سبذمونی کہتے ہیں۔ آپ استاد کے لقب سے مشہور ہیں۔ ابو عبد اللہ بن مندہ نے آپ سے اکثر حدیثیں روایت کی ہیں۔ آپنے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک مسند تصنیف فرمائی۔ اور امام صاحب کے مناقب میں کتاب کشف الآثار فی مناقب ابی حنیفہ لکھی۔ دیکھو الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ ۱۲

القاری حنفی نے مرقات میں یوں لکھا ہے۔ ظاهر الحدیث ان عود الروح الی جمیع اجزاء بدنه فلا التفات الی قول البعض بان العود انما یکون الی البعض ولا الی قول ابن حجر الی نصفه فانه لا یصح ان یقال من قبل العقل بل یحتاج الی صحة النقل۔ یعنی ظاہر حدیث یہ ہے کہ روح کا لوٹنا بدن کے تمام اجزاء کی طرف ہوتا ہے۔ لہذا بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ روح کا اعادہ بعض اجزاء کی طرف ہوتا ہے۔ ان کا قول قابل توجہ نہیں اور نہ ابن حجر کا قول کہ اعادہ نصف بدن تک ہوتا ہے قابل التفات ہے۔ کیونکہ اپنی عقل سے کہنا درست نہیں بلکہ صحیح نقل کی ضرورت ہے انتہے۔ امام نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) شرح مسلم (باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه واثبات عذاب القبر) میں یوں لکھتے ہیں۔ ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعینه او بعضه بعد اعادة الروح الیه او الی جزء منه یعنی پھر معذب اہل سنت کے نزدیک جسم بعینہ ہے یا اس کا بعض بعد ازاںکہ روح اس کی طرف یا اس کے ایک جزء کی طرف لوٹائی جائے۔ انتہے۔ ابن حزم ظاہری جس کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں صرف روح کو سوال ہوتا ہے۔ یوں اعتراض کرتا ہے

## پہلا اعتراض

جس کا یہ ظن ہے کہ مردہ قبر میں قیامت سے پہلے زندہ کیا جاتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ آیات ذیل اس کو جھٹلاتی ہیں۔

(۱) قَالُوا رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ٥ (مومن - ۲ع)

بولے اے رب ہمارے۔ تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا ہم کو دو بار۔ اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے۔ پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ۔

(۲) کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ

(بقرہ - ۳/ع)

تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مُردے - پھر اس نے تم کو جلایا - پھر تم کو مارتا ہے - پھر جلا دے گا - پھر اُسی پاس اُلٹے جاؤ گے -

(۳) اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝

(زمر - ۵/ع)

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا - اور جو نہیں مریں اپنی نیند میں پس رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھیرایا - اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک ٹھیرے وعدے تک - البتہ اس میں پتے ہیں ان کو جو دھیان کریں -

پہلی دو آیتوں سے ظاہر ہے کہ انسان کے لئے دو دفعہ حیات اور دو دفعہ موت ہے - کیونکہ جب باپ کی پشت اور ماں کے رحم میں نطفہ ہوتا ہے - تو مردہ ہوتا ہے - پھر نفخ روح سے زندہ ہو جاتا ہے - پھر حیات دنیوی کے بعد مر جاتا ہے - پھر قیامت کو زندہ کیا جائے گا - لہذا اگر قبر میں پھر زندہ کیا جائے - تو ہر ایک کے لئے تین بار حیات اور تین بار موت ہو جائے گی اور یہ خلاف قرآن ہے - مگر جسے اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کے لئے بطور معجزہ زندہ کیا وہ مستثنےٰ ہے - چنانچہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ص فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ (کیا تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے - پھر کہا اللہ نے ان کو مر جاؤ - پیچھے ان کو جلا دیا) - اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ (یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر - بولا کہاں

جلاوے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے۔ پھر مار رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس۔ پھر اُٹھایا اس کو)۔ اسی طرح تیسری آیت سے ظاہر ہے کہ موت کے بعد اللہ تعالے روح کو روک لیتا ہے۔ پس نص قرآن سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے روحیں اپنے بدنوں کی طرف نہ لوٹائی جائیں گی۔ (کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔ جزء رابع۔ صـ۶ـ)۔

# جواب

علامہ ابن قیم نے اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ ابن حزم کے اس قول (جس کا یہ ظن الخ) میں اجمال ہے۔ اگر اس سے اس کی مراد ویسی حیات ہو جو دُنیا میں ہوتی ہے کہ جس میں روح بدن کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ اور اُس بدن میں تدبیر و تصرف کرتی ہے۔ اور بدن اس کے ساتھ کھانے پینے پہننے کا محتاج ہوتا ہے۔ تو یہ خطا ہے۔ اور نص کی طرح حس و عقل بھی اس کی تکذیب کرتی ہے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اعادۂ روح سے حیات دنیوی کے مغائر ایک حیات حاصل ہو جاتی ہے جس سے قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے اور اس کا امتحان ہوتا ہے۔ تو یہ حق ہے۔ اور اس کا نہ ماننا خطا ہے۔ اور اسی پر نص صحیح صریح دلالت کرتی ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ ثمّ تعاد روحه فی جسده (پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے)۔ پہلی دو آیتیں بدن میں اس روح کے عارضی اعادہ کی نافی نہیں جیسا کہ بنی اسرائیل کا[1] قتیل جس کو اللہ تعالے

[1] بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا۔ اس کا قاتل معلوم نہ تھا۔ اُس کے وارث ہر کسی پر دعوے کرتے تھے۔ اللہ تعالے نے اس طرح اس مردے کو زندہ کیا۔ اُس نے بتایا کہ ان وارثوں ہی نے مجھے مارا تھا۔ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا الآیات (بقرہ ۔ ع ۔ ۹) میں اسی قصے کی طرف اشارہ ہے ۱۲ +

نے قتل کے بعد زندہ کیا پھر مار دیا اس کی عارضی حیات سوال کے لئے معتد بہا نہ سمجھی گئی۔ کیونکہ وہ ایک لحظہ کے لئے زندہ کیا گیا کہ کہا فلاں شخص نے مجھے قتل کیا پھر مر گیا۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول مذکور حیات مستقرہ پر دلالت نہیں کرتا صرف بدن کی طرف اعادہ روح اور اس کے ساتھ تعلق پر دلالت کرتا ہے۔ اور بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے خواہ بدن بوسیدہ و پراگندہ ہو جائے۔ اس میں راز یہ ہے کہ روح کو بدن سے پانچ قسم کا تعلق ہے اور ہر قسم کے احکام مختلف ہیں۔ اول روح کا تعلق بدن سے ماں کے پیٹ میں جنین ہونے کی حالت میں۔ دوم روح کا تعلق بدن سے پیدائش کے بعد۔ سوم روح کا تعلق بدن سے سونے کی حالت میں کہ ایک طرح سے اُسے بدن سے تعلق ہوتا ہے اور ایک طرح سے جدائی ہوتی ہے۔ چہارم روح کا تعلق بدن سے برزخ میں۔ کیونکہ اگرچہ روح اس سے جدا ہوتی ہے۔ مگر ایسا فراق کلی نہیں ہوتا کہ اُسے بدن کی طرف بالکل التفات نہ رہے۔ اور وہ جو احادیث و آثار میں آیا ہے کہ جب مسلمان اپنے مردہ دینی بھائی کی قبر پر گذرے اور اُسے سلام کہے۔ تو اللہ تعالےٰ اُس کی روح اس کی طرف لوٹا دیتا ہے یہانتک کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ وہ ایک خاص اعادہ ہے جو قیامت سے پہلے بدن کی حیات کا موجب نہیں۔ پنجم روح کا تعلق بدن سے قیامت کے دن۔ یہ تعلق سب تعلقات سے اکمل ہے اور پہلے انواع تعلق کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ کیونکہ یہ ایسا تعلق ہے کہ جس کے ساتھ بدن نہ موت کو قبول کرے گا اور نہ فساد کو۔ تیسری آیت میں جو یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ اس روح کو روک لیتا ہے جس پر موت کا حکم ہو چکا۔ سو یہ اس امر کا نافی نہیں کہ روح اپنے مردہ بدن کی طرف کسی وقت میں عارضی طور پر اس طرح لوٹائی جائے کہ ایسی حیات کا موجب نہ ہو جو دنیا میں ہوتی ہے۔ جس[1] طرح سونے والے کی حیات حالانکہ وہ زندہ ہوتا ہے جاگنے

[1] دیکھو شرح الصدور فی احوال الموتے والقبور للسیوطی۔ صفحہ ۵۔ ۱۲

والے کی حیات سے مغائر ہوتی ہے (کیونکہ نیند موت کی بہن ہے) اور سونے والے
پر حیات کے اطلاق کی نافی نہیں ہوتی - اسی طرح اعادۂ روح کے وقت میت
کی حیات زندہ کی حیات سے مغائر ہوتی ہے - اور یہہ ایسی حیات ہوتی ہے
کہ میت پر موت کے اطلاق کی نافی نہیں ہوتی - بلکہ یہہ ایک حالت موت و
حیات کے بین بین ہے جیساکہ نیند ان دونوں کے بین بین ہے - اس تقریر
پر غور کرنے سے بہت سے اشکال دور ہو سکتے ہیں - (کتاب الروح ص ۶۷-۶۹)
شیخ الاسلام تقی الدین سبکی یوں تحریر فرماتے ہیں - (قوله تعالے - واحییتنا
اثنتین ای حیاۃ المسألۃ فی القبر وحیاۃ الحشر لانهما حیاتان عرفوا
الله بهما والحیاۃ الاولی فی الدنیا لم یعرفوا الله بها (شفاء السقام -
باب تاسع - فصل ثالث) - ترجمہ اللہ تعالے کا قول (اور تو زندگی دے
چکا ہم کو دوبار) یعنی قبر میں سوال کی زندگی اور حشر کی زندگی کیونکہ یہہ دو
زندگیاں وہ ہیں کہ جن سے اُن کفار نے اللہ کو پہچانا - اور دنیا میں پہلی زندگی
سے جس اُنہوں نے اللہ کو نہ پہچانا انتہے - شیخ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ انسان کی حیات
چھ بار ہے - (۱) یوم الست[1] میں جب کہ وہ پشت آدمؑ سے چیونٹیوں کی مانند
نکالے گئے - اور کہا جاتا ہے کہ یہہ دو دفعہ ہوا - اور کہا گیا ہے کہ وہ ارواح بلا
اجسام تھیں - مگر اہل سنت کے نزدیک حق یہہ ہے کہ وہ اجسام سے مرکب تھیں -
بعض گروہ نے اس سے انکار کیا ہے - اور بیضاوی وغیرہ سے تعجب ہے کہ
وہ ان کے موافق ہے حالانکہ بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ اس سے انکار کرنا دین

---

[1] وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا (اعراف - ۲۲) ترجمہ اور جب وقت نکالی تیرے رب نے آدم کے بیٹوں کی پیٹھ سے ان کی اولاد اور اقرار کروایا ان سے ان کی جان پر - کیا میں نہیں ہوں رب تمہارا - بولے البتہ ہم قائل ہیں -

میں الحاد ہے۔ (۲) حیات دنیوی جسے ہر ایک جانتا ہے۔ (۳) قبر میں منکر و نکیر کے سوال کے لئے زندہ کرنا۔ (۴) احیاء ابراہیمی جس وقت کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلٰوۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت پکار کر کہا[1] الا ان ربکم قد بنی لکم بیتا فحجوہ الحدیث (دیکھو تمہارے رب نے تمہارے واسطے ایک گھر بنا دیا۔ پس تم اس کا حج کرو)۔ (۵) احیاء محمدی۔ امام قشیری (متوفی ۴۶۵ھ) نے کتاب تحبیر فی علم التذکیر میں (اسمائے حسنےٰ میں سے) وھاب کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضرت موسےٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلٰوۃ والسلام نے عرض کی۔ یا رب میں توراۃ میں ایک امت دیکھتا ہوں کہ جن کی انجیلیں ان کے سینوں میں ہیں۔ وہ کون ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے پھر اللہ تعالےٰ اس اُمت محمدیہ کے خصال جمیلہ بیان کرنے لگا یہانتک کہ حضرت موسےٰ[2] ان کی ملاقات کے مشتاق ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تو ان کو نہ ملے گا۔ لیکن اگر چاہے۔ تو میں تجھ کو ان کی آوازیں سنا دیتا ہوں۔ پس خدا پاک نے امت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلٰوۃ والسلام کو پکارا حالانکہ وہ اپنے آباء و اجداد کی پشتوں میں تھے۔ وہ بولے۔ لبیک یا ربنا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تمہارے سوال کرنے سے پہلے میں نے تم کو عطا کر دیا۔ اور بخشش مانگنے سے پہلے تم کو بخش دیا۔ امام قشیری نے اسے ذکر کیا ہے اور اس سے استدلال کیا ہے۔ (۶) احیاء ابدی یعنی ہمیشہ کی زندگی جب کہ موت ذبح کی جائے گی اور کہا جائے گا اے اہل بہشت تمہارے واسطے ہمیشگی بغیر موت کے ہے۔ اور اے اہل دوزخ تمہارے

---

[1] وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ (حج۔ ۳) ترجمہ اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آدیں تیری طرف پاؤں چلتے اور سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں پر چلے آتے راہوں دور سے نکلتے۔ اس آیت کے متعلق موضح القرآن میں ہے کہ ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا کہ لوگو تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کو آؤ۔ باپ کی پشت میں لبیک کہا جن کی قسمت میں حج ہے ایک بار یا دو بار یا زیادہ

واسطے ہمیشگی بغیر موت کے ہے۔ یہ حیاتیں اور موتیں آیہ (ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین) کے مخالف نہیں۔ کیونکہ یہ قول کفار ہے۔ اگر ہم اس کی صحت کو تسلیم کرلیں۔ تو اس میں حصر نہیں کہ حیات و موت بس دو ہی بار ہوگی۔ لہذا دو سے زیادہ جائز ہوئیں۔ اور اگر ہم حصر کو بھی تسلیم کرلیں۔ تو حیات و موت کا دو بار ہونا باعتبار قول مشہور ہے جسے سب جانتے ہیں (فتاوے حدیثیہ۔ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۱۔۹۲)۔

# دوسرا اعتراض

ابن حزم کا دوسرا اعتراض حدیث براء بن عازب پر ہے جو سنن ابی داؤد میں ہے۔ اور وہ اعتراض بدیں الفاظ ہے۔ ولم یأت قط عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خبر یصح ان ارواح الموتی ترد الی اجسادھم عند المسئلة ولو صح ذلك عنه علیه السلام لقلنا به فاذ لا یصح فلا یحل لاحد ان یقوله وانما انفرد بھذہ الزیادة من رد الارواح المنھال بن عمرو وحدہ و لیس بالقوی ترکه شعبة وغیرہ وسائر الاخبار الثابتة علی خلاف ذلك وھذا الذی قلنا ھو الذی صح ایضا عن الصحابة رضی اللہ عنھم۔ (کتاب الفصل۔ جزء رابع۔ صفحہ ۶۸)۔ ترجمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا کہ مُردوں کی روحیں بدنوں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں گو یہ امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا۔ تو ہم اس کے قائل ہوتے۔ چونکہ یہ ثابت نہیں۔ اس لئے کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس کا قائل ہو۔ قبر میں سوال کے وقت ردّ ارواح کا ذکر فقط منہال بن عمرو نے کیا ہے اور وہ قوی نہیں۔ شعبہ وغیرہ نے اُسے ترک کردیا ہے اور باقی تمام احادیث ثابتہ اس کے خلاف ہیں اور جو ہم نے کہا یہی صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

# جواب

علامہ ابن قیم نے اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ ابن حزم نے جو یہ کہا کہ

یہہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ صرف منہال بن عمرو ہی نے اسے روایت کیا ہے اور وہ قوی نہیں۔ سو اس کا یہہ قول ہرزہ سرائی ہے۔ کیونکہ یہہ حدیث صحیح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور زاذان کے علاوہ اسے براء بن عازب سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں عدی بن ثابت اور محمد بن عقبہ اور مجاہد ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو عبداللہ بن مندہ (متوفی ۳۹۵ھ) نے کتاب الروح والنفس میں بروایت عدی بسند متصل (اخبرنا محمد بن یعقوب بن یوسف ثنا محمد بن اسحٰق الصفار انا ابو النضر ہاشم بن القاسم حدثنا عیسی بن المسیب عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب) نقل کیا ہے۔ کہ ملک الموت مومن کی روح کو قبض کرنے کے بعد عرش تک لیجاتا ہے۔ وہاں اس کا نام علیین میں لکھا جاتا ہے۔ اور خدا حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کو اس کے خوابگاہ میں لے جاؤ کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں نے ان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر مٹی میں ان کو پہنچاؤں گا اور مٹی ہی میں سے ایک اور دفعہ ان کو نکالوں گا۔ اس کے بعد یہہ الفاظ ہیں۔ فیرد الی مضجعہ فیاتیہ منکر و نکیر یثیران الارض بانیابہما ویفحصان الارض باشعارہما فیجلسانہ ثم یقال لہ یا ھذا من ربك الحدیث (پس وہ اپنے خوابگاہ کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ پھر منکر اور نکیر اپنے دانتوں سے زمین کو چیرتے ہوئے اور اپنے بالوں سے زمین کو کھودتے ہوئے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے اے فلان تیرا رب کون ہے۔ الحدیث)۔ اس حدیث کو امام احمد اور محمود بن غیلان وغیرہ نے ابو النضر سے روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہہ الفاظ ہیں۔ ان الارواح تعاد الی القبور وان الملکین یجلسان المیت ویستنطقانہ (روحیں قبروں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں۔ اور دو فرشتے مردے کو بٹھاتے ہیں اور اسے بلاتے ہیں)۔ پھر ابن مندہ نے اس حدیث کو محمد بن سلمہ کے طریق سے اس نے خصیف جزری سے اس نے مجاہد سے اس نے

براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ روایت مجاہد میں مومن کی روح کے ذکر کے بعد کافر کی نسبت یہہ الفاظ ہیں۔ اذا وضع الکافر فی قبرہ اتاہ منکر ونکیر فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول لا ادری فیقولان لہ لا دریت فیضربانہ ضربہ فیصیر رمادا ثم یعاد فیجلس الحدیث (جب کافر قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو منکر اور نکیر اس کے پاس آتے ہیں۔ اور اُسے بٹھلاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نہیں جانتا۔ پس وہ اُسے کہتے ہیں تو نے نہ جانا اور اُسے ایسی مار مارتے ہیں کہ وہ خاکستر ہو جاتا ہے۔ پھر اسے درست کر کے بٹھایا جاتا ہے الحدیث)۔ غرض یہہ حدیث ثابت و مشہور و مستفیض ہے۔ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور آئمہ حدیث میں سے کوئی ایسا معلوم نہیں ہوتا جس نے اس میں طعن کیا ہو۔ بلکہ اس کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اسے قبول کیا ہے۔ اور عذاب ونعیم قبر۔ سوال منکر ونکیر۔ قبض ارواح۔ اور ارواح کے اللہ کے سامنے پہنچنے اور پھر قبر میں واپس آنے کے بارے میں اس کو اصول دین میں سے ایک اصل قرار دیا ہے۔ خلاصہ کلام یہہ کہ زاذان کے علاوہ اس حدیث کو عدی بن ثابت اور مجاہد بن جبر اور محمد بن عقبہ وغیرہم نے براء بن عازب سے روایت کیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے ایک علیحدہ رسالے میں اس حدیث کے طریقوں کو جمع کیا ہے۔ زاذان ثقات میں سے ہے جس نے اکابر صحابہ حضرت عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں اور صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہے۔ یحیے بن معین نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ حمید بن ہلال سے جب زاذان کی نسبت پوچھا گیا۔ تو جواب دیا کہ ثقہ ہے۔ ایسے راویوں کی نسبت سوال نہ کرنا چاہئے۔ ابن عدی نے کہا کہ زاذان جب ثقہ سے روایت کرے۔ تو اس کی حدیثیں لاباس بہا ہیں۔ منہال بن عمرو کی نسبت جو ابن حزم نے کہا کہ اس زیادت (فتعاد روحہ فی جسدہ) کو اُسی نے روایت کیا ہے اور اُسے ضعیف بتایا۔ سو یہہ درست نہیں۔ کیونکہ منہال ثقات عدول میں سے ہے۔ چنانچہ ابن معین کا قول ہے کہ منہال ثقہ ہے۔ اور عجلی نے

کہا کہ وہ کوفی ثقہ ہے اور بڑی سے بڑی بات جو اس کی نسبت بیان کی گئی ہے
یہہ ہے کہ اس کے گھر سے گانے کی آواز سُنی گئی۔ مگر یہہ امر اس کی روایت میں
موجب قدح نہیں اور اس کی حدیث کے ترک کرنے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ لہذا
ابن حزم کی تضعیف لاشئ ہے کیونکہ اس نے بجز تفرد کے تضعیف کی کوئی وجہ
نہیں بتائی۔ اور ہم نے بیان کر دیا کہ وہ زیادت مذکورہ کے ساتھ متفرد نہیں ہے
بلکہ اس کے علاوہ اوروں نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور وہ سب کے سب
صحیح حدیثیں ہیں جن میں کوئی نقص نہیں۔ ابن حزم کے سوا کسی اور نے یہہ جرح
کی ہے کہ زاذان نے حضرت براء سے سماع نہیں کیا۔ مگر یہہ درست نہیں۔ کیونکہ
ابو عوانہ اسفرائینی نے اسے اپنی صحیح میں بالاسناد روایت کیا ہے اور کہا ہے
عن ابی عمر زاذان الکندی قال سمعت البراء بن عازب۔ اور حافظ
ابن مندہ نے کہا کہ یہہ اسناد متصل مشہور ہے۔ اسے ایک جماعت نے حضرت
براء سے روایت کیا ہے۔ اگر ہم حدیث براء سے قطع نظر بھی کریں۔ تو باقی احادیث
صحیحہ اس میں صریح ہیں۔ مثلاً حدیث ابن ابی ذئب عن محمد بن عمرو بن
عطاء عن سعید بن یسار عن ابی ہریرۃ جس میں روح خبیثہ کے لئے آسمان
کے دروازے نہ کھلنے کے بعد یوں مذکور ہے۔ فترسل بین السماء والارض فتصیر
الی القبر فیجلس الرجل الصالح فی قبرہ غیر فزع الحدیث (پس وہ آسمان و
زمین کے درمیان پھینکی جاتی ہے۔ پس قبر کی طرف آتی ہے۔ پس نیک آدمی اپنی قبر میں
بے خوف بیٹھتا ہے الحدیث)۔ حافظ ابو نعیم نے کہا کہ اس حدیث ابی ہریرہ کے
ناقلین کی عدالت پر اتفاق ہے۔ چنانچہ امام بخاری و امام مسلم دونوں ابن ابی ذئب
اور محمد بن عمرو بن عطاء اور سعید بن یسار پر متفق ہیں اور یہہ ان دونوں کی شرط
پر ہیں۔ اور اس حدیث ابی ہریرہ کو بڑے بڑے متقدمین (مثلاً ابن ابی فدیک
اور عبد الرحیم بن ابراہیم) نے ابن ابی ذئب سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن مندہ
نے اعادۂ روح کے ثبوت میں ایک اور حدیث باسناد متصل (ثنا محمد بن الحسین

بن الحسن ثنا محمد بن یزید النیسابوری ثنا حماد بن قیراط ثنا محمد بن الفضل عن یزید بن عبد الرحمٰن الصائغ البلخی عن الضحاک بن مزاحم عن ابن عباس) نقل کی ہے جس میں یہہ الفاظ ہیں۔ فید خلون ذٰلک الروح بین جسدہٖ واکفانہ (پس فرشتے اس روح کو اس کے بدن اور کفن کے درمیان داخل کرتے ہیں) ۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ احادیث صحیحہ متواترہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ منکر و نکیر کے سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اور روح کے بغیر بدن سے سوال ایک گروہ کا قول ہے۔ جس کو جمہور تسلیم نہیں کرتے۔ اس گروہ کے مقابلے میں دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سوال تو روح سے ہوتا ہے نہ کہ بدن سے۔ ابن مرہ و ابن حزم وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔ مگر یہہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں۔ اور احادیث صحیحہ ان کی تردید کر رہی ہیں۔ اور اگر سوال فقط روح سے ہوتا۔ تو قبر کو روح سے کوئی اختصاص نہ ہوتا۔ (تفصیل کے لیئے دیکھو کتاب الروح صفحہ ۷۲ تا ۸۰) ۔ حدیث زیر بحث کی نسبت شیخ الاسلام تقی الدین سبکی لکھتے ہیں کہ اس کو ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اپنی مسندوں میں روایت کیا ہے جن میں امام احمد اور عبد بن حمید اور علی بن معبد (کتاب الطاعۃ والمعصیۃ میں) وغیرہ ہیں۔ اور ان سب کے اسناد کے راوی ثقہ ہیں۔ ابن حزم نے اس حدیث میں منہال بن عمرو کے سبب کلام کیا ہے۔ اور یہہ کلام بے سود ہے۔ کیونکہ منہال بن عمرو صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہے۔ اور کئی آئمہ نے اسے ثقہ کہا ہے جن میں سے یحییٰ بن معین ہیں۔ اور اس میں کلام اس جہت سے ہے کہ امام شعبہ نے اسے ترک کر دیا ہے۔ اور عبد الرحمن بن مہدی نے کہا کہ شعبہ کے ترک کی وجہ یہہ ہے کہ شعبہ نے اس کے گھر سے راگ کے ساتھ قرائت کی آواز سُنی۔ جب یہہ سبب معلوم ہو گیا۔ تو شعبہ کا اس کو ترک کرنا مضر نہیں۔ کیونکہ عالموں کی ایک جماعت اس کی اباحت کی قائل ہے۔ اور اس قسم کی جس چیز میں اختلاف ہو اس سے روایت و شہادت رد نہیں ہو سکتی بالخصوص

جبکہ یہ معلوم نہیں کہ وہ آواز منہال کی تھی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے گھر میں کسی اور کی آواز ہو اور اُسے اس کا علم نہ ہو۔ حاصل کلام یہ کہ اس قدح کی کوئی وجہ نہیں۔ اور منہال بن عمرو کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ وہ ان راویوں میں سے ہیں جن کی حدیث سے احتجاج ہوسکتا ہے۔ اور منہال بن عمرو کے سبب اعادۂ روح کے انکار و تضعیف کے کوئی معنی نہیں جبکہ باقی احادیث متفق علیہا سماع و کلام اور قعود وغیرہ پر دلالت کرتی ہیں جو مستلزم حیات وعود روح ہیں۔ امام بغوی نے شرح السنہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردہ جوتیوں کی آواز سُنتا ہے جس وقت لوگ دفن کر کے اس سے پیٹھ پھیرتے ہیں۔ پھر وہ بٹھایا جاتا ہے۔ اور اس کا کفن اس کی گردن میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر سوال کیا جاتا ہے۔ اور قبروں میں حیات کے ثبوت پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ امام الحرمین عبد الملک بن عبد اللہ جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) نے شامل فی اصول الدین میں کہا کہ سلف امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قبر کا عذاب اور قبروں میں مُردوں کا زندہ کیا جانا اور جسموں میں روحوں کا پھر ڈالا جانا ثابت ہے (شفاء السقام۔ باب تاسع۔ فصل ثالث)۔

# منکرین کے اعتراضات

عذاب و نعیم قبر کے منکرین کہتے ہیں کہ مومن کے لئے قبر کا ستر گز لمبا اور ستر گز چوڑا ہو جانا اور کافر کے لئے اتنا تنگ ہو جانا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ جائیں خلاف مشاہدہ ہے۔ اگر قبر کو کھود کر دیکھا جائے۔ تو مردہ پر عذاب کا کوئی نشان دیکھنے میں نہیں آتا۔ اور قبر اُتنی ہی لمبی چوڑی نظر آتی ہے جس قدر کہ پہلے کھودی گئی تھی۔ اور فرشتوں کے زمین چیر کر آنے کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔ میت کا تنگ لحد میں سوال کے لئے بٹھایا جانا بھی غیر معقول ہے۔ اگر دفن کرتے

وقت ہم میت کے سینے پر پارہ یا رائی کا دانہ رکھ دیں۔ تو دوبارہ کھولنے پر بدستور اسی طرح پاتے ہیں۔ اگر ہم میت کو کئی دن اپنے سامنے رکھ چھوڑیں۔ تو ہم فرشتوں اور میت کا کوئی سوال و جواب نہیں سنتے۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ چار پائے تو عذاب قبر کو سن لیں اور انسان و جن نہ سنیں۔ بھلا جو شخص جل کر راکھ ہو جائے یا ڈوب کر مر جائے یا جسے درندہ کھا جائے۔ اُسے عذاب قبر کیوں کر ہو سکتا ہے۔

# جواب

ہم ذیل میں کتاب الروح سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں جن سے اعتراضات بالا کا جواب معلوم ہو جائے گا۔

ان اللہ سبحانہ جعل الدور ثلاثا دار الدنیا و دار البرزخ و دار القرار وجعل لکل دار احکاما تختص بہا ورکب ھذا الانسان من بدن ونفس وجعل احکام دار الدنیا علی الابدان والارواح تبعا لہا ولھذا جعل احکامہ الشرعیۃ مرتبۃ علی ما یظہر من حرکات اللسان والجوارح وان اضمرت النفوس خلافہ وجعل احکام البرزخ علی الارواح والابدان تبعا لہا فکما تبعت الارواح الابدان فی احکام الدنیا فتالمت بالمہا والتذت براحتہا وکانت ھی التی باشرت اسباب النعیم والعذاب تبعت الابدان الارواح فی نعیمہا وعذابہا والارواح حینئذ ھی التی تباشر العذاب والنعیم فالابدان ھنا ظاہرۃ والارواح خفیۃ والابدان کالقبور لہا والارواح ھناک ظاہرۃ والابدان خفیۃ فی قبورہا تجری احکام البرزخ علی الارواح فتسری الی ابدانہا نعیما وعذابا کما تجری احکام الدنیا علی الابدان فتسری الی ارواحہا نعیما وعذابا فاحط بھذا الموضع علما واعرفہ کما ینبغی یزیل عنک کل اشکال یورد علیک من

داخل وخارج وقد ارانا الله سبحانه بلطفه ورحمته وهدايته من ذلك انموذجا فی الدنیا من حال النائم فان ما ینعم به او یعذب فی نومہ یجری علی روحه اصلا والبدن تبع له وقد یقوی حتی یؤثر فی البدن تاثیرا مشاهدا فیری النائم فی نومه انه ضرب فیصبح واثر الضرب فی جسمه ویری انه قد اکل اوشرب فیستیقظ وهو یجد اثر الطعام والشراب فی فیه ویذهب عنه الجوع والظمأ واعجب من ذلک انک تری النائم یقوم فی نومه ویضرب ویبطش ویدافع کانه یقظان وهو نائم لا شعور له بشیئ من ذلک وذلک ان الحکم لما جری علی الروح استعانت بالبدن من خارجه ولو دخلت فیه لاستیقظ واحس فاذا کانت الروح تتألم وتنعم ویصل ذلک الی بدنها بطریق الاستتباع فهکذا فی البرزخ بل اعظم فان تجرد الروح هناک اکمل واقوی وهی متعلقة ببدنها لم تنقطع عنه کل الانقطاع فاذا کان یوم حشر الاجساد وقیام الناس من قبورهم صار الحکم والنعیم والعذاب علی الارواح والاجساد ظاهرا بادیا اصلا و متی اعطیت هذا الموضع حقه تبین لک ان ما اخبربه الرسول من عذاب القبر ونعیمه وضیقه وسعته وضمه وکونه حفرة من حفر النار او روضة من ریاض الجنة مطابق للعقل وانه حق لامریة فیه وان من اشکل علیه ذلک فمن سوء فهمه وقلة علمه کما قیل

وکم من عائب قولا صحیحا — وآفته من الفهم السقیم

واعجب من ذلک انک تجد النائمین فی فراش واحد وهذا روحه فی النعیم ویستیقظ واثر النعیم علی بدنه وهذا روحه فی العذاب و یستیقظ واثر العذاب علی بدنه ولیس عند احدهما خبر بما عند الاخر فامر البرزخ اعجب من ذلک (کتاب الروح - ص ۱۰۱-۱۰۳)۔

فاذا وضع فی لحده وسوی علیه التراب لم یحجب التراب الملائکة عن الوصول

الیہ بل لو نقر لہ حجرا فاودع فیہ وختم علیہ بالرصاص لم یمنع وصول
الملائکۃ الیہ فان ھذہ الاجسام الکثیفۃ لا تمنع خرق الارواح لھا بل
الجن لا یمنعھا ذالک بل قد جعل اللہ سبحانہ الحجارۃ والتراب للملائکۃ
بمنزلۃ الھواء للطیر واتساع القبر وانفساخہ للروح بالذات والبدن
تبعا فیکون البدن فی لحد اضیق من ذراع وقد فسح لہ مد بصرہ تبعا
لروحہ واما عصرۃ القبر حتی تختلف بعض اجزاء الموتی فلا یردہ حس
ولا عقل ولا فطرۃ ولو قدر ان احد انبش عن میت فوجد اضلاعہ کما ھی
لم تختلف لم یمنع ان تکون قد عادت الی حالھا بعد العصرۃ فلیس مع
الزنادقۃ والملاحدۃ الا مجرد تکذیب الرسول (کتاب الروح ص ۱۰۲ ج ۱)
ان النار التی فی القبر والخضرۃ لیست من نار الدنیا ولا من زرع الدنیا
فیشاھدہ من شاھد نار الدنیا وخضرھا وانما ھی من نار الاخرۃ وخضرھا
وھی اشد من نار الدنیا فلا یحس بہ اھل الدنیا فان اللہ سبحانہ یحمی علیہ
ذلک التراب والحجارۃ التی علیہ وتحتہ حتی یکون اعظم حرا من جمر
الدنیا ولو مسھا اھل الدنیا لم یحسوا بذلک بل اعجب من ھذا ان الرجلین
یدفنان احدھما الی جنب الاخر وھذا فی حفرۃ من حفر النار لا یصل حرھا
الی جارہ وذلک فی روضۃ من ریاض الجنۃ لا یصل روحھا ونعیمھا الی
جارہ وقدرۃ الرب تعالٰی اوسع واعجب من ذلک وقد ارانا اللہ من آیات
قدرتہ فی ھذہ الدار ما ھو اعجب من ذلک بکثیر ولکن النفوس مولعۃ
بالتکذیب بما لم تحط بہ علما الا من وفقہ اللہ وعصمہ - فیفرش للکافر
لوحان من نار فیشتعل علیہ قبرہ بھما کما یشتعل التنور فاذا شاء
اللہ سبحانہ ان یطلع علی ذلک بعض عبیدہ اطلعہ وغیبہ عن غیرہ
اذ لو اطلع العباد کلھم لزالت کلمۃ التکلیف والایمان بالغیب ولما تدافن
الناس کما فی الصحیحین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا ان لا تدافنوا لدعوت اللہ

ان يسمعكم من عذاب القبر ما اسمع ولما كانت هذه الحكمة منفية في حق البهائم
سمعت ذلك وادركته كما حادت برسول الله صلى الله عليه وسلم بغلته
وكادت تلقيه لما مر بمن يعذب في قبره (كتاب الروح - ص ١٠٥-١٠٦) -
ان الله سبحانه وتعالى يحدث في هذه الدار ما هو اعجب من ذلك
فهذا جبريل كان ينزل على النبي صلى الله عليه وسلم ويتمثل له رجلا
فيكلمه بكلام يسمعه ومن الى جانب النبي صلى الله عليه وسلم لا يراه
ولا يسمعه وكذلك غيره من الانبياء واحيانا يأتيه الوحي في مثل صلصلة
الجرس ولا يسمعه غيره من الحاضرين وهؤلاء الجن يتحدثون ويتكلمون بالاصوات
المرتفعة بيننا ونحن لا نسمعهم وقد كانت الملائكة تضرب الكفار بالسياط
وتضرب رقابهم وتصيح بهم والمسلمون معهم لا يرونهم ولا يسمعون كلامهم
والله سبحانه قد حجب بني آدم عن كثير مما يحدثه في الارض وهو بينهم
وقد كان جبريل يقرئ النبي صلى الله عليه وسلم ويدارسه القرآن والحاضرون
لا يسمعونه وكيف يستنكر من يعرف الله سبحانه ويقر بقدرته ان يحدث
حوادث يصرف عنها ابصار بعض خلقه حكمة منه ورحمة بهم لانهم
لا يطيقون رويتها وسماعها والعبد اضعف بصرا وسمعا من ان يثبت
لمشاهدة عذاب القبر وكثير ممن اشهده الله ذلك صعق وغشي عليه
ولم ينتفع بالعيش زمنا وبعضهم كشف قناع قلبه فمات فكيف ينكر
في الحكمة الالهية اسبال غطاء يحول بين المكلفين وبين مشاهدة
ذلك حتى اذا كشف الغطاء رأوه وشاهدوه عيانا ثم ان العبد قادر على
ان يزيل الزيبق والخردل عن عين الميت وصدره ثم يرده بسرعة فكيف
يعجز عنه الملك وكيف لا يقدر عليه من هو على كل شيء قدير وكيف تعجز
قدرته عن ابقائه في عينيه وعلى صدره لا يسقط عنه وهل قياس
امر البرزخ على ما يشاهده الناس في الدنيا الا محض الجهل والضلال و

تکذیب اصدق الصادقین وتعجیز رب العالمین وذلك غایة الجهل والظلم واذا کان احدنا یمکنه توسعة القبر عشرة اذرع ومائة ذراع واکثر طولا وعرضا وعمقا ویستر توسیعه عن الناس ویطلع علیه من یشاء فکیف یعجز رب العالمین ان یوسعه ما یشاء ویستر ذلك عن اعین بنی آدم فیراه بنو آدم ضیقا وهو اوسع شیء واطیبه ریحا واعظمه اضاءة ونورا وهم لا یرون ذلك وسر المسئلة ان هذه التوسعة والضیق والخضرة والنار لیس من جنس المعهود فی هذا العالم والله سبحانه انما اشهد بنی آدم فی هذه الدار ما کان فیها ومنها فاما ما کان من امر الآخرة فقد اسبل علیه الغطاء لیکون الاقرار به والایمان سببا لسعادتهم فاذا کشف عنهم الغطاء صار عیانا مشاهدا فلو کان المیت بین الناس موضوعا لم یمتنع ان یاتیه الملکان ویسألانه من غیر ان یشعر الحاضرون بذلك ویجیبهما من غیر ان یسمعوا کلامه ویضربانه من غیر ان یشاهد الحاضرون ضربه وهذا الواحد منا ینام الی جنب صاحبه فیعذب فی النوم ویضرب ویالم ولیس عند المستیقظ خبر من ذلك البتة وقد سری اثر الضرب والالم الی جسده ومن اعظم الجهل استبعاد شق الملك الارض والحجر وقد جعلهما الله سبحانه له کالهواء للطیر ولا یلزم من حجبهما للاجسام الکثیفة ان تتولج فیها حجبهما للارواح اللطیفة وهل هذا الامن افسد القیاس وبهذا وامثاله کذبت الرسل صلوات الله وسلامه علیهم - (کتاب الروح ص۱۱۳-۱۱۵) -

انه غیر ممتنع ان ترد الارواح الی المصلوب والغریق والمحرق ونحن لا نشعر بها لان ذلك الرد نوع آخر غیر المعهود فهذا المغمی علیه والمسکوت والمبهوت احیاء وارواحهم معهم ولا نشعر بحیاتهم ومن

تفرقت اجزاؤہ لا یمتنع علی من ھو علی کل شیئ قدیر ان یجعل للروح اتصالاً بتلک الاجزاء علی تباعد ما بینہا وقربہ ویکون فی تلک الاجزاء شعور بنوع من الالم واللذۃ واذا کان اللہ سبحانہ وتعالیٰ قد جعل فی الجمادات شعوراً وادراکاً تسبح بہ ربہا بہ وتسقط الحجارۃ من خشیتہ وتسجد لہ الجبال والشجر وتسبحہ الحصی والمیاہ و النبات قال تعالیٰ وان من شیئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم۔ ولو کان التسبیح ھو مجرد دلالتہا علی صانعہا لم یقل ولکن لا تفقہون تسبیحہم فان کل عاقل یفقہ دلالتہا علی صانعہا وقال تعالیٰ انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق۔ والدلالۃ علی الصانع لا تختص بہذین الوقتین۔ وکذلک قولہ تعالیٰ یا جبال اوبی معہ۔ والدلالۃ لا تختص معیتہ وحدہ وکذب علی اللہ من قال الترویب رجع الصدی فان ھذا یکون لکل مصوت وقال تعالیٰ الم تر ان اللہ تعالیٰ یسجد لہ من فی السمٰوات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس۔ والدلالۃ علی الصانع لا تختص بکثیر من الناس وقال تعالیٰ الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السمٰوات والارض والطیر صافات کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ۔ فہذہ صلوٰۃ وتسبیح حقیقۃ یعلمہا اللہ وان جحدہا الجاہلون المکذبون وقد اخبر تعالیٰ عن الحجارۃ ان بعضہا یزول من مکانہ و یسقط من خشیتہ وقد اخبر عن الارض والسماء انہما یاذنان لہ ای یستمعان کلامہ وانہ خاطبہما فسمعا خطابہ واحسنا جوابہ فقال لہما ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین وقد کان الصحابۃ یسمعون تسبیح الطعام وھو یوکل وسمعوا حنین الجذع الیابس فی المسجد فاذا کانت ھذہ الاجسام فیہا الاحساس والشعور فالاجسام التی کانت فیہا الروح والحیاۃ اولی بذلک وقد اشہد اللہ سبحانہ عبادہ فی ھذہ الدار اعادۃ حیاۃ کاملۃ

الی بدن قد فارقته الروح فتکلم ومشی واکل وشرب وتزوج وولد له کالذین خرجوا من دیارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احیاهم او کالذی مر علی قریة وهی خاویة علی عروشها قال انّی یحیی هذه الله بعد موتها فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم۔ وکقتیل بنی اسرائیل او کالذین قالوا لموسیٰ لن نؤمن لك حتی نری الله جهرة فاماتهم الله ثم بعثهم من بعد موتهم و کاصحاب الکهف وکقصة ابراهیم فی الطیور الاربعة فاذا اعاد الحیاة التامة الی هذه الاجساد بعد ما بردت بالموت فکیف یمتنع علی قدرته الباهرة ان یعید الیها بعد موتها حیاة ما غیر مستقرة یقتضی بها ما امرها فیها ویستنطقها بها ویعذبها او ینعمها باعمالها وهل انکار ذلك الا مجرد تکذیب وعناد وجحود وبالله التوفیق (کتاب الروح۔ صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

## ترجمہ

اللہ تعالےٰ نے تین دار (گھر) بنائے ہیں۔ دار الدنیا۔ دار البرزخ۔ دار القرار اور ہر ایک دار کے لئے ایسے احکام بنائے ہیں جو اُسی سے مختص ہیں۔ انسان کو اس نے بدن و روح سے مرکب بنایا۔ اور دار الدنیا کے احکام بدنوں پر جاری کئے اور روحوں کو ان کے تابع بنایا۔ لہذا احکام شرع ظاہر حرکات لسان و جوارح پر مرتب کئے خواہ نفوس میں ان کے خلاف مضمر ہو۔ اور احکام برزخ روحوں پر جاری کئے اور بدنوں کو ان کے تابع بنایا۔ جس طرح احکام دُنیا میں روحیں بدنوں کے تابع ہیں۔ پس بدنوں کے الم سے ان کو الم اور بدنوں کی راحت سے ان کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ اور بدن ہی اسباب نعیم و عذاب کے مباشر ہیں اسی طرح برزخ کے نعیم و عذاب میں بدن روحوں کے تابع ہیں۔ اور روحیں مباشر عذاب و نعیم ہیں۔ پس دنیا میں بدن ظاہر اور روحیں پوشیدہ ہیں۔

اور بدن ان کے لئے قبروں کی مانند ہیں۔ مگر برزخ میں روحیں ظاہر اور بدن قبروں میں پوشیدہ ہیں۔ احکامِ برزخ روحوں پر جاری ہوتے ہیں۔ اور عذاب و نعیم ان کی وساطت سے بدنوں کی طرف سرایت کرتا ہے۔ جیسا کہ دنیا کے احکام بدنوں پر جاری ہوتے ہیں۔ اور عذاب و نعیم روحوں کی طرف سرایت کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے لطف و رحمت اور ہدایت سے دُنیا میں ہمیں اس کا ایک نمونہ دکھا دیا ہے وہ کیا؟ سونے والے کا حال۔ کیونکہ خواب میں انسان کو جو نعیم یا عذاب حاصل ہوتا ہے وہ اصل میں روح پر جاری ہوتا ہے۔ اور بدن اس کے تابع ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ ایسا قوی ہوتا ہے کہ اس کی تاثیر بدن پر مشاہدے میں آتی ہے۔ مثلاً سونے والا خواب میں دیکھتا ہے کہ اُسے مار پڑی ہے۔ وہ صبح کو اُٹھتا ہے۔ اور ضرب کا اثر اس کے جسم پر عیاں ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ خواب میں کھاتا ہے یا پیتا ہے۔ پھر جاگ اُٹھتا ہے۔ اور کھانے پینے کا اثر اپنے مُنہ میں پاتا ہے۔ اور اس سے بھوک اور پیاس دور ہو جاتی ہے۔ اس سے عجیب یہہ ہے کہ بعض دفعہ سونے والا اپنی نیند میں اُٹھتا ہے۔ کسی کو مارتا ہے۔ کسی کو پکڑتا ہے اور کسی کو ہٹاتا ہے گویا کہ وہ جاگنے والا ہے حالانکہ وہ سونے والا ہوتا ہے۔ اُسے مار وغیرہ میں سے کسی کا شعور نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہہ ہے کہ حکم چونکہ روح پر جاری ہے۔ اس لئے روح نے خارج سے بدن سے مدد لی۔ اگر وہ بدن میں داخل ہو جاتی۔ تو وہ جاگ اُٹھتا اور ان امور کا احساس کرتا۔ پس جس طرح سونے والے کی روح تکلیف یا راحت پاتی ہے۔ اور وہ بالتبع بدن کو پہنچتی ہے اسی طرح برزخ میں ہوتا ہے۔ بلکہ برزخ میں اس سے بڑھکر ہوتا ہے۔ کیونکہ برزخ میں روح کا تجرد زیادہ کامل اور زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور بدن سے بھی اس کا تعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ بدن سے اس کا تعلق بالکل منقطع نہیں ہوتا۔ جب حشر اجساد کا دن ہوگا اور لوگ قبروں سے اُٹھیں گے۔ تو حکم اور عذاب و نعیم روحوں اور بدنوں پر ظاہر اور بالاصالت ہوں گے۔ اگر اس بات کو کما حقہ

سمجھ لیا جائے۔ تو ظاہر ہو جائے گا کہ قبر کا عذاب یا نعیم اور اس کا کشادہ یا تنگ ہونا اور اس کا میت کو دبانا اور اس کا آگ کا گڑھا یا بہشت کا باغ ہونا جیسا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بالکل عقل کے مطابق اور حق ہے۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ جس کو اس کا تسلیم کرنا مشکل نظر آئے۔ اس کی وجہ اس کی سمجھ کا فتور اور علم کی کمی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہیں کتنے صحیح کو غلط کہنے والے ٭ سمجھ کے ہیں ناقص وہ خود ہی بچارے

اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ دو شخص ایک بستر پر سو رہے ہیں۔ ایک کی روح راحت میں ہوتی ہے وہ جاگ اُٹھتا ہے۔ تو راحت کا اثر اس کے بدن پر ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی روح عذاب میں ہوتی ہے۔ وہ جاگ اٹھتا ہے تو عذاب کا اثر اس کے بدن پر ہوتا ہے۔ مگر ایک کو دوسرے کے حال سے بالکل خبر نہیں ہوتی۔ برزخ کا حال اس سے عجیب ہے۔ (کتاب الروح لابن القیم۔ صفحہ ۱۰۱-۱۰۳)۔

جب مُردہ لحد میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ تو مٹی فرشتوں کو اس کے پاس آنے سے نہیں روک سکتی۔ بلکہ اگر پتھر کو کھود کر اس میں مردے کو رکھ دیا جائے اور رانگ سے بند کر دیا جائے۔ تو پھر بھی فرشتے اس کے پاس آنے سے نہیں رُک سکتے۔ کیونکہ یہ اجسام کثیف روحوں کے گزرنے کو نہیں روک سکتے۔ بلکہ جنوں کو نہیں روک سکتے۔ بلکہ اللہ پاک نے پتھر اور مٹی کو فرشتوں کے لئے ایسا بنایا ہے جیسا کہ ہوا پرندوں کے لئے ہے۔ اور قبر کا فراخ و کشادہ ہونا روح کے لئے بالذات ہے اور بدن کے لئے بالتبع ہے۔ لہذا بدن ایک ہاتھ سے تنگ لحد میں ہوتا ہے۔ حالانکہ روح کی تبعیت سے اس کے لئے قبر حد نگاہ تک کشادہ ہوتی ہے۔ رہا قبر کا دبانا یہاں تک کہ مُردوں کے بعض اجزاء شکستہ ہو جائیں۔ سو یہ حس و عقل و فطرۃ کے خلاف نہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی نے ایک مُردے کی قبر کھودی اور اُس کی پسلیوں کو بدستور پایا۔ تو یہ اس امر کا مانع نہیں کہ

دبانے کے بعد اس کی پسلیاں پہلی حالت پر آگئی ہوں - لہٰذا بیدینوں اور ملحدوں کے پاس تکذیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی دلیل نہیں (کتاب الروح- صفحہ ۱۰۱-۱۰۵)۔

قبر کی آگ اور سبزی دُنیا کی آگ اور سبزی نہیں کہ اسے وہ لوگ دیکھ لیں جو دُنیا کی آگ اور دنیا کی کھیتیوں کی سبزی کو دیکھ لیتے ہیں - بلکہ وہ تو آخرت کی آگ اور سبزی ہے - اور وہ آگ دنیا کی آگ سے تیز ہے - اس لئے اہل دنیا اُسے محسوس نہیں کرتے - اُسی آگ سے اللہ تعالےٰ اس مٹی اور پتھر کو جو مُردے کے نیچے اور اوپر ہوتی ہے اس کے لئے گرم کرتا ہے یہانتک کہ اس کی حرارت دنیا کی چنگاری سے تیز ہو جاتی ہے مگر اہل دنیا اگر اُسے مس کریں تو محسوس نہ کریں - بلکہ اس سے بھی عجیب یہ ہے کہ دو شخص جو پہلو بہ پہلو دفن کئے جاتے ہیں - ان میں سے ایک تو آگ کے گڑھے میں ہوتا ہے جس کی حرارت دوسرے کو نہیں پہنچتی - اور دوسرا ایک باغ بہشت میں ہوتا ہے جس کی آسائش وراحت اُس کے ہمسائے کو نہیں پہنچتی - اللہ تعالےٰ کی قدرت اس سے بھی وسیع و عجیب ہے - اس نے اس دنیا میں ہم کو اپنی قدرت کی نشانیوں میں سے وہ دکھائی ہیں جو اس سے بہت بڑھکر عجیب ہیں - مگر ان لوگوں کے سوا جنہیں خدا نے توفیق و عصمت عطا فرمائی ہے طبیعتیں اس امر کی تکذیب پر فریفتہ ہیں جو ان کے علم میں نہ ہو - کافر کے لئے آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں جن سے اس کی قبر اُس پر تنور کی طرح شعلہ زن ہوتی ہے - اللہ جب چاہتا ہے تو اپنے بندوں میں سے بعض کو اس پر مطلع کر دیتا ہے - اور دوسروں سے پوشیدہ رکھتا ہے - کیونکہ اگر سب کو اس پر آگاہ کر دے - تو حکمت تکلیف اور ایمان بالغیب جاتا رہے - اور لوگ دفن نہ کیا کریں جیسا کہ صحیح میں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - "اگر یہ[۱] بات نہ ہوتی کہ تم

---

[۱] یہ حدیث صحیح مسلم میں یوں ہے - عن زید بن ثابت قال بینما النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بغلۃ له ونحن معه اذ حادت به فکادت

دفن نہ کیا کرو گے۔ تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی عذاب قبر سے وہ سنادے جو میں سنتا ہوں۔" چونکہ بہائم کے حق میں یہہ حکمت نہیں پائی جاتی۔ اس لئے وہ اس عذاب کو سنتے اور محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے گزرے جسے قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ تو آپ کی خچر آپ کو لیکر بھاگی اور قریب تھا کہ آپ کو گرادے (کتاب الروح۔ صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)

اللہ تعالےٰ اس دُنیا میں ایسے امور پیدا کرتا ہے جو عالم برزخ سے بھی عجیب ہیں۔ دیکھئے حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک انسان کی شکل میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور آپ سے کلام کیا کرتے تھے جسے آپ سُن لیتے تھے۔ مگر آپ کے پاس بیٹھنے والے نہ اُسے دیکھتے اور نہ اس کا کلام سُنتے۔ یہی حال دیگر انبیاء کرام علےٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کا تھا۔ وحی کبھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر گھنٹی کی سی آواز میں نازل ہوتی۔ مگر آپ کے سوا حاضرین میں سے کوئی نہ سنتا۔ اسی طرح جن ہمارے درمیان اونچی آواز سے باتیں کرتے ہیں۔ نہ ہم ان کو دیکھتے ہیں اور نہ ان کی باتیں سنتے ہیں غزوات میں فرشتے کفار کو کوڑوں سے مارتے۔ ان کی گردنیں کاٹتے اور اُن پر نعرے مارتے تھے۔ مگر صحابہ کرام باوجود ساتھ ہونے کے نہ ان کو دیکھتے اور نہ ان کا کلام سُنتے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایسے بہت سے امور سے محجوب کر دیا ہے جو وہ دُنیا میں پیدا کرتا ہے اور جو اُن کے درمیان ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھا اور سُنا جاتے۔ مگر حاضرین نہ سنتے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کو جانتا ہے اور اُس کی

---

تلقیہ وإذا أقبر ستة أو خمسة أو أربعة فقال من يعرف أصحاب هذه الأقبر فقال رجل أنا قال فمتى مات هؤلاء قال ماتوا في الاشراك فقال إن هذه الأمة تبتلى في قبورها فلولا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع (صحيح مسلم۔ باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه وإثبات عذاب القبر)

قدرت کو پہچانتا ہے۔ وہ انکار نہیں کر سکتا کہ خدا ایسے حوادث پیدا کرتا ہے جو اپنی بعض خلقت کی نظر سے بنا بر حکمت و رحمت پوشیدہ رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے دیکھنے اور سننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ انسان کی بصر و سمع ایسی قوی نہیں کہ عذاب قبر کے مشاہدہ سے کے آگے ثابت رہ سکے۔ کتنے ہیں کہ جن کو اللہ تعالےٰ نے اس کا مشاہدہ کرا دیا۔ مگر وہ بیہوش ہو گئے۔ اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے۔ اور بعض کا تو دل کا پردہ پھٹ گیا اور مر گئے۔ پس اللہ تعالےٰ نے جو مکلفین اور مشاہدۂ عذاب قبر کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا ہے حتےٰ کہ اگر وہ دور کر دیا جائے تو آنکھ سے دیکھ لیں اس میں حکمت الٰہی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ دیگر اگر جب بندہ اس بات پر قادر ہے کہ پارے یا رائی کے دانے کو میت کی آنکھ یا سینے سے اٹھا لے اور پھر جلدی سے وہیں رکھ دے۔ تو فرشتہ ایسا کیوں نہیں کر سکتا۔ اور وہ قادر مطلق خدا کس لئے اس پر قادر نہیں۔ اور اس کی قدرت کس لئے اس سے عاجز ہے کہ پارے یا رائی کے دانے کو اس کی آنکھ میں یا سینے پر رہنے دے اور گرنے نہ دے۔ برزخ کو دنیا پر قیاس کرنا محض جہالت اور گمراہی ہے۔ اور اس اصدق الصادقین صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا اور رب العالمین کو عاجز جاننا پرلے درجے کی نادانی اور ظلم ہے۔ جب بندے کے لئے ممکن ہے کہ قبر کو طول و عرض و عمق میں دس گز یا سو گز یا زیادہ کشادہ کر دے اور اُسے لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ اور جیسے چاہے بنا دے۔ تو رب العالمین اس سے کیونکر عاجز ہو سکتا ہے کہ قبر کو جس کے لئے جتنا چاہے کشادہ کر دے۔ اور اُسے بنی آدم کی نظروں سے پوشیدہ رکھے کہ انہیں تنگ دکھائی دیتی ہو۔ حالانکہ وہ نہایت ہی کشادہ اور خوشبودار اور نورانی ہو اور وہ ان امور میں سے کچھ بھی نہ دیکھیں۔ اس مسئلے میں راز یہ ہے کہ یہ کشادگی و تنگی اور نورانیت و ظلمت وہ نہیں جو ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اللہ پاک نے بنی آدم کو دنیا میں وہی دکھایا ہے جو اس میں ہے اور اسی سے ہے مگر جو امر آخرت سے ہے اُس پر پردہ ڈال دیا ہے تاکہ اس پر ایمان لانا ان کی سعادت کا باعث ہو۔

جب وہ پردہ اُٹھا دیا جائے گا۔ تو پھر عیان و محسوس ہو جائے گا۔ اگر مردہ لوگوں کے درمیان رکھا جائے۔ تو یہ محال نہیں کہ دو فرشتے آکر اس سے سوال کریں اور حاضرین کو معلوم نہ ہو۔ اور میت ان کو جواب دے اور حاضرین نہ سنیں۔ اور وہ میت کو ماریں اور حاضرین کو ان کی ضرب نظر نہ آئے۔ دیکھئے ہم میں سے ایک شخص اپنے ساتھی کے پہلو میں سو رہا ہے۔ اور خواب میں ضرب و الم سہتا ہے جس کا اثر اس کے بدن تک پہنچتا ہے۔ مگر جاگنے والے کو اس کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ فرشتے جو زمین اور پتھر کو چیر کر قبر میں آ جاتے ہیں اسے بعید سمجھنا بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے زمین اور پتھر فرشتوں کے لئے ایسے بنائے ہیں جیسا کہ ہوا پرندوں کے لئے ہے۔ زمین اور پتھر اگر اجسام کثیفہ کو اپنے اندر داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ارواح لطیفہ کو بھی داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ نہایت ہی فاسد قیاس ہے۔ ایسے ہی قیاسات سے منکرین اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب کرتے ہیں۔ (کتاب الروح۔ صـ ۱۱۳-۱۱۵)

یہ امر محال نہیں کہ مصلوب و غریق و حریق کی طرف روحیں لوٹائی جائیں اور ہمیں ان کا علم نہ ہو۔ کیونکہ یہ غیر معہود اعادہ ایک اور ہی طرح کا ہوتا ہے۔ دیکھئے جو اشخاص بیہوش ہوں یا سکتہ کی حالت میں ہوں۔ اُن کی روحیں ان کے بدنوں میں ہوتی ہیں۔ مگر ہم کو زندہ معلوم نہیں ہوتے۔ جس مردے کے اجزاء پراگندہ ہو گئے ہوں۔ قادر مطلق خدا کے لئے محال نہیں کہ روح کو ان اجزاء سے باوجود تباعد و قرب کے اتصال بخشے۔ اور ان اجزاء میں ایک طرح کے الم و لذت کا شعور پیدا ہو جائے۔ جب اللہ تعالےٰ نے جمادات کو شعور و ادراک عطا کیا ہے۔ کہ جس سے وہ اپنے رب کی پاکی بولتے ہیں اور پتھر اس کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور پہاڑ اور درخت اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ اور کنکریاں اور پانی اور نباتات سب اس کی پاکی بولتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَإِن مِّن شَيْءٍ [1]

[1] ترجمہ۔ اور کوئی چیز نہیں جو نہیں بولتی خوبیاں اس کی۔ لیکن تم نہیں سمجھتے اُن کا بولنا۔ (بنی اسرائیل۔ ع ۵)۔ ۱۲

اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ ط۔ اگر تسبیح سے صرف یہی مراد ہوتی کہ سب چیزیں اپنے صانع پر دلالت کرتی ہیں۔ تو خدا یوں نہ فرماتا۔ "لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے"۔ کیونکہ ہر عاقل صانع پر ان کی دلالت کو سمجھتا ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا سَخَّرْنَا[1] الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ۔ اور صانع پر دلالت ان دو وقتوں سے خاص نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ یٰجِبَالُ[2] اَوِّبِیْ مَعَہٗ۔ اور دلالت صرف حضرت داؤد علےٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کی معیت سے خاص نہیں۔ اور جس نے کہا کہ تادیب کے معنے آواز کا لوٹنا (گونج) ہے وہ اللہ پر جھوٹ بولا۔ کیونکہ پہاڑوں میں ہر بولنے والے کی آواز سے گونج پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ اَلَمْ تَرَ[3] اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَکَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط۔ اور صانع پر دلالت بہت آدمیوں سے خاص نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ اَلَمْ تَرَ[4] اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ط کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ط یہ صلوۃ اور تسبیح حقیقی ہے جسے اللہ جانتا ہے۔ اگرچہ جھٹلانے والے جاہل لوگ اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے پتھروں کی نسبت خبر دی ہے کہ بعضے پتھر اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور

---

[1] ترجمہ۔ ہم نے تابع کئے پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح کو (ص۔ ع۲)

[2] ترجمہ۔ اے پہاڑو رجوع سے پڑھو اس کے ساتھ (سبا۔ ع۲)

[3] ترجمہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی (حج۔ ع۲)۔

[4] ترجمہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان و زمین میں اور اڑتے جانور پر کھولے۔ ہر ایک نے جان رکھی اپنی طرح کی بندگی اور یاد (نور۔ ع۶)

اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اس نے زمین و آسمان کی نسبت خبر دی ہے
کہ وہ اس کا کلام سُنتے ہیں۔ جب خدا نے ان دونوں سے خطاب کیا۔ تو انہوں
نے اُس خطاب کو سُنا اور اس کا جواب اچھا دیا۔ فَقَالَ[1] لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ط قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم طعام کی تسبیح سُنا کرتے تھے جس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا۔ اور اُنہوں نے
مسجد نبوی میں کھجور کے خشک تنے کی آواز سُن لی۔ پس جب اِن اجسام میں
احساس و شعور ہے۔ تو ان اجسام میں بطریق اولےٰ ہونا چاہیئے جن میں
روح اور حیات تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس دنیا میں اپنے بندوں کو اُس
بدن کی طرف حیات کاملہ کا اعادہ کر کے دکھا دیا جس سے روح جدا ہو گئی
تھی۔ پس اس نے کلام کیا۔ اور چلا۔ اور کھایا پیا۔ اور نکاح کیا اور اس سے
اولاد ہوئی۔ چنانچہ "وہ لوگ[2] جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے
موت کے ڈر سے۔ پھر کہا اللہ نے اُن کو مر جاؤ۔ پھر اُن کو زندہ کر دیا"
"یا جیسے[3] وہ شخص کہ گزرا ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا
کہاں جلاوے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے۔ پھر مار رکھا اس شخص کو اللہ نے
سو برس۔ پھر اُٹھایا اس کو۔ کہا تو کتنی دیر رہا۔ بولا میں رہا ایک دن یا دن سے
کچھ کم" اور جیسے بنی[4] اسرائیل کا قتیل۔ یا جیسے وہ لوگ جنہوں نے حضرت موسےٰ
علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا "ہم[5] یقین نہ کریں گے تیرا جب تک۔

---

[1] ترجمہ پھر کہا اُس کو اور زمین کو۔ آؤ دونوں خوشی سے یا زور سے۔ وہ بولے
ہم آئے خوشی سے (حٰمٓ سجدہ۔ ع ۲)

[2] دیکھو سورۂ بقرہ۔ ع ۳۲)۔

[3] دیکھو سورہ بقرہ۔ ع ۳۵)۔

[4] دیکھو سورۂ بقرہ۔ ع ۸)۔

[5] دیکھو سورۂ بقرہ ع ۶)۔

نہ دیکھیں اللہ کو سامنے"۔ پس اللہ نے ان کو مار دیا۔ پھر موت پیچھے ان کو اٹھایا۔ اور جیسے اصحاب[1] کہف اور جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کا چار پرندوں[2] کو زندہ کرنے کا قصہ۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے ان اجسام کی طرف جبکہ وہ موت سے ٹھنڈے ہو گئے تھے کامل حیات کا اعادہ فرمایا۔ تو اس کی قدرت کے لئے یہہ کیونکر محال ہو سکتا ہے کہ موت کے بعد بدنوں کی طرف ایک غیر مستقر حیات کا اعادہ کرے جس سے کہ وہ ان میں اپنے حکم کو پورا کرے۔ اور ان کو گویا کرے اور ان کے اعمال کے موافق عذاب یا راحت دے۔ اس سے انکار کرنا بے دلیل تکذیب و عناد و جحود ہے و باللہ التوفیق (کتاب الروح۔ ص ۱۱۵-۱۱۶)۔

بیان بالا سے اس اعتراض کا جواب بھی ظاہر ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں کافر کو ننانوے سانپ کاٹیں گے۔ مگر نظر کوئی نہیں آتا۔ پس اس قسم کے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلے میں بھی ہمیں بقول امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) تصدیق کرنی چاہئے کہ سانپ قبر میں موجود ہیں اور کافر کو کاٹ رہے ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ کیونکہ یہہ آنکھ امور ملکوتیہ کے مشاہدے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ صحابہ کرام باوجود نہ دیکھنے کے حضرت جبریلؑ کے نزول پر ایمان رکھتے تھے۔ اور ان کا ایمان تھا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اس فرشتے کو دیکھتے تھے۔ اگر تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے تو تمہیں چاہیئے کہ پہلے وحی اور فرشتوں پر اصل ایمان کو درست کرو کیونکہ یہہ زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر تم اس پر ایمان رکھتے ہو اور جائز سمجھتے ہو کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک شے کو دیکھ لیں جو امت کو نظر نہ آئے۔

---

[1] دیکھو سورۂ کہف ۱۲۔

[2] دیکھو سورۂ بقرہ۔ ع ۳۵)۔ ۱۲

تو پھر مُردے کی صورت میں اس امر کو جائز کیوں نہیں سمجھتے۔ جس طرح فرشتہ آدمیوں اور حیوانوں کے مشابہ نہیں۔ اسی طرح وہ سانپ جو قبر میں کافر کو کاٹتے ہیں اس دنیا کے سانپوں کی جنس سے نہیں۔ بلکہ وہ اور ہی جنس ہیں۔ اور اور ہی حس سے ان کا ادراک ہو سکتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر جزو اول۔ صلا)۔

# چوتھا باب

## برزخ کا عذاب و نعیم قرآن سے ثابت ہے

قبر کے عذاب و نعیم کو برزخ کا عذاب و نعیم بھی کہتے ہیں۔ اور اس سے مُراد وہ ہے جو موت اور آخرت کے مابین ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (اور ان کے پیچھے برزخ ہے جس دن تک اٹھائے جاویں)۔ یہہ عذاب و نعیم قرآن سے ثابت ہے جیساکہ آیات ذیل سے ظاہر ہے۔

(۱) وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ (انعام۔ ع ۱۱)۔

اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان۔ آج تم کو جزا ملے گی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹ باتیں۔ اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

یہ ظالموں سے موت کے وقت خطاب ہے اور فرشتے خبر دے رہے ہیں کہ آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اگر اس سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہوتا۔ تو الیوم تجزون (آج تم کو جزا ملے گی) صحیح نہ ہوتا۔

(۲) فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (مومن - ع۵)

پھر بچالیا موسیٰؑ کو اللہ نے برے داؤں سے جو کرتے تھے۔ اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب۔ آگ ہے کہ دکھا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام۔ اور جس دن اٹھے گی قیامت۔ داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔

یہاں برزخ اور قیامت ہر دو کے عذاب کا ذکر صریح موجود ہے۔ موضح القرآن میں ہے۔ یہ عالم قبر کا حال ہے۔ کافر کو اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ اور قیامت کو اس میں داخل ہوگا۔ اور مومن کو بہشت۔

(۳) فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (طور - ع۲)

سو تو چھوڑ دے ان کو جب تک ملیں اپنے دن سے کہ جس میں ان پر کڑاکا پڑے گا۔ جس دن کام نہ آوے گا ان کو ان کا داؤ کچھ اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔ اور ان گنہگاروں کو ایک عذاب ہے اس سے ورے لیکن وہ بہت لوگ نہیں جانتے۔

یہاں عذابا دون ذٰلک سے مراد عذاب برزخ ہے (دیکھو تفسیر درمنثور للسیوطی)

(۴) وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (سجدہ - ع۲)

اور البتہ چکھا دیں گے ہم ان کو ادنیٰ عذاب میں سے ورے اس بڑے عذاب سے کہ شاید وہ پھر آویں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حبر الامۃ اور ترجمان القرآن ہیں اس آیت

سے بوجہ دقت نظر عذاب قبر سمجھے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے دو عذابوں کی خبر دی ہے ادنےٰ اور اکبر۔ پھر بتایا ہے کہ ان کو ادنےٰ کا بعض چکھایا جائے گا تاکہ باز آئیں۔ پس معلوم ہوا کہ ادنےٰ میں سے بقیہ باقی ہے جو عذاب دنیا کے بعد ملے گا اور یہی عذاب برزخ ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے من العذاب الادنیٰ (ادنےٰ عذاب میں سے) فرمایا اور یوں نہ فرمایا ولنذیقنہم العذاب الادنیٰ (اور البتہ ہم چکھائیں گے اُن کو عذاب ادنےٰ) فتامل کتاب الروح ص ۱۲۳)۔

(۵) فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۝ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (واقعہ - ۶)

پھر کیوں نہیں جب وقت جاں پہنچے حلق کو اور تم اُس وقت دیکھتے ہو۔ اور ہم اس کے پاس ہیں تم سے زیادہ۔ پر تم نہیں دیکھتے۔ پھر کیوں نہیں اگر تم نہیں کسی کے حکم میں کیوں نہیں پھیر لیتے اُس کو اگر ہو تم سچے۔ سو جو اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا۔ اور جو اگر وہ ہوا دہنے والوں میں۔ تو سلامتی پہنچے تجھ کو دہنے والوں سے۔ اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں بہکوں میں۔ تو مہمانی ہے جلتا پانی اور داخل ہونا آگ میں بے شک یہ بات یہی ہے لائق یقین کے۔ سو بول پاکی اپنے رب بڑے کے نام سے۔

ان آیتوں میں موت کے بعد روحوں کے احکام مذکور ہیں۔ اور ان کی تین قسمیں ہیں۔ اس سورت کے شروع میں قیامت کے دن روحوں کے احکام مذکور ہو چکے

ہو چکے ہیں اور ان کی بھی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔

| | |
|---|---|
| (۶) یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (سورہ فجر) | اے جی چین پکڑنے پھر چل اپنے رب کی طرف۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر مل میرے بندوں میں اور داخل ہو میرے بہشت میں۔ |

اس امر میں اختلاف ہے کہ روح سے یہ خطاب کب ہوتا ہے یا ہوگا بعض کے نزدیک قیامت کے دن ہوگا۔ اور ایک گروہ کے نزدیک موت کے وقت ہوتا ہے ظاہر قول اخیر کا مؤید ہے۔ اور حدیث براء میں امام احمد کی روایت میں اسی کی تائید بدیں الفاظ ہے۔ ایتھا النفس الطیبۃ اخرجی الی مغفرۃ من اللہ و رضوان یعنی ملک الموت مومن کی روح سے کہتا ہے کہ اے پاک جان اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکل آ۔

| | |
|---|---|
| (۷) سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۝ (توبہ۔ ع ۱۳) | اُن کو ہم عذاب کریں گے دو بار پھر پھیرے جاویں گے بڑے عذاب میں۔ |

اس آیت میں دو بار کی تفسیر میں اختلاف ہے حضرت ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو بار عذاب یوں ہے کہ ایک بار دُنیا میں اور ایک بار قبر میں ہوگا۔ اور پھر عذاب عظیم یعنی عذاب دوزخ قیامت کو ہوگا۔ (تفسیر در منثور للسیوطی۔ جزء ثالث۔ صفحہ ۲۷۲)

| | |
|---|---|
| (۸) قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝ (مومن۔ ع ۲) | بولے اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا ہم کو دو بار۔ اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے۔ پھر اب بھی ہے نکلنے کو کوئی راہ۔ |

اس آیت کی تفسیر میں دو موتوں کی نسبت ایک قول یہ ہے کہ دوسری موت وہ ہے جو قبر میں منکر و نکیر کے سوال کے بعد ہوگی جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ مسائرہ میں علامہ

ابن الہمام نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

(۹) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ (طٰه - ۶)

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گزران تنگی کی اور لاویں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا۔

اس آیت میں تنگی کی گزران سے مراد عذاب قبر ہے جیساکہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے۔ (دیکھو در منثور۔ جزء رابع۔ صلا۳)

(۱۰) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ج وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ قف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ○ (ابراهيم - ع)

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو۔ اور کرتا ہے اللہ جو چاہے۔

حدیث براء بن عازب میں ہے کہ جب مومن کو قبر میں بٹھا کر فرشتے سوال کرتے ہیں۔ تو وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس کا شاہد اللہ تعالےٰ کا یہہ قول ہے۔ يثبت الله الذين امنوا الآيه (صحیح بخاری۔ جزء اول۔ باب ماجاء فی عذاب القبر)

موضح القرآن میں اس آیت پر یوں لکھا ہے۔ "قبر میں جو کوئی مضبوط بات کہے گا ٹھکانا نیک پاوے گا۔ اور جو بچلی بات کہے گا خراب ہوگا۔"

خلاصہ کلام یہہ کہ برزخ کا عذاب و نعیم قرآن سے ثابت ہے۔ اگر اس عذاب و نعیم کی تفصیل درکار ہو۔ تو احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جن میں سے بعض اس کتاب میں بھی نقل ہوئی ہیں ÷

# پانچواں باب

## برزخ کے عذاب و نعیم کا مورد اور کیفیت

شیخ الاسلام تقی الدین سبکی شافعی بحث طویل کے بعد بطور نتیجہ یوں تحریر فرماتے

ہیں۔ وقد عرف بهذا ان حياة جميع الموتیٰ بارواحهم واجسامهم فی قبورهم لا شك فيها واستمرار العذاب او التنعيم بعد المسئلة لا شك فيه ايضًا لما سبق وكون ذٰلك فيما بعد وقت المسئلة للروح فقط او لها مع الجسم مما يتوقف على السمع (شفاء السقام۔ باب تاسع۔ فصل ثالث)

ترجمہ اس سے معلوم ہوا کہ تمام مُردوں کی حیات اپنی قبروں میں روحوں اور جسموں کے ساتھ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور سوالِ منکر ونکیر کے بعد اس عذاب یا نعیم کے دائمی ہونے میں بھی کوئی شک نہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہوا۔ اور آیا وہ عذاب یا نعیم سوال کے بعد فقط روح کے لئے ہے یا روح اور جسم دونوں کے لئے ہے۔ یہ دلیل سمعی یعنی نقلی پر موقوف ہے۔ انتہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی اس مسئلے میں چند اقوال شاذہ وباطلہ ذکر کر کے یوں لکھتے ہیں

فاذا عرفت هٰذه الاقوال الباطلة فلتعلم ان مذهب سلف الامة و ائمتها ان الميت اذا مات يكون فی نعيم او عذاب وان ذٰلك يحصل لروحه و بدنه وان الروح تبقى بعد مفارقة البدن منعمة او معذبة وانها تتصل بالبدن احيانا ويحصل له معها النعيم او العذاب ثم اذا كان يوم القيامة الكبرى اعيدت الارواح الى الاجساد وقاموا من قبورهم لرب العالمين (كتاب الروح۔ صفحہ ۵۲۔۵۳) ترجمہ۔ جب تو نے یہ اقوال باطلہ پہچان لئے۔ تو تجھے جاننا چاہیئے کہ سلف امت وائمہ امت کا مذہب یہ ہے کہ آدمی جب مر جاتا ہے۔ تو نعیم یا عذاب میں ہوتا ہے اور یہ اس کی روح اور بدن دونوں کو پہنچتا ہے۔ اور روح بدن سے جدا ہونے کے بعد نعیم یا عذاب میں رہتی ہے۔ اور کبھی بدن سے نزدیک ہو جاتی ہے۔ اور بدن کو اس کے ساتھ نعیم یا عذاب پہنچتا ہے۔ پھر جب قیامت کبرےٰ کا دن ہوگا۔ تو روحیں بدنوں میں پھر ڈالی جائیں گی۔ اور وہ رب العالمین کے آگے اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے انتہے

علامہ ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں۔ وبعد اتفاق اهل الحق

علی اعادة قدر مایدرک بہ من الحیاة تردّد کثیر من الاشاعرة و الحنفیة فی اعادة الرّوح فمنعوا تلازم الرّوح والحیاة الّا فی العادة ومن الحنفیة القائلین بالمعاد الجسمانی من قال بانّہ توضع فیہ الرّوح و قول من قال اذا صار ترابا یکون روحہ متصلا بترابہ فیتألم الرّوح والتّراب جمیعًا یحتمل قولہ بتجرد الرّوح وجسمانیتھا وقد ذکرنا ان منھم کالماتریدی واتباعہ من یقول بتجردھا لکنہ نقل اثرا انہ قیل یارسول اللہ کیف یوجع اللحم فی القبر ولم یکن فیہ روح فقال کما یوجع سنک وان لم یکن فیہ الرّوح قال فاخبر انّ السّن یوجع لانہ متصل باللحم وان لم یکن فیہ الرّوح فکذا بعد الموت لما کان روحہ متصلا بجسدہ یتوجع الجسد ولا یخفی انّ مرادہ بالتّراب اجزاؤہ الصغار ومنھم من اوجب التصدیق بذلک ومنع من الاشتغال بالکیفیة بل التفویض الی الخالق عزّ وجلّ (کتاب المسائرة فی العقائد المنجیة فی الآخرة - الرکن الرابع - الاصل الثانی والثالث سؤال منکر ونکیر و عذاب القبر ونعیم) - ترجمہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر میں میت میں اس قدر حیات ڈال دی جاتی ہے کہ جس سے وہ دکھ سکھ کا ادراک کرسکے۔ مگر اس امر میں بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ متردد ہیں کہ روح بھی مُردے میں ڈالی جاتی ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ روح اور حیات میں بجز عادت[1] کے تلازم نہیں۔

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل کی رو سے روح و حیات میں تلازم نہیں۔ یعنی حیات کے تحقق کے لئے روح کا ہونا شرط نہیں۔ ہاں اللہ تعالٰے نے عادت جاری کردی ہے کہ جب بدن سے روح کا تعلق ہو جاتا ہے تو وہ بدن میں حیات پیدا کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس گروہ کے نزدیک قبر میں روح کا اعادہ نہیں ہوتا بلکہ بدن میں بطور خارق عادت حیات پیدا ہو جاتی ہے

اور جو حنفیہ[1] معاد جسمانی کے قائل ہیں ان میں سے بعضے کہتے ہیں کہ میت میں روح ڈالی جاتی ہے۔ مگر جو شخص کہتا ہے کہ میت جب مٹی ہو جاتی ہے۔ تو اس کی روح اس کی مٹی سے متصل ہوتی ہے لہذا روح اور مٹی دونوں دُکھ پاتے ہیں۔ اُس کا یہہ قول احتمال رکھتا ہے کہ وہ روح کے تجرد[2] کا قائل ہو اور یہہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ وہ روح کی جسمانیت کا قائل ہو۔۔ اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حنفیہ میں سے بعضے مثلاً امام ابو منصور ماتریدی (متوفی ۳۳۲ھ) اور ان کے اتباع روح کے تجرد کے قائل ہیں۔ لیکن امام ماتریدی نے ایک حدیث[3] نقل کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ قبر میں گوشت کیونکر دکھ پاتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا۔ جس طرح تیرا دانت درد کرتا ہے اگرچہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ امام موصوف نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] یہہ وہ ہیں جن کے نزدیک روح ایک جسم ہے جیسا کہ پہلے باب میں مفصل بیان ہوا ۱۲ +

[2] روح کے جوہر مجرد ہونے سے یہہ مراد ہے کہ روح جسم نہیں۔ اور نہ جسم میں حلول کرنے والی قوت ہے۔ بلکہ بدن سے اس کا تعلق تدبیر و تصرف کا تعلق ہے جیسا کہ بادشاہ اپنے ملک میں تدبیر و تصرف کرتا ہے اور اس میں حلول کرنے والا نہیں ہوتا ۱۲ +

[3] شیخ کمال بن ابی شریف شافعی (متوفی ۹۰۵ھ) نے اس حدیث کی نسبت لکھا ہے کہ اس کے موضوع ہونے کے نشان ظاہر ہیں (کتاب المسامرۃ بشرح المسایرۃ۔ صـ ۲۳۲) مگر علامہ ابن الہمام اور علامہ زین الدین قاسم حنفی نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی۔ اور علامہ ابو المعین نسفی نے بحر الکلام میں اس سے استدلال کیا ہے (کتاب الجواہرۃ المنیفہ فی شرح وصیۃ الامام الاعظم ابی حنیفہ للامام ملا حسین بن اسکندر الحنفی۔ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن۔ صـ ۲۲) ۔ لہذا ابن ابی شریف کا اسے بلا وجہ موضوع خیال کرنا قابل جرح اور غیر مقبول ہے فافہم ۱۲

نے فرما دیا کہ دانت میں درد ہوتا ہے اس لئے کہ وہ گوشت سے متصل ہے۔ اگرچہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کے بعد چونکہ مُردے کی روح اس کے بدن سے متصل ہوتی ہے۔ اس کے جسم کو الم پہنچتا ہے (اگرچہ اس میں روح نہیں ہوتی)، اور پوشیدہ نہ رہے کہ مٹی سے مُراد جسم کے چھوٹے چھوٹے اجزاء ہیں۔ اور حنفیہ میں سے بعضے کہتے ہیں کہ قبر کے عذاب و نعیم کی تصدیق واجب ہے۔ مگر اس میں مشغول نہ ہونا چاہیئے کہ اعادہُ روح اور عذاب و نعیم کا ادراک کیونکر ہوتا ہے۔ بلکہ اس کیفیت کا علم خالق عزوجل کے حوالہ کرنا چاہیئے انتہے۔ علامہ ابن الہمام کے قول یقول بتجردھا (روح کے تجرد کے قائل ہیں) پر علامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ) نے یہہ حاشیہ لکھا ہے۔ قلت الذی تقدم عن الماتریدی فی الروح الثابتۃ حالۃ الحیاۃ واما بعد الموت فلا یختص القول بتجردھا بالماتریدی قال الامام القونوی وارواح الکفار متصلۃ باجسادھا فتعذب ارواحھا فیتألم ذٰلک الجسد کالشمس فی السماء ونورھا فی الارض واما ارواح المومنین فی علیین ونورھا متصل بالجسد ویجوز مثل ذٰلک الاتری ان الشمس فی السماء ونورھا فی الارض وکذٰلک النائم تخرج روحہ ومع ذٰلک یتألم اذا کان بہ الم ویصیب بہ راحۃ حتی یسمع منہ الضحک فی المنام یدل علیہ قولہ تعالٰے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا کذا ذکرہ الشیخ ابو المعین النسفی فی اصولہ (کتاب المسامرۃ بشرح المسایرۃ وعلی المسایرۃ ایضاً حاشیۃ للشیخ زین الدین قاسم الحنفی۔ مطبوعہ مصر صـ۲۳۲) ترجمہ میں کہتا ہوں۔ امام ماتریدی کا قول جو پہلے گزرا وہ اس روح کی نسبت تھا جو حیات کی حالت میں ثابت ہو۔ مگر موت کے بعد روح کے تجرد کا قائل ہونا امام ماتریدی سے خاص نہیں۔ امام قونوی (متوفی ۶۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ کافروں کی روحیں ان کے جسموں

سے متصل ہوتی ہیں۔ پس روحوں کے عذاب سے ان کے جسم دکھ پاتے ہیں جیسا کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہے۔ اور مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں۔ اور ان کا نور ان کے جسم سے متصل ہے۔ اور اس طرح کا ہونا جائز ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہے۔ اور اسی طرح سونے والے کا حال ہے کہ اس کی روح نکل جاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے روح کے دکھ سے وہ دکھ پاتا ہے۔ اور (روح کی راحت سے) اس کو راحت پہنچتی ہے یہانتک کہ خواب میں اس کی ہنسی سُنی جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا الآیہ۔ شیخ ابوالمعین میمون بن محمد نسفی حنفی (متوفی ۵۰۸ھ) نے اس کو اپنی کتاب اصول (بحرالکلام) میں اسی طرح ذکر کیا ہے انتہے۔

بیان بالا سے ایک قابل غور امر جو ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ حنفیہ ماتریدیہ کے نزدیک میت کی روح کو بدن سے یا بدن کے اجزاء باقیہ سے اتصال و تعلق رہتا ہے۔ اس لئے برزخ کے عذاب و نعیم میں دونوں شریک رہتے ہیں احادیث میں بھی اسی کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن عمرو بن العاص قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحۃ ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا ارجع بہ رسل ربی رواہ مسلم (کتاب الجنائز۔ باب دفن المیت۔ فصل ثالث)۔ ترجمہ۔ حضرت عمرو بن العاص نے نزع کی حالت میں اپنے بیٹے سے کہا جس وقت میں مرجاؤں۔ کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے ساتھ نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کرو۔ تو مجھ پر نرمی سے تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالنا۔ پھر میری قبر کے گرد اتنا ٹھہرنا کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا

جانتا ہے تاکہ میں تم سے آرام پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ انتہے۔ نرمی و سہولت سے خاک ڈالنے کی وصیت اسواسطے فرمائی کہ میت کو اس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے جس سے زندہ کو پہنچتی ہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ پس بہ نرمی و بسہولت بیندازید بر من خاک را یعنی اندک اندک اندازید و ایں اشارت است بانکہ میت احساس مے کند و دردناک مے شود بآنچہ دردناک مے شود باں زندہ انتہے۔ مشکوۃ ہی میں ہے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا رواہ مالک وابوداؤد وابن ماجۃ (باب دفن المیت)۔ ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردے کی ہڈی توڑنا اس کی حالت حیات میں ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔ اس کو امام مالک اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے انتہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ جس چیز سے دکھ سکھ پاتا ہے اسی سے مُردہ بھی الم و راحت پاتا ہے اشعۃ اللمعات میں اس کے تحت میں یوں لکھا ہے۔ ابن عبد البر (مالکی) گفتہ است کہ ازینجا مستفاد مے گردد کہ میت متالم مے گردد بجمیع آنچہ متالم مے گردد بداں حی و لازم ایں است کہ متلذذ گردد بتمام آنچہ متلذذ مے شود بداں زندہ انتہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبۃ عن محمد بن عبد الرحمن الانصاری قال قالت لی عمرۃ اعطنی قطعۃ من ارضک ادفن فیہا فانی سمعت عائشۃ تقول کسر عظم المیت مثل کسر عظم الحی قال محمد وکان مولی من اھل المدینۃ یحدثہ عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم (جزء سادس۔ صنا) ترجمہ۔ حدیث کی ہم کو عبد اللہ نے کہ حدیث کی مجھ کو میرے باپ نے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن جعفر نے۔ کہا کہ حدیث کی ہم کو شعبہ نے

محمد بن عبدالرحمن سے کہ کہا محمد نے۔ مجھ سے حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے اپنی زمین میں سے ایک ٹکڑا دو کہ میں اس میں دفن کی جاؤں۔ کیونکہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہہ کہتے سنا ہے کہ مُردے کی ہڈی توڑنا زندے کی ہڈی توڑنے کی مثل ہے۔ کہا محمد نے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آزاد کردہ غلام اس کو روایت کرتا تھا حضرت عائشہ رضی سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہے۔ حضرت عمرہ کا ایک قطعہ زمین اپنے دفن ہونے کے لئے مانگنا اس وجہ سے تھا کہ اگر کسی کی مملوکہ زمین میں دفن ہو جائیں۔ تو شاید مالک ان کی لاش کو نکال دے اور اس طرح انہیں تکلیف پہنچے۔ مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن عمرو بن حزم قال رأنی النبي صلے الله عليه وسلم متكئا على قبر فقال لا توذ صاحب هذا القبر او لا توذه رواه احمد (باب دفن المیت)۔ ترجمہ حضرت عمرو بن حزم فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر تکیہ لگائے دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس قبر والے کو اذیت نہ دے یا فرمایا اس کو اذیت نہ دے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے انتہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت و استخفاف را بوے واللہ اعلم انتہے۔ فتاوے قاضیخاں (متوفی ۵۹۲ھ) میں ہے۔ یکره قلع الحطب والحشیش من المقبرة فان كان يابسا لا باس به لانه ما دام رطبا يسبح فيؤنس المیت۔ یعنی مقبرے سے ایندھن اور گھاس کا اکھاڑنا مکروہ ہے۔ اگر خشک ہو۔ تو کچھ ڈر نہیں کیونکہ جب تک وہ سبز و تازہ رہتی ہے۔ وہ تسبیح پڑھتی ہے پس میت کو اُنس۔ آرام دیتی ہے انتہے۔

# چھٹا باب

## برزخ میں روح کا مقام

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ برزخ میں روحوں کے مقام مختلف ہوتے ہیں۔
(۱) بعض روحیں اعلے علیین میں ملأ اعلے میں ہیں۔ اور وہ انبیاء کی روحیں ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ اور ان کے منازل متفاوت ہیں جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اُن کو دیکھا۔
(۲) بعض روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں جو بہشت میں چرتے ہیں جہاں چاہتے ہیں۔ اور یہہ بعض شہیدوں کی روحیں ہیں۔ سب شہیدوں کی نہیں کیونکہ شہیدوں میں ایسے بھی ہیں جن کی روحیں قرض وغیرہ کے سبب جنت میں داخل ہونے سے روکی جاتی ہیں۔ چنانچہ مسند میں محمد بن عبداللہ بن جحش سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر میں خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملے گا۔ حضور نے فرمایا۔ بہشت۔ جب وہ شخص واپس آنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مگر کسی کا قرض اس کے ذمہ نہ ہو۔ مجھے ابھی حضرت جبرئیلؑ نے یہہ آہستہ بتایا ہے۔ (۳) بعض بہشت کے دروازے پر روکی جاتی ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ میں نے تمہارے صاحب کو بہشت کے دروازے پر محبوس پایا۔ (۴) بعض قبر میں محبوس ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ شخص جس نے مالِ غنیمت میں سے ایک چادر چھپالی تھی۔ اس کی نسبت حضور اقدس صلے اللہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چادر قبر میں اس پر شعلہ زن ہوگی۔ (۵) بعض روحوں کا مقام بہشت کا دروازہ ہے۔ چنانچہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ شہید بہشت کے

دروازے میں ایک نہر کے کنارے پر سبز قبہ میں ہوں گے۔ ان کو صبح و شام بہشت سے رزق ملے گا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اور یہ بخلاف حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ہاتھوں کے بجائے دو بازو عطا کئے ہیں جن سے وہ بہشت میں جہاں چاہیں اُڑتے ہیں۔

(۶) بعض روحیں زمین میں محبوس ہوتی ہیں اور ملاءِ اعلےٰ میں نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ وہ سفلی ارضی ہیں جو ارواح سماویہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ المرء مع من احب (انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جسے وہ دوست رکھے)

(۷) بعض روحیں زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کے تنور میں ہوتی ہیں۔ اور بعض خون کی نہر میں تیرتی ہیں اور پتھر نگلتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ روحیں نیک ہوں یا بد ان کے مقام مختلف ہیں۔ بلکہ ایک روح تو اعلےٰ علیین میں ہے۔ اور ایک ارضی سفلی ہے کہ زمین سے اوپر نہیں چڑھتی۔ مگر بااینہمہ ہر روح کا تعلق اپنے جسم سے رہتا ہے۔ (کتاب الروح۔ صفحہ ۱۸۶-۱۸۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے کہ مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں۔ اور کافروں کی روحیں سجین میں ہیں۔ اور ہر روح کو اپنے بدن سے اتصال معنوی ہے جو حیات دنیوی کے اتصال کے مشابہ نہیں۔ بلکہ اس اتصال معنوی کو سب سے زیادہ مشابہت سونے والے کے حال سے ہے۔ اگرچہ یہ اتصال سونے والے کے اتصال سے بڑھکر ہے۔ ہمارے اس قول سے تطبیق ہو جاتی ہے اُس میں جو آیا ہے کہ روحیں علیین یا سجین میں ہیں اور اُس میں جو ابن عبد البر (متوفی ۴۶۳ھ) نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ روحیں اپنی قبروں کے گرداگرد ہوتی ہیں۔ بااینہمہ روحوں کو تصرف کی اجازت ہے حالانکہ وہ علیین یا سجین میں اپنے محل میں پناہ گزین ہوتی ہیں۔ اور جب میت ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کیجائے۔ تو اتصال مذکور بدستور قائم رہتا ہے۔ اسی طرح اگر اجزائے میت متفرق ہو جائیں۔ تو وہ اتصال اُسی

طرح قائم رہتا ہے انتہٰی۔ (شرح الصدور للسیوطی۔ صہ ۹۶)

امام ابو المعین نسفی حنفی بحر الکلام میں لکھتے ہیں کہ روحوں کی چار[1] قسمیں ہیں۔ انبیاءٔ کی روحیں اپنے بدنوں سے نکلتی ہیں۔ اور ان کی صورت کی مثل کستوری و کافور کی شکل ہو جاتی ہے۔ اور جنت میں کھاتی پیتی ہیں۔ اور راحت میں ہوتی ہیں۔ اور رات کو عرش سے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ اور شہیدوں کی روحیں بدنوں سے نکلتی ہیں۔ اور جنت میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ کھاتی پیتی ہیں اور راحت میں ہوتی ہیں۔ اور رات کو عرش سے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔ اور فرمانبردار مومنوں کی روحیں بہشت کی بیرونی دیوار میں رہتی ہیں نہ کھاتی ہیں نہ متمتع ہوتی ہیں۔ مگر بہشت کی طرف دیکھتی ہیں۔ اور گنہگار مومنوں کی روحیں زمین و آسمان کے درمیان ہوا میں ہوتی ہیں۔ رہے کفار۔ سو انکی روحیں ساتویں زمین کے نیچے سجین میں سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں۔ اور وہ اپنے جسموں سے متصل ہوتی ہیں۔ پس روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اور اس سے بدن الم اٹھاتے ہیں جیسا کہ سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے انتہٰی۔ (شرح الصدور۔ صہ ۹۸)

# ساتواں باب

## موتٰے کا سماع اور کلام

مُردوں کو زندوں کی زیارت کا علم ہوتا ہے۔ وہ زندوں کا سلام و کلام سُنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ وہ زندوں کے اعمال و احوال سے واقف ہوتے ہیں۔

---

[1] امام قونوی نے بھی یہی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ دیکھو حاشیہ الشیخ زین الدین قاسم الحنفی علی المسایرۃ للعلامۃ الکمال ابن الہمام۔ صہ ۲۳۱۔

چنانچہ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے - ھل تعرف الاموات بزیارۃ الاحیاء
وسلامھم ام لا - یعنی کیا مردے زندوں کی زیارت وسلام کو پہچانتے ہیں یا نہیں؟
علامہ موصوف نے جو اس سوال کا جواب دیا ہے - اس کا خلاصہ اُردو میں یہہ ہے
حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہہ امر ثابت ہے کہ آپ نے
فرمایا - ما من مسلم یمر علی قبر اخیہ کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم
علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام (جو مسلمان اپنے
بھائی کی قبر سے گذرتا ہے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اُسے سلام کہتا ہے
تو اللہ اس پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے یہانتک کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے)
پس یہ نص ہے کہ صاحب قبر سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اسے سلام کا
جواب دیتا ہے - اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کئی طرح سے یہہ روایت ہے
کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بدر کے مقتولین کوئیں میں ڈال دئے
گئے - پھر آپ تشریف لائے یہانتک کہ ان کے پاس کھڑے ہوئے - اور اُن کو
ان کے ناموں سے یوں پکارا - اے فلاں بیٹے فلاں کے - اے فلاں بیٹے فلاں کے

---

ع ۱ حافظ ابن عبد البر (متوفی ۴۶۳ھ) نے اس حدیث کو استذکار اور تمہید میں بروایت ابن
عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے - اور حافظ ابو محمد عبد الحق الاشبیلی (متوفی ۵۸۲ھ) نے اسے احکام
صغریٰ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا اسناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح ہے - (شرح
الصدور للسیوطی - ص۸۴ اور وفاء الوفا جز ثانی ص۴۰۴) - اور علامہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) نے رسالہ
زیارۃ القبور میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے - اور علامہ سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ) نے وفاء الوفا
(جزو ثانی - ص۴۰۴) میں اس سے استدلال کیا ہے - اور پھر لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم
میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ابن عبد الہادی نے نقل کیا ہے کہ جب کوئی مسلمان شہداء اور مومنین کی قبروں
کی زیارت کرے اور ان کو سلام کہے تو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں
اور شیخ ابن حجر مکی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ) نے جوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم
ص۳۳ میں اسے صحیح کہا ہے ۱۲ ؟

کیا تم نے سچ پایا اُسے جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے تو جو کچھ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا سچ پایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ان لوگوں سے کیا خطاب فرماتے ہیں جو مردار ہو گئے۔ حضور نے فرمایا۔ والذی بعثنی بالحق ما انتم باسمع لما اقول منہم ولکنہم لایستطیعون جوابا (قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا کہ تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سنتے جو کچھ میں کہتا ہوں۔ لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے[1])۔ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جس وقت جنازے کے ہمراہی لوگ واپس آتے ہیں تو مُردہ[2] ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لئے یہہ طریق مقرر فرمایا ہے کہ اہل قبور کو یوں سلام کہا کرو۔ السلام[3] علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین (سلام تم پر اے گھروالو مومنو اور مسلمانو)۔ اور یہہ خطاب ہے اُس کو جو سنتا ہو اور عقل رکھتا ہو۔ ورنہ یہہ معدوم شے اور جماد (اینٹ پتھر وغیرہ) کے خطاب کی مانند ہو گا۔ اور سلف کا اس بات پر اجماع ہے اور ان سے متواتر آئے ہیں کہ مُردہ زندے کی زیارت کو پہچانتا ہے۔ اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ ابن الدنیا (متوفی ۲۸۲ھ) نے کتاب القبور (باب معرفۃ الموتی بزیارۃ الاحیاء)

---

[1] یعنی وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے جس کو تم سن سکو ۱۲ +

[2] عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ حدثہم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ وانہ لیسمع قرع نعالہم اتاہ ملکان الحدیث (صحیح بخاری - باب ماجاء فی عذاب القبر)

[3] حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو تعلیم فرماتے تھے کہ جب تم مقبروں کی طرف نکلو۔ تو یوں کہا کرو۔ السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ - باب زیارۃ القبور) ۱۲ +

میں لکھا ہے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن عون نے کہ حدیث کی ہم کو یحیےٰ بن یمان نے عبداللہ بن سمعان سے اس نے زید بن اسلم سے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما من رجل یزور قبر اخیہ ویجلس عندہ الا استانس بہ ورد علیہ حتی یقوم (جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے۔ وہ اس سے آرام پاتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے یہانتک کہ وہ اُٹھتا ہے)۔ اور کتاب القبور ہی میں ہے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن قدامہ جوہری نے کہ حدیث کی ہم کو معن بن عیسے قزاز نے کہ خبر دی ہم کو ہشام بن سعد نے کہ حدیث کی ہم کو زید بن اسلم نے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔[2]
اذا مر الرجل بقبر اخیہ یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام (جب آدمی اپنے بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جسے وہ پہچانتا تھا اور اُسے سلام کہتا ہے۔ تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان لیتا ہے۔ اور جب ایسی قبر سے گزرتا ہے کہ جس کے صاحب کو وہ نہ پہچانتا تھا اور اسے سلام کہتا ہے۔ تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے)۔ اور کتاب مذکور ہی میں ہے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن الحسین نے کہ حدیث کی مجھ کو بکر بن محمد نے کہ حدیث کی ہم کو حسن قصاب نے کہ میں ہفتہ کے دن ہر صبح محمد بن واسع کے ساتھ جایا کرتا تھا یہانتک کہ ہم گورستان میں آتے اور قبروں کے پاس ٹھیر جاتے۔ اور ان کو سلام کہتے اور ان کے لئے دعا مانگتے۔ پھر لوٹ آتے۔ ایک دن میں نے کہا۔ اگر آپ

---

[1] ابن ابی الدنیا کے علاوہ حافظ عبدالحق اشبیلی نے کتاب العاقبۃ (وفاء الوفا للعلامۃ السمہودی۔ جزء ثانی صـ ) میں اور علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے شرح الصدور میں اس سے استدلال کیا ہے۔ ۱۲

[2] اس حدیث کو امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے بھی شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ (شرح الصدور۔ صـ) ۱۲

اس دن کے بجائے روز شنبہ مقرر کردیں - تو اچھا ہوگا - اس پر محمد بن واسع نے فرمایا - مجھے یہہ خبر ملی ہے کہ مردے جمعہ کے دن اور اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد زیارت

---

ملہ اس سے یہہ مراد نہیں کہ ان تین دنوں کے سوا اور دن بالکل نہیں پہچانتے - بلکہ اس سے مطلب یہہ ہے کہ اور دنوں کی نسبت ان تین دنوں میں زیادہ پہچانتے ہیں - چنانچہ ابن قیم نے اپنی کتاب زاد المعاد (جزء اول - صـ۱۱۵) میں خصائص جمعہ میں یوں لکھا ہے - الحادیۃ والثلاثون ان الموتیٰ تدنوا ارواحهم من قبورهم وتوافیها فی یوم الجمعۃ فیعرفون زوارهم ومن یمر بهم ویسلم علیهم ویلقاهم فی ذٰلک الیوم اکثر من معرفتهم بهم فی غیره من الایام - ترجمہ - اکتیسویں خاصیت یہہ ہے کہ جمعہ کے دن مُردوں کی روحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہوتی ہیں اور قبروں کے پاس آتی ہیں - پس مُردے زیارت کرنے والوں اور گزرنے والوں اور سلام کرنے والوں اور ملاقات کرنے والوں کو اور دنوں کی نسبت اس دن زیادہ پہچانتے ہیں - انتہٰی - اور زاد المعاد (جزء اول - صـ۱۱۶) ہی میں ہے - وذکر عن سفیان الثوری قال بلغنی عن الضحاک انه قال من زار قبرا یوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت بزیارته فقیل له کیف ذٰلک قال لمکان یوم الجمعۃ - ترجمہ - اور حضرت سفیان ثوری سے مذکور ہے کہ مجھے ضحاک سے یہہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص شنبہ (ہفتہ) کے دن آفتاب نکلنے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرے - تو مُردے کو اس کی زیارت کا علم ہو جاتا ہے - حضرت ضحاک سے پوچھا گیا کہ یہہ کیوں - فرمایا - کہ یوم جمعہ کے شرف کے سبب انتہٰی - شیخ ابن حجر مکی شہدائے اُحد کی زیارت کے لئے یوں فرماتے ہیں - والافضل ان یکون ذٰلک یوم الخمیس لان الموتیٰ یعلمون ای یزید علمهم لا دلۃ علی دوام علمهم بزوارهم یوم الجمعۃ ویوما قبله ویوما بعده کما نقله فی الاحیاء عن محمد بن واسع انه بلغه ذٰلک (الجوهر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی الکریم - صـ۹۲) ترجمہ افضل یہہ ہے کہ زیارت پنجشنبہ کو ہو کیونکہ مردے پہچانتے ہیں یعنی زیادہ پہچانتے ہیں (یہ معنی اس لئے کئے کہ اُن کے علم کے دوام پر دلیلیں موجود ہیں) اپنے زیارت کرنے والوں کو جمعہ کے دن اور اس سے ایک دن آگے اور ایک دن پیچھے جیسا کہ احیاء العلوم میں محمد بن واسع سے نقل کیا ہے کہ اُس کو یہ خبر ملی ہے انتہٰی - پس معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن روحوں کے قرب کے سبب مردوں کو سب دنوں سے

کرنے والوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اور ابن ابی الدنیا نے کہا کہ حدیث کی ہم کو خالد بن خداش نے کہ حدیث کی ہم کو جعفر بن سلیمان نے ابو التیاح سے کہ مُطَرِّف بادیہ نشین تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا۔ تو (نماز جمعہ سے واپس آتے ہیں) اندھیرا ہو جاتا۔ جعفر بن سلیمان نے کہا کہ میں نے ابو التیاح کو سنا کہ کہتا تھا۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ مطرف کے لئے ان کے کوڑے میں نور پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ پس آپ ایک رات آئے یہانتک کہ جب مقبروں کے پاس پہنچے۔ تو اونگھ سے آپ کا سر ہل گیا اور آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ پس آپ نے اہل قبور میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی قبر پر بیٹھے دیکھا۔ وہ بولے کہ یہ مطرف ہے جو جمعہ کو آیا کرتا ہے۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے پوچھا۔ کیا تمہیں جمعہ کا علم ہو جاتا ہے۔ وہ بولے۔ ہاں۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ جمعہ کے دن پرندے کیا کہتے ہیں

زیادہ پہچان ہوتی ہے۔ اور جمعہ کے شرف کے سبب اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن پیچھے باقی ایام سے زیادہ معرفت حاصل ہوتی ہے ۱۲ +

علہ حضرت مطرف بن عبد اللہ حرشی عامری بصری تابعین میں سے ہیں۔ آپ بڑے پرہیزگار اور ثقہ تھے۔ آپ کی روایت سے تمام صحاح ستہ میں حدیثیں موجود ہیں۔ آپ کا وصال حجاج بن یوسف کے عہد میں ۸۶ھ کے بعد ہوا۔ آپ کے مناقب بکثرت ہیں۔ طبقات ابن سعد (جزء سابع۔ ص۱۰۵) میں ہے۔

اخبرنا مسلم بن ابراهيم قال حدثنا ابو عقيل قال حدثنا يزيد قال كان مطرف يبدو فاذا كان يوم الجمعة جاء فيشهد الجمعة فبينما هو يسير ذات ليلة فلما كان في وجه الصبح سطع من راس سوطه نور له شعبتان فقال لابنه عبد الله وهو خلفه يا عبد الله اترا اني لو اصبحت فحدثت الناس بهذا كانوا يصدقوني قال فلما اصبح ذهب۔ ترجمہ خبر دی ہم کو مسلم بن ابراہیم نے کہ حدیث کی ہم کو ابو عقیل نے کہ حدیث کی ہم کو یزید نے کہ حضرت مطرف بادیہ نشین تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا۔ تو آپ نماز جمعہ کے لئے آتے۔ ایک رات آپ چل رہے تھے۔ جب صبح کا آغاز ہوا۔ تو آپ کے کوڑے کے سرے سے ایک نور چمکا جس کے دو حصے تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا اور وہ آپ کے پیچھے تھا۔ تو بتا اگر صبح کو میں لوگوں سے یہ بیان کر دوں تو وہ میری تصدیق کریں گے۔ جب صبح ہوئی۔ تو وہ نور جاتا رہا۔ انتہے۔

میں نے پوچھا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ کہتے ہیں۔ (اے رب) تو سلامت رکھ۔ تو سلامت رکھ۔ اور ابن ابی الدنیا ہی نے کہا[1] کہ حدیث کی مجھ کو محمد نے کہ حدیث کی مجھ کو احمد بن سہل نے کہ حدیث کی مجھ کو رشدین بن سعد نے ایک شخص سے۔ اُس شخص نے یزید بن ابی حبیب سے کہ سلیم بن عمیر ایک مقبرے سے گزرے اور انہیں زور کا پیشاب آیا ہوا تھا۔ پس ایک ساتھی نے آپ سے کہا۔ اگر آپ ان مقبروں کی طرف اتر جائیں۔ تو کسی گڑھے میں پیشاب کر لیں۔ یہ سُنکر آپ رو پڑے۔ پھر فرمایا سبحان اللہ واللہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء (سبحان اللہ اللہ کی قسم مجھے مُردوں سے ایسی شرم آتی ہے جیسا زندوں سے) اگر میت کو اس کا علم نہ ہوتا۔ تو حضرت سلیم شرم نہ کرتے[2]۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ میت کو اپنے زندہ

---

[1] دیکھو شرح الصدور۔ ص ۱۱۹ ۱۲

[2] سنن ابن ماجہ (باب ماجاء فی النھی عن المشی علی القبور والجلوس علیھا) میں عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لان امشی علی جمرۃ او سیف حتی یخطف رجلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم وما ابالی اوسط القبور قضیت حاجتی او وسط السوق۔ ترجمہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یہاں تک کہ میرا پاؤں جاتا رہے۔ مجھے پسند یدہ تر ہے اس سے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں۔ اور میں پروا نہیں کرتا کہ قبروں کے درمیان قضائے حاجت کروں یا بازار کے درمیاں۔ انتہے۔ یعنی جیسے بازار کے وسط میں قضاء حاجت سے مجھے شرم آتی ہے اسی طرح قبروں کے درمیان قضائے حاجت سے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کنت ادخل بیتی الذی دفن فیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابی فاضع ثوبی فاقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ ما دخلت الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر (مسند امام احمد جزء سادس ص ۲۰۲۔ مشکوۃ۔ باب زیارۃ القبور) ترجمہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جایا کرتی جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میرے والد مدفون ہیں۔ اور میں چادر سے ستر نہ کرتی اور کہتی۔ وہاں کوئی نہیں مگر میرے خاوند صلے اللہ علیہ وسلم اور میرے والد رضی اللہ عنہ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مدفون ہوئے۔ تو خدا کی قسم میں حضرت عمر رض سے شرم کے مارے بجز تمام بدن چھپائے اس گھر میں داخل نہ ہوتی انتہے۔ اس حدیث کے تحت میں اشعۃ اللمعات میں یوں لکھا ہے۔ "ودریں دلیلے واضح است بر حیات میت و علم وے۔ وانکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحان و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانچہ در حالت حیات ایشان بود زیرا کہ صالحان را مدد بلیغ است مر زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشاں کذا فی شرح الشیخ انتہے ۱۲

خویش و اقارب کا علم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ حدیث کی مجھ کو ثور بن یزید نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے ابوایوب سے کہ زندوں کے اعمال مُردوں[1] پر پیش کیئے جاتے ہیں۔ پس جب وہ نیکی دیکھتے ہیں۔ تو خوش ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہیں۔ اور اگر برائی دیکھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ یا اللہ اسے ہدایت پر لا۔ اور ابن ابی الدنیا نے احمد بن عبداللہ بن ابی الحواری کی روایت سے ذکر کیا کہ اس نے کہا حدیث کی مجھ کو میرے بھائی محمد نے کہ عباد بن عباد ابراہیم بن صالح کی خدمت میں گیا اور ابراہیم مذکور فلسطین کا حاکم تھا۔ اس نے عباد سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے۔ عباد نے کہا۔ اللہ تیری اصلاح کرے۔ میں تجھے کیا نصیحت کروں۔ مجھے یہہ خبر پہنچی ہے کہ زندوں کے اعمال ان کے مُردہ اقارب پر پیش کیئے جاتے ہیں۔ پس تو دیکھ کہ تیرے کیسے عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش کیئے جاتے ہیں۔ یہہ سُنکر ابراہیم اتنا رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی۔ ابن ابی الدنیا نے کہا کہ حدیث کی مجھ کو محمد بن الحسین نے کہ حدیث کی مجھ کو خالد بن عمرو اموی نے کہ حدیث کی ہم کو صدقہ بن سلیمان جعفری نے کہ میں بڑا عیاش تھا۔ جب میرے باپ نے وفات پائی۔ تو میں نے توبہ کی اور اپنے قصور پر نادم ہوا۔ پھر مجھ سے سخت لغزش ہو گئی۔ پس میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا۔ اس نے کہا۔ اے بیٹا میں تجھ سے کیسا خوش ہوا کرتا تھا جب تیرے اعمال مجھ پر

---

[1] امام احمد نے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن منده نے بروایت انس نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے عمل تمہارے مُردہ رشتہ داروں اور نزدیکیوں پر پیش کئے جاتے ہیں اگر عمل نیک ہو تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر بد ہو تو کہتے ہیں۔ یا اللہ تو ان کو موت نہ دے یہانتک کہ تو ان کو ہدایت دے۔ جیسا کہ تو نے ہم کو ہدایت دی (شرح الصدور۔ صـ۱۰۴)

[2] حکیم ترمذی (متوفی ۲۵۵ھ) نے نوادر الاصول میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ و تعرض علی الانبیاء و علی الآباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتہم و تزداد وجوھہم بیاضا و اشراقا فاتقوا اللہ ولا تؤذوا موتاکم۔ (شرح الصدور۔ صـ۱۰۴) یعنی دوشنبہ اور پنجشنبہ

پیش کئے جاتے تھے۔ ہم تیرے اعمال کو صالحین کے اعمال سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اس دفعہ میں تیرے اعمال سے سخت شرمندہ ہوا۔ پس تو مجھے میرے ارد گرد کے مردوں میں رسوا نہ کر۔ خالد بن عمرو کا قول ہے کہ میں اس کے بعد صدقہ کو سنا کرتا تھا کہ صبح کو یوں دعا مانگا کرتا تھا اور وہ کوفہ میں میرا ہمسایہ تھا۔ اسئالك انابة لا رجعة فیھا ولا حور یا مصلح الصالحین ویا ھادی المضلین ویا ارحم الراحمین (اے نیکوں کی اصلاح کرنے والے اور اے بہکانے والوں کے ہدایت دینے والے اور اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے میں تجھ سے ایسی انابت مانگتا ہوں کہ جس میں پھر رجوع و بازگشت نہ ہو)۔ اس باب میں صحابۂ کرام سے بہت سے آثار آئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے شہید ہونے کے بعد ان کے اقارب میں سے ایک انصاری یوں دعا مانگا کرتا تھا۔ اللھم انی اعوذ بك من عمل اخزی به عند عبد الله بن رواحة (یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے عمل سے کہ جس سے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس رسوا کیا جاؤں)۔ اور اس بارے میں یہ کافی ہے کہ موتے پر سلام کرنے والے کو زائر کہا گیا۔ اگر وہ اسے نہ پہچانتے۔ تو سلام کرنے والے کو زائر کہنا درست نہ ہوتا۔ کیونکہ مزور (زیارت کردہ شدہ) کو اگر زائر کی زیارت کا علم نہ ہو۔ تو یہ صحیح نہیں کہ کہا جائے "اس نے اس کی زیارت کی"۔ تمام لوگ زیارت سے یہی سمجھتے ہیں۔ اور موتے پر سلام کا بھی یہی حال ہے۔ کیونکہ جس شخص کو سلام کرنے والے کا شعور و علم نہ ہو۔ اسے سلام کہنا محال ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ تعلیم فرمائی ہے کہ جب زیارت قبور کرو۔ تو یوں کہا کرو۔ السلام علیکم اھل

---

کو اللہ کے آگے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جمعہ کے دن نبیوں اور ماں باپوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور انکے چہروں کا نور اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اذیت نہ دو انتہے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جو مومن عالم برزخ میں چلا جاتا ہے وہ غالباً زندوں کے حالات جانتا ہے۔ زرقانی نے اس کے ثبوت میں یہی حدیث نوادر الاصول تحریر کی ہے۔ (زرقانی علی المواہب۔ جزو ثامن۔ صفحہ ۳۰۵)

الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون یرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ (سلام تم پر اے گھر والو مومنو اور مسلمانو۔ اور ہم انشاءاللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ اللہ رحم کرے ہم میں سے اور تم میں سے پہلوں اور پچھلوں پر۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت مانگتے ہیں)۔ اور یہ سلام و خطاب اور پکارنا موجود کے لئے ہے جو سُنتا ہو اور قابل خطاب ہو اور عقل رکھتا ہو اور جواب دیتا ہو خواہ سلام کرنے والا جواب کو نہ سُنے۔ اور جب کوئی شخص مُردوں کے قریب نماز پڑھتا ہے۔ تو وہ اُسے دیکھتے ہیں۔ اور اس کی نماز کو جانتے ہیں اور اُس پر رشک کھاتے ہیں۔ یزید بن ہارون نے کہا کہ خبر دی ہم کو سلمان تیمی نے ابو عثمان نہدی سے کہ ابن اساس[1] ایک روز کسی جنازے کے ساتھ نکلے۔ اور وہ ہلکے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آخر وہ ایک قبر کے پاس پہنچے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں نے اُس قبر پر تکیہ لگایا۔ اللہ کی قسم۔ میرا دل بیدار تھا کہ اتنے میں مَیں نے قبر سے یہ آواز سُنی۔ الیک عنی لا توذنی فانکم قوم تعملون ولا تعلمون ونحن قوم نعلم ولا نعمل ولان یکون لی مثل رکعتیک احب الی من کذا وکذا (مجھ سے دور ہو۔ مجھے تکلیف نہ دے۔ تم ایک گروہ ہو جو عمل کرتے ہو اور نہیں جانتے اور ہم ایک گروہ ہیں جو جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔ میرے لئے تیری ان دو رکعتوں کی مانند ہونا اس سے پسندیدہ تر ہے کہ میرے واسطے فلاں فلاں چیز ہو)۔ پس میت نے اس شخص کا تکیہ لگانا اور نماز پڑھنا معلوم کر لیا۔ اور ابن ابی الدنیا نے کہا کہ حدیث کی مجھ کو حسین بن علی عجلی نے کہ حدیث کی ہم کو محمد بن الصلت نے کہ حدیث کی ہم کو اسماعیل بن عیاش نے ثابت بن سلیم سے کہ حدیث کی ہم کو ابو قلابہ نے کہ میں شام سے بصرہ کو آیا۔ ایک منزل پر میں اُترا اور وضو کر کے رات کو دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر

---

[1] اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ مگر ابن اساس کی جگہ علامہ سیوطی نے ابن میناء لکھا ہے۔ (شرح الصدور۔ صـ ۸۲) "

میں ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سوگیا۔ پھر میں اُٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب قبر مجھ سے شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے۔ تونے مجھے رات سے اذیت دی۔ پھر اُس نے کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں۔ اور ہم جانتے ہیں مگر عمل پر قادر نہیں۔ پھر کہا کہ تو نے جو دو رکعتیں پڑھیں وہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔ پھر کہا۔ اللہ دنیا والوں کو نیک جزا دے۔ ہماری طرف سے اُن کو سلام کہنا۔ کیونکہ ان کی دُعا سے ہم پر پہاڑوں کی مانند نور آتا ہے۔ اور حدیث کی ہم کو حسین عجلی نے کہ حدیث کی ہم کو عبد اللہ بن نمیر نے کہ حدیث کی ہم کو مالک بن مغول نے منصور سے اُس نے زید بن وہب سے کہ کہا۔ میں قبرستان کی طرف نکلا۔ اور وہاں بیٹھ گیا۔ ناگاہ ایک شخص ایک قبر کی طرف آیا اور اُس کو درست کیا۔ پھر میرے پاس آ بیٹھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ایک بھائی کی ہے۔ میں نے کہا۔ تیرے بھائی کی ہے؟۔ وہ بولا۔ میرے ایک دینی بھائی کی ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا اور کہا۔ اے فلان تو زندہ ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اس میت نے کہا تونے یہ آیت پڑھی۔ اِس پر قادر ہونا میرے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ پھر کہا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا جہاں وہ مجھے دفن کرتے تھے۔ فلان شخص نے وہاں دو رکعتیں پڑھیں۔ میرے نزدیک ان دو رکعتوں پر قادر ہونا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اور حدیث کی مجھ کو ابوبکر تیمی نے کہ حدیث کی ہم کو عبد اللہ بن صالح نے کہ حدیث کی مجھ کو لیث بن سعد نے کہ حدیث کی مجھ کو حمید طویل نے مطرف بن عبد اللہ حرشی سے کہ فرمایا۔ ہم ربیع کی طرف اس کے زمانے میں نکلے۔ ہم نے کہا کہ ہم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لئے داخل ہوں گے۔ اور ہمارا راستہ قبرستان میں سے تھا۔ پس ہم قبرستان میں داخل ہوئے۔ میں نے وہاں ایک جنازہ دیکھا۔ میں اُس میں حاضر ہونے کو غنیمت سمجھکر حاضر ہوگیا۔ پھر میں قبر کے قریب ایک طرف کو الگ ہوگیا۔ اور میں نے جلدی دو رکعتیں پڑھیں جن کے طریق ادا سے میں راضی نہ ہوا۔ اور مجھے اونگھ آگئی۔ پس میں نے صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور کہتا ہے۔

تونے دو رکعتیں پڑھیں جن کے طریق اداء سے تو راضی نہ ہوا۔ میں نے کہا۔ بے شک ایسا ہی ہوا۔ وہ بولا تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں۔ اور ہم عمل نہیں کر سکتے۔ تیری طرح اگر میں دو رکعتیں پڑھ سکوں تو یہ مجھے تمام دنیا سے پسندیدہ تر ہے۔ میں نے کہا۔ یہاں کون ہیں۔ وہ بولا۔ سب مسلمان ہیں اور سب کو نیک بدلہ ملا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہاں سب میں افضل کون ہے۔ اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اے اللہ ہمارے پروردگار اسے میری طرف نکال کہ اس سے بات کروں۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان اُس قبر سے نکلا۔ میں نے کہا۔ کیا یہاں سب سے افضل تو ہے؟۔ وہ بولا بے شک ایسا ہی کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کس چیز سے تو نے یہ درجہ پایا۔ اللہ کی قسم میں تیری اتنی عمر نہیں دیکھتا کہ کہوں تجھے یہ درجہ بہت حج وعمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور عمل کرنے سے ملا ہے وہ بولا۔ میں مصیبتوں میں مبتلا ہوا۔ پس مجھے خدا نے صبر عطا فرمایا۔ اس لئے ان سب سے بڑھ گیا۔ اگرچہ فقط ان خوابوں سے امر زیر بحث ثابت نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ خواب باوجود کثیر و بے شمار ہونے کے علم و کلام ہونے پر متفق ہیں۔ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اری رؤیاکم قد تواطأت علی انها فی العشر الاواخر (میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب اس بات پر متفق ہوگئے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ میں ہے)۔ پس جب مومنوں کے خواب کسی امر پر متفق ہوں۔ تو یہ اتفاق ایسا ہے جیسا کہ ان کی روایتیں کسی امر پر متفق ہوں اور جیسا کہ کسی امر کو اچھا یا بُرا جاننے پر ان کی رائیں متفق ہوں"۔ اور جس امر کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس کو بُرا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی بُرا ہے" علاوہ ازیں ہم اپنے مدعا کو فقط رؤیا سے ثابت نہیں کرتے بلکہ ان دلائل وغیرہ سے جو مذکور ہوئے۔ اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ مُردہ دفن ہونے کے بعد جنازے کے ہمراہیوں سے انس و آرام پاتا ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے نزع کی حالت میں اپنے بیٹے سے وصیت کی کہ جس وقت میں مر جاؤں

کوئی نوحہ کرنے والی عورت میرے جنازے کے ساتھ نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ جب تم مجھے دفن کرو۔ تو مجھ پر نرمی سے تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالو۔ پھر میری قبر کے گرد اتنا ٹھیرو کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کیجاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس و آرام پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ یہہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مردہ اپنی قبر کے پاس حاضرین سے اُنس و آرام پاتا ہے اور ان سے خوش ہوتا ہے۔ اور سلف کی ایک جماعت کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفن کے وقت ہماری قبروں کے پاس قرآن پڑھا جائے۔ حافظ عبدالحق اشبیلی نے کہا کہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میری قبر پر سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ اور جن عالموں نے قبر پر قرأت کو پسند فرمایا اُن میں سے حضرت علی بن عبدالرحمن ہیں۔ امام احمد (متوفی ۲۴۱ھ) پہلے اس سے انکار کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو اس بارے میں کوئی حدیث نہ پہنچی تھی۔ پھر آپ نے اس سے رجوع فرمایا۔ اور امام ابوبکر احمد بن محمد خلال بغدادی حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ) نے اپنی جامع (لعلوم الامام احمد بن حنبل) کتاب القراءۃ عند القبور میں فرمایا کہ خبر دی ہم کو عباس بن محمد الدوری نے کہ حدیث کی ہم کو یحییٰ بن معین نے کہ حدیث کی ہم کو مبشر حلبی (متوفی ۲۰۰ھ) نے کہ حدیث کی مجھ کو عبدالرحمن بن ابی العلاء بن اللجلاج نے اپنے باپ سے کہا کہ میرے باپ (ابوالعلاء) نے کہا۔ جب میں مرجاؤں۔ تو مجھے لحد میں رکھ دینا۔ اور کہنا۔ بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ اور نرمی سے تھوڑی تھوڑی مٹی مجھ پر ڈالنا۔ اور میرے سرہانے سورۂ بقرہ کے اوّل و آخر کی آیتیں پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو اسی طرح کہتے سنا ہے۔ عباس الدوری نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ آپ کو قبر پر قرأت کے بارے میں کوئی حدیث یاد ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ اور میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا۔ تو انہوں نے یہہ حدیث بیان فرمائی۔ خلال نے کہا کہ خبر دی مجھ کو حسن بن احمد وراق نے کہ حدیث کی مجھ کو علی بن موسے حداد نے اور وہ بڑا سچ بولنے

والا تھا۔ کہ میں ایک جنازے میں امام احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ جوہری کے ساتھ تھا۔ جب میت کو دفن کر چکے۔ تو ایک نابینا شخص قبر پر قرآن پڑھنے لگا۔ امام احمد نے فرمایا۔ اے فلاں قبر پر قرآن پڑھنا بدعت ہے۔ جب ہم قبرستان سے نکل آئے۔ تو محمد بن قدامہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا۔ اے ابو عبد اللہ۔ مبشر حلبی کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے۔ ابن قدامہ نے پوچھا۔ کیا آپ نے اس کی روایت سے کچھ لکھا ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ ہاں ابن قدامہ نے کہا کہ خبر دی مجھ کو مبشر نے عبد الرحمن بن ابی العلاء بن اللجلاج سے۔ اس نے اپنے باپ (ابو العلاء) سے کہ اس نے وصیت کی کہ جب مجھے دفن کیا جائے۔ تو میرے سرہانے سورۂ بقرہ کی اول وآخر کی آیتیں پڑھی جائیں۔ اور کہا (ابو العلاء نے) کہ میں نے حضرت ابن عمر کو یہی وصیت کرتے سنا ہے۔ پس امام احمد نے امام ابن قدامہ سے فرمایا کہ واپس جاؤ۔ اور اس نابینا سے کہہ دو کہ قبر پر قرآن پڑھے۔ اور حسن بن الصباح الزعفرانی نے بیان کیا کہ میں نے امام شافعی سے قبر پر قرآن پڑھنے کا حکم پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ لا باس بہ (اس کا کچھ ڈر نہیں)۔ اور خلال نے امام شعبی (علامۃ التابعین) کی روایت ذکر کیا کہ جب انصار میں کوئی میت ہو جاتی تھی۔ تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔ حافظ ابو محمد عبد الحق اشبیلی نے کہا کہ فضل بن الموفق سے مذکور ہے کہ میں بہت دفعہ اپنے باپ کی قبر پر آیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس قبرستان میں کہ جہاں میرا باپ مدفون تھا ایک جنازے کے ساتھ حاضر ہوا۔ پس ایک ضروری کام کے لئے میں نے جلدی کی اور اپنے باپ کی قبر پر نہ گیا۔ جب رات ہوئی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا باپ مجھ سے کہتا ہے۔ بیٹا تو میرے پاس کیوں نہیں آتا۔ میں نے کہا۔ اے میرے باپ کیا آپ کو معلوم ہو جاتا ہے جب میں آپ کے پاس آتا ہوں۔ اس نے کہا۔ ہاں اللہ کی قسم۔ اے بیٹا جس وقت تو پل سے چڑھتا ہے۔ میں نگاہ اٹھا کر تیری طرف دیکھتا رہتا ہوں یہانتک کہ تو میرے پاس پہنچ جاتا ہے اور میرے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ پھر تو اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ پس میں تیری طرف دیکھتا رہتا ہوں یہانتک کہ تو

پل سے گزر جاتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے کہا کہ مجھ کو حدیث کی ابراہیم بن بشار کوفی نے کہ حدیث کی مجھ کو افضل بن الموفق نے۔ پس وہ قصہ ذکر کیا۔ اور (ابن ابی الدنیا ہی نے کہا کہ) عمرو بن دینار سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مامن میت یموت الا وھو یعلم مایکون فی اھلہ بعدہ وانھم لیغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم (ہر مُردہ جانتا ہے جو کچھ اس کے بعد اس کے گھر والوں میں ہورہا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ وہ اسے غسل دیتے ہیں اور کفن پہناتے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے)۔ اور مجاہد سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قبر میں آدمی کو اپنے پیچھے اپنے بیٹے کی نیکی کی بشارت دی جاتی ہے۔

تلقین میت کا عمل بھی جو قدیم سے آج تک جاری ہے سماع موتے پر دلالت کرتا ہے۔ اگر مُردہ تلقین کو نہ سُنتا ہو اور فائدہ نہ اُٹھاتا ہو۔ تو یہ بے فائدہ اور عبث ہے۔ امام احمد سے تلقین میت کا حکم دریافت کیا گیا۔ آپ نے اسے مستحسن فرمایا۔ اور (اہل شام کے عمل سے حجت پکڑی۔ تلقین کے بارے میں معجم طبرانی میں ایک ضعیف حدیث بروایت ابی امامہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا مات احد کم فسویتم علیہ التراب فلیقم احدکم علی راس قبرہ ثم یقول یا فلان ابن فلانۃ فانہ یسمع ولا یجیب ثم یقل یا فلان ابن فلانۃ الثانیۃ فانہ یستوی قاعدًا ثم لیقل یا فلان ابن فلانۃ فانہ یقول ارشدنا رحمکم اللہ ولکنکم لا تسمعون فیقول اذکر ماخرجت علیہ من الدنیا شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ الحدیث (جب تم میں سے کوئی مر جائے۔ اور تم اس پر مٹی ڈال چکو۔ تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر یوں کہے۔ اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے۔ پس وہ اسے سنتا ہے جواب نہیں دیتا۔ پھر کہے اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے۔ پس وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کہے اے فلاں بیٹے فلاں عورت کے۔ پس وہ کہتا ہے۔ تو ہمیں رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تم اسے نہیں سنتے۔ پھر کہے تو یاد کر جس پر دنیا سے رخصت

ہو یعنی شہادۃ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ الحدیث) یہ حدیث اگرچہ ثابت[1] نہیں۔ مگر تمام شہروں اور زمانوں میں بغیر انکار کے اس کا معمول بہ ہونا اس پر عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور اللہ پاک نے کبھی عادت جاری نہیں کی۔ کہ ایک امت جو زمین کے مشارق و مغارب میں پھیلی ہوئی ہو اور عقل و معرفت میں دیگر امتوں سے کامل اور زیادہ ہو ایسے کو خطاب کرنے پر متفق ہو جائے جو نہ سنتا ہو اور نہ سمجھتا ہو۔ اور اس فعل کو مستحسن کہے اور اس میں سے کوئی بھی بُرا نہ جانے۔ بلکہ پہلوں نے پچھلوں کے لئے یہ طریق بنا دیا ہو اور پچھلوں نے اس میں پہلوں کی پیروی کی ہو۔ اگر مخاطب نہ سنتا ہو۔ تو یہ خطاب مٹی لکڑی پتھر اور معدوم شئے کو خطاب کرنے کی مثل ہوگا۔ اور ایسے خطاب کو اگرچہ ایک شخص مستحسن کہہ دے مگر تمام علماء اسے برا جانتے ہیں۔ اور سنن ابی داؤد میں باسناد لاباس یہ مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ جب وہ دفن کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ سلوا لاخیکم التثبیت فانہ الآن یسأل (تم اپنے بھائی کے لئے ثابت رہنے کی دُعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائیگا) پس حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دیدی کہ اس سے اسوقت سوال کیا جاتا ہے

---

[1] مصنف نے زاد المعاد میں یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ اثرم نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ (یعنی امام احمد بن حنبل) سے تلقین کا حکم پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اہل شام کے سوا کسی کو یہ عمل کرتے نہیں دیکھا۔ جب ابو المغیرہ کا انتقال ہوا۔ تو ایک شخص نے تلقین کی۔ اور ابو المغیرہ ابوبکر بن ابی مریم سے روایت کرتے تھے۔ کہ ان کے مشیوخ یہ عمل کیا کرتے تھے۔ اور اسماعیل بن عیاش اس بارے میں حدیث ابی امامہ روایت کیا کرتے تھے جو معجم طبرانی میں ہے اور سعید بن منصور (متوفی سنہ ۲۲۷ھ) نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ راشد بن سعد (تابعی متوفی سنہ ۱۰۸ھ) اور ضمرہ بن جندب (حبیب؟) اور حکیم بن عمیر (تابعی) نے فرمایا کہ لوگ دفن کے بعد تلقین کو مستحب جانتے تھے (دیکھو زاد المعاد۔ جزء اول بحث تلقین۔ صفحہ ۱۴۹)

جب اس سے سوال ہوگا۔ تو وہ تلقین کو سنے گا۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ حضور نے فرمایا۔ کہ مردہ جنازے کے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جس وقت وہ واپس آنے کے لئے پیٹھ پھیرتے ہیں انتہے ملخصاً (کتاب الروح۔ صـ۱۷ تا ۱۸)
اب ہم علامہ سیوطی کی کتاب شرح الصدور سے اس باب میں چند اور احادیث نقل کرتے ہیں۔ ابو الشیخ یعنی بن حیان (متوفی سنہ ۳۵۴ھ) نے عبید[1] بن ابی مرزوق کی حدیث مرسل کو نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی موت کی خبر نہ ہوئی۔ پس آپ اس کی قبر سے گزرے اور فرمانے لگے۔ یہ کس کی قبر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ ام محجن کی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ انہوں نے عرض کی۔ ہاں۔ پس لوگوں نے صف باندھی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر یوں خطاب فرمایا۔ تو نے کونسا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے؟ حضور نے فرمایا۔ تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں۔ پھر آپ نے ذکر فرمایا کہ اس نے جواب دیا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینا افضل ہے (صـ۳۰)۔ اور حاکم و بیہقی نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احد سے واپس ہوئے۔ تو حضرت مصعب بن عمیر اور دیگر شہداء کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اشہد[2] انکم احیاء عند اللہ فزوروھم

---

[1] یہ مرسل حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ابن عیینہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ (دیکھو لسان المیزان)

[2] وفاء الوفا للسمہودی جزء ثانی۔ صـ۱۱۱ (نیز دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ۔ جزء ثالث۔ صـ۹۶) میں ہے روی ابن شبۃ عن ابن عمر انہ قال من مر علی ھولاء الشھداء فسلم علیھم لم یزالو یردون علیہ الی یوم القیامۃ۔ ترجمہ۔ ابن شبہ نے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جو شخص ان شہیدوں کے پاس سے گزرے اور ان کو سلام کہے۔ تو وہ قیامت کے دن تک سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔ انتہے۔ فائدہ عمر بن شبۃ (متوفی سنہ ۲۶۲ھ) کی ثقاہت پر ابن ابی حاتم

وسلموا علیہم فوالذی نفسی بیدہ لا یسلم علیہم احد الا ردوا علیہ الی یوم القیامۃ (میں شہادت دیتا ہوں کہ تم اللہ کے پاس زندہ ہو۔ پس تم اے صحابہ ان کی زیارت کیا کرو اور ان کو سلام کہا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن تک جو ان کو سلام کہے گا وہ اس کے سلام کا جواب دیں گے) حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور حاکم نے مع تصحیح اور بیہقی نے دلائل میں عطاف بن خالد مخزومی کے طریق سے نقل کیا کہ کہا عطاف نے۔ حدیث[1] کی مجھ کو عبد الاعلے بن عبد اللہ بن ابی بکر نے (اپنے باپ) عبد اللہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کی زیارت کی اور فرمایا۔ اللھم ان عبدک ونبیک یشھد ان ھؤلاء شھداء وان من زارھم او سلم علیھم الی یوم القیامۃ ردوا علیہ (یا اللہ تیرا بندہ اور تیرا پیغمبر شہادت دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں۔ قیامت کے دن تک جو ان کی زیارت کرے گا یا ان کو سلام کہے گا۔ وہ اس کا جواب دیں گے)۔ اور عطاف نے کہا کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شہدائے اُحد کی زیارت کو گئی۔ میرے ساتھ صرف دو غلام تھے جو میری سواری کو پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے شہیدوں کو سلام کہا۔ پس میں نے سلام کا جواب اور یہ قول سنا۔ واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا (اللہ کی قسم ہم تم کو یوں پہچانتے ہیں جیسا کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو پہچان لیتا ہے)۔ میری خالہ بیان کرتی ہیں کہ یہ سنکر خوف کے مارے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے غلام سے کہا کہ خچر لاؤ۔ پس میں سوار ہو گئی۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب من عاش بعد الموت میں اور بیہقی نے دلائل میں بروایت عطاف بن خالد نقل[2] کیا کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان

اور دار قطنی۔ ابن حبان۔ خطیب سمرزبانی یسلمہ اور محمد بن سہل کا اتفاق ہے (دیکھو تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب) وفات کے وقت آپ کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ کتاب اخبار المدینہ آپ کی تصنیف ہے ۱۲

[1] دیکھو وفاء الوفا۔ جزء ثانی۔ ص ۱۱۲ ۱۲ +

[2] وفاء الوفا۔ جزء ثانی۔ ص ۱۱۲ ۱۲ +

کیا کہ میں شہدائے اُحد کی زیارت کو آیا کرتی تھی۔ ایک روز سوار ہو کر آئی۔ تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس اتر گئی۔ پھر میں نے وہیں نماز پڑھی۔ اُسوقت اس جنگل میں کوئی پکارنے والا اور جواب دینے والا نہ تھا۔ میں نے نماز سے فارغ ہو کر کہا۔ السلام علیکم پس میں نے سلام کا جواب زمین کے نیچے سے نکلتا سُنا۔ میں ایسے ایسا پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جیسا رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔ یہ سنکر میرے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہو گیا۔ اور بیہقی نے بروایت واقدی نقل کیا ہے کہ نبی[1] صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے اُحد کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب آپ شعب میں پہنچتے۔ تو باآواز بلند فرماتے۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (تم پر سلام بدلے اس کے کہ تم ثابت رہے۔ پس خوب ملا پچھلا گھر) پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ہر سال ایسا ہی کرتے رہے۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی ہر سال اسی طرح کرتے رہے۔ اور حضرت فاطمہ[2] بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کو آتیں اور دُعا فرماتیں۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص ان کو سلام کہتے۔ پھر اپنے یاروں سے فرماتے کہ تم ایسے لوگوں کو سلام کیوں نہیں

---

[1] اس حدیث کو علامہ سمہودی نے یوں نقل کیا ہے۔ روی ابن شبۃ عن عباد بن ابی صالح ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشہداء باحد علی رأس کل حول الحدیث اس روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بعد مذکور ہے کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان حج کرنے آئے۔ تو وہ بھی شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ (وفاء الوفا۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۱۴)۔

[2] وفاء الوفا (جزء ثانی۔ صفحہ ۱۱۲) میں ہے۔ عن ابی جعفر ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کانت تزور قبر حمزۃ رضی اللہ عنہ ترمہ وتصلحہ وقد تعلمتہ بحجر۔ ترجمہ۔ حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کیا کرتی تھیں۔ اسے مرمت کرتیں اور سنوارتیں اور ایک پتھر کے نشان سے اُسے معلوم کرتیں۔

کہتے جو تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور حضرت فاطمہ خزاعیہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے شہدائے اُحد کی قبروں میں سورج غروب ہو گیا۔ اور میرے ساتھ میری بہن بھی میں نے اُس سے کہا۔ آؤ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام عرض کریں۔ وہ بولی۔ اچھا۔ پس ہم آپ کی قبر مبارک پر ٹھہر گئیں۔ اُسوقت وہاں کوئی انسان نہ تھا۔ ہم نے یوں سلام عرض کیا۔ السّلام علیك یا عمّ رسول الله (اے رسول اللہ کے چچا آپ پر سلام)۔ ہم نے اس کے جواب میں سُنا۔ وعلیکم السّلام ورحمة الله۔ اور بیہقی نے لکھا کہ خبر دی ہم کو حافظ ابو عبداللہ نے کہ سنا میں نے ابو علی حمزہ بن محمد علوی کو کہ سنا میں نے ہاشم بن محمد عمری کو کہ کہتے تھے۔ میرے والد مجھے مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن طلوع فجر اور سورج کے درمیان شہیدوں کی قبروں کی زیارت کو لئے گئے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ جب ہم مقبروں کے پاس پہنچے۔ تو میرے والد نے بآواز بلند کہا۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدّار (تم پر سلام بدلے اس کے کہ تم ثابت رہے۔ پس خوب ملا پچھلا گھر)۔ جواب آیا۔ وعلیك السّلام یا ابا عبد الله۔ میرے والد نے میری طرف دیکھکر کہا۔ بیٹا! کیا تو نے جواب دیا ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں۔ پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کر لیا۔ اور اُن کو دوسری بار سلام کہا۔ اس دفعہ بھی سلام کا جواب آیا۔ یہانتک کہ تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ پس میرے والد سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ بوجہ اختصار ہم یہاں زیادہ بیان نہیں کر سکتے (تفصیل کے لئے دیکھو شرح الصدور۔ باب زیارۃ القبور و علم الموتے بزوارہم)۔ شیخ الاسلام علامہ سمہودی تحریر فرماتے ہیں۔ انا نعتقد ثبوت الادراکات کالعلم والسّماع لسائر الموتی فضلا عن الانبیاء ونقطع بعود الحیاة لکل میت فی قبرہ کما ثبت فی السنۃ ولم یثبت انہ یموت بعد ذلك موتۃ ثانیۃ بل ثبت نعیم القبر وعذابہ وادراك ذلك من الاعراض المشروطۃ بالحیاة لکن یکفی فیہ حیاة جزء یقع بہ الادراك فلا یتوقف علی البنیۃ کما زعم المعتزلۃ (وفاء الوفاء جزء ثانی۔ صـ۴۰۶)۔ ترجمہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ ادراکات مثل علم اور

سماع کے تمام موتے (انبیاء کا تو کیا ذکر) کے لئے ثابت ہیں۔ اور ہمیں قطعًا معلوم ہے کہ ہر میت کے لئے قبر میں حیات عود کرتی ہے جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے اور یہہ ثابت نہیں کہ اس کے بعد دوسری بار موت آتی ہے بلکہ قبر کا عذاب و نعیم ثابت ہے۔ اور اس کا ادراک اُن اعراض میں سے ہے جن کیلئے حیات شرط ہے۔ لیکن اس میں ایک جزو کی حیات کافی ہے کہ جس سے ادراک ہو سکے۔ پس یہہ ادراک بدن پر موقوف نہیں جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے۔ انتہے۔ اسی کے مطابق شیخ عبدالحق دہلوی نے بدیں الفاظ تحریر فرمایا ہے۔ بدانکہ تمامہ اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم و سمع مر سائر اموات را از احاد بشر خصوصًا انبیاء علیہم السلام۔ وقطع میکنیم بعود حیات مر ہر میت را در قبر چنانکہ در احادیث ورود یافتہ است۔ و وارد نشدہ کہ بعد از عود حیات در قبر بار دیگر موت عود مے کند بلکہ نعیم قبر و عذاب آنرا تا قیام قیامت ادراک مے کند (جذب القلوب مطبوعہ کلکتہ ص ۲۵۵)۔

# سوال

جب ہم کسی مسلمان کی قبر پر جا کر سلام و کلام عرض کرتے ہیں۔ تو وہ کس طرح سنتا اور جواب دیتا ہے۔ کیا اس کی روح سنتی ہے اور جواب دیتی ہے یا اس کا بدن یا دونوں۔

# جواب

زندگی کی حالت میں سماع روح کا کام ہوتا ہے۔ اور بدن فقط آلہ ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن قیم نے یوں لکھا ہے۔ فالنفس ھی الحاسة المدرکة و ان لم تکن محسوسة فالاجسام والاعراض محسوسة والنفس محسة بها وھی القابلة لاعراضها المتعاقبة علیها من الفضائل والرذائل کقبول الاجرام لاعراضها المتعاقبة علیها وھی المتحرکة باختیارها المحرکة للبدن

قسرا وقہرا وھی مؤثرۃ فی البدن متاثرۃ بہ تالم وتلذ وتفرح وتحزن وترضی وتغضب وتنعم وتباس وتحب وتکرہ وتذکر وتنسی وتصعد وتنزل وتعرف وتنکر وآثارھا ادل الدلائل علی وجودھا کما ان آثار الخالق سبحانہ دالۃ علی وجودہ وعلی کمالہ فان دلالۃ الاثر علی مؤثرہ ضروریۃ وتاثیرات النفوس بعضھا فی بعض امر لا ینکرہ ذو حس سلیم ولا عقل مستقیم ولا سیما عند تجردھا نوع تجرد عن العلائق والعوائق البدنیۃ فان قواھا تتضاعف وتتزاید بحسب ذلک ولا سیما عند مخالفۃ ھواھا وحملھا علی الاخلاق العالیۃ من العفۃ والشجاعۃ والعدل والسخاء وتجنبھا سفساف الاخلاق ورذائلھا وسافلھا (کتاب الروح ۔ ص۲۴۳) ترجمہ ۔ روح ہی احساس و ادراک کرنے والی ہے اگرچہ خود محسوس نہیں ہوتی ۔ پس اجسام اور اعراض محسوس ہیں اور روح ان کو احساس کرنے والی ہے ۔ اور روح ہی ان فضائل ورذائل کو قبول کرنے والی ہے جو اُس پر پے در پے آتے ہیں جیسا کہ اجسام ان اعراض کو قبول کرنے والے ہیں جو ان پر پے در پے آتے ہیں ۔ اور روح ہی اپنے اختیار سے متحرک اور بدن کو بزور و قہر حرکت دینے والی ہے ۔ اور روح ہی بدن میں موثر اور بدن سے متاثر ہونے والی ہے ۔ اور الم و لذت پاتی ہے ۔ اور خوش و غمگین ہوتی ہے ۔ اور راضی اور غصے ہوتی ہے ۔ اور راحت و رنج اٹھاتی ہے ۔ اور پسند و ناپسند کرتی ہے ۔ اور یاد و فراموش کرتی ہے ۔ اور چڑھتی اور اُترتی ہے اور شناسا و ناشناہوتی ہے ۔ اور اس کے آثار اس کے وجود پر سب سے بڑی دلیل ہیں جیسا کہ خالق سبحانہ کے آثار اس کے وجود اور کمال پر دلالت کرنے والے ہیں کیونکہ اثر کی دلالت موثر پر ضروری ہے ۔ اور روحوں کی ایک دوسرے میں تاثیریں ایسی ہیں کہ حس سلیم اور عقل مستقیم ان سے بالخصوص علائق و عوائق بدنیہ سے ایک طرح کے تجرد کے وقت انکار نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ روحوں کے قویٰ تجرد کے مطابق بڑھ جاتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ اپنی خواہشوں کی مخالفت کریں اور عالی اخلاق یعنی

عفت اور شجاعت اور عدل اور سخاوت کو اختیار کریں۔ اور ذلیل و حقیر و پست اخلاق سے بچیں انتہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ روح کو جس قدر تجرد ہوگا۔ اُتنے ہی اُس کے قوائے ترقی کریں گے۔ اسی واسطے جب موت سے روح کو کمال تجرد حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس کے قوائے میں حیرت انگیز ترقی ہو جاتی ہے۔ ابن حزم ظاہری نے لکھا ہے کہ موت کے بعد روح کا ادراک پہلے سے زیادہ صحیح اور اس کا علم پہلے سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔ اور اس کی حیات جو حس و حرکت ارادیہ ہے وہ بدستور پہلے سے اکمل حالت میں باقی رہتی ہے جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ پس موت کے بعد روح کی قوتِ سمع حالتِ حیات سے نہایت زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے انکار کرنا محض مکابرہ ہے۔ ہاں بدن یا بعض اجزاء بدن سے روح کو ایک طرح کا تعلق رہتا ہے جس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے یہ عادت جاری کر دی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی قبر پر جاکر سلام و کلام عرض کرتا ہے۔ تو اس کی روح خواہ اعلےٰ علیین میں ہو اس تعلق و اتصال کے سبب اُسے سن لیتی ہے اور جواب دیتی ہے۔ سماع موتے اسے یہی ہماری مراد ہے۔ انبیاء کرام اور شہدائے عظام چونکہ زندہ بحیات جسمانی ہیں۔ اس لئے ان کی روحیں بوساطت بدن سنتی اور جواب دیتی ہیں۔ چنانچہ علامہ زرقانی (شرح مواہب لدنیہ۔ مقصد عاشر۔ فصل ثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف، جزء ثامن۔ صفحہ ۳۰۲) تحریر فرماتے ہیں۔

الرد من الانبیاء رد حقیقی بالروح والجسد بجملته ولا کذلک الرد من غیر الانبیاء والشهداء فلیس بحقیقی وانما هو بواسطة اتصال الروح بالجسد لان بینه وبینها اتصالا یحصل بواسطته التمکن من الرد مع کون ارواحهم لیست فی اجسادهم وسواء الجمعة وغیرها علی الاصح لکن لا مانع ان الاتصال فی الجمعة والیومین المکتنفین به اقوی من الاتصال فی غیرها من الایام۔ ترجمہ۔ سلام کا جواب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے حقیقی ہے جو روح اور بدن دونوں کے

ساتھ ہوتا ہے۔ اور انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنوں کی طرف سے (عموماً) ایسا نہیں۔ کیونکہ وہ حقیقی نہیں بلکہ وہ تو جسم کے ساتھ روح کے اتصال کے باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ روح و جسم کے درمیان ایک اتصال ہوتا ہے جس کے باعث مومن سلام کا جواب دینے پر قادر ہوتے ہیں اگرچہ ان کی روحیں ان کے بدنوں میں نہیں ہوتیں۔ اور بنا بر قول اصح جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں۔ لیکن اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ اتصال جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن آگے اور ایکدن پیچھے اور دنوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے انتہے۔ اور یہاں اتنا اور کہہ دینا کافی ہے کہ قبر میں اعادہ روح کے وقت ہر میت کا سُننا اور جواب دینا روح اور بدن دونوں کے ساتھ ہوتا ہے ؛

# اعتراض

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سماع موتے سے انکار کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری (کتاب المغازی) میں ہے۔ عن ابن عمر قال وقف النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی قلیب بدر فقال ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا ثم قال انھم الاٰن یسمعون ما اقول فذکر لعائشۃ فقالت انما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انھم الاٰن لیعلمون ان الذی کنت اقول لھم ھو الحق ثم قرأت انک لا تسمع الموتی حتی قرأت الاٰیۃ۔ ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بدر کے کوئیں پر ٹھیر گئے اور فرمایا۔ کیا تم نے سچ پایا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا۔ پھر فرمایا بے شک اب وہ سُنتے ہیں جو میں کہتا ہوں۔ یہ حدیث ابن عمر جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ذکر کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یوں فرمایا تھا کہ اب وہ بیشک جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ درست ہے۔ پھر حضرت صدیقہ رضنے یہ آیت پڑھی۔

انک لاتسمع الموتی الآیۃ انتہی۔

# جواب

حضرت ابن عمر اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما ہر دو حاضر موقعہ نہ تھے۔ اگرچہ دیگر صحابہ کرام کی روایتیں حضرت ابن عمر کی روایت کے موافق ہیں۔ اور اُن میں سے بعضے مثلاً حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم اُس موقع پر حاضر بھی تھے۔ مگر چونکہ صحابی کی حدیث مرسل مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس لئے محض حضور و غیبت کی بنا پر ہم ایک روایت کو دوسری پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ توضیح مطلب کے لئے دو اور روائتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ عن ابی طلحۃ ان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امر یوم بدر باربعۃ وعشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث مخبث وکان اذا ظہر علی قوم اقام بالعرصۃ ثلاث لیال فلما کان ببدر الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیہا رحلہا ثم مشی واتبعہ اصحابہ وقالوا ما نری ینطلق الا لبعض حاجتہ حتی قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیہم باسمائہم واسماء آبائہم یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر یارسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح لہا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم۔ قال قتادۃ احیاہم اللہ حتی اسمعہم قولہ توبیخا وتصغیرا ونقمۃ وحسرۃ وندما۔ (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی)

ترجمہ۔ حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن سرداران قریش میں سے چوبیس کے لئے حکم دیا۔ پس وہ بدر کے کوؤں میں سے ایک پلید و پلید کنندہ کوئیں میں ڈال دیئے گئے۔ جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم

کسی قوم پر غالب آتے تو میدانِ جنگ میں تین روز قیام فرمایا کرتے۔ لہذا جب بدر میں آپ کو تیسرا روز ہوا تو سواری پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا۔ پس کجاوہ کس دیا گیا۔ پھر آپ روانہ ہوئے۔ اور آپ کے اصحاب آپ کے پیچھے چلے۔ اور کہنے لگے۔ ہمارے خیال میں تو حضور کسی حاجت کے لیئے چلے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ اُس کوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ اور اُن مُردوں کو اُن کے نام اور اُن کے باپ دادوں کے نام لے کر یوں پکارنے لگے۔ اے فلاں بیٹے فلاں کے۔ اے فلاں بیٹے فلاں کے۔ کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم خدا ور رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے بے شک ہم نے تو راست و درست پایا جو اللہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ان جسموں سے کیا باتیں کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سُنتے۔ حضرت قتادہ نے (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں) کہا کہ اللہ نے ان کو زندہ کر دیا۔ یہاں تک کہ اُن کو آپ کا قول سُنا دیا تاکہ ان کو سرزنش ذلت نقمت اور حسرت و ندامت ہو انتہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا عفان ثنا حماد عن ثابت عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک قتلی بدر ثلاثة ایام حتی جیفوا ثم اتاھم فقام علیھم فقال یا امیة بن خلف یا ابا جھل بن ھشام یا عتبة بن ربیعة یا شیبة بن ربیعة ھل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا فانی قد وجدت ما وعدنی ربی حقا قال فسمع عمر صوتہ فقال یا رسول اللہ اتنادیھم بعد ثلاث وھل یسمعون یقول اللہ عز وجل انک لا تسمع الموتیٰ فقال والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع منھم ولکنھم لا یستطیعون ان یجیبوا (مسند امام احمد بن حنبل۔ جزء ثالث۔ ص۲۸۷)۔ ترجمہ۔ حدیث کی ہم کو عبد اللہ نے کہ حدیث کی مجھ کو میرے باپ نے کہ حدیث کی ہم کو عفان نے کہ حدیث کی

ہم کو حماد نے ثابت سے اور ثابت نے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولوں کو تین دن پڑا رہنے دیا یہانتک کہ وہ مُردار بن گئے۔ پھر آپ اُن کے پاس تشریف لائے۔ اور کھڑے ہو کر یوں خطاب فرمایا۔ اے امیہ بن خلف۔ اے ابوجہل بن ہشام اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ کیا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ میں نے راست و درست پایا جو میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے آپ کی یہہ آواز سُنکر عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا آپ تین دن کے بعد ان کو پکارتے ہیں۔ اور کیا وہ سُنتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے۔ "تحقیق تو نہیں سُنا سکتا مُردوں کو۔" آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ انتہے۔

روایاتِ بالا سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا آیت میں موتے کو اس کے حقیقی معنی یعنی مُردہ بدن پر محمول فرماتی ہیں۔ لہذا گوش بدن کے ساتھ سماع سے انکار کرتی ہیں۔ بنابریں روایت ابن عمر میں حضرت صدیقہ کے قول میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہہ کہ آپ نے حدیث میں تاویل کی۔ جس کا جواب یہہ ہے کہ اُسوقت وہ کفار مُردہ نہ تھے بلکہ بوجہ اعادۂ روح زندہ تھے جیسا کہ حضرت قتادہ کے قول سے ظاہر ہے۔ اس لئے وہ اُسوقت گوش بدن کے ساتھ سُن رہے تھے۔ اور دوسرا احتمال یہہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو روایت لیعلمون کسی دوسرے صحابی سے پہنچی۔ اس صورت میں بھی یہہ روایت حضرت ابن عمر کی روایت کے منافی نہیں کیونکہ علم عموماً سماع کے بعد حاصل ہوا کرتا ہے۔ مگر حضرت صدیقہ نے اُسے آیت قرآنی کے منافی خیال کر کے راوی کی غلطی پر محمول فرمایا۔ اور لیعلمون کو صحیح تصور کیا کیونکہ علم روح کا وصف ہے لیکن اس اجتہاد میں وہ مصیب نہ تھیں کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیقہ والی دلیل حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جیسا کہ روایت

ابو طلحہ اور روایت انس سے ظاہر ہے۔ تو حضور نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ یعنی جس طرح تم گوش بدن سے سنتے ہو اسی طرح وہ بھی گوش بدن سے سن رہے ہیں۔ مگر وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے کہ جسے جن و انس سنیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں سماع کے ساتھ جو الآن (اب) کی قید ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ وقت اُن کفار کے سوال کا تھا۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ مردے موت کے بعد سات روز تک ابتلاء میں رہتے ہیں۔ چنانچہ حیوۃ الحیوان للدمیری (جزء ثانی۔ صـ ۲۴۳) میں ہے۔ روی احمد عن طاؤس فی کتاب الزھد انہ قال ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعۃ ایام فکانوا یستحبون ان یطعم عنھم تلک الایام۔ یعنی امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت طاؤس[۱] سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مردے سات دن اپنی قبروں میں آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں اس لئے صحابہ کرام سات دن میت کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے۔ انتھی۔ امام نووی شافعی حدیث زیر بحث کے تحت میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ قال المازری قال بعض الناس المیت یسمع عملا بظاھر ھذا الحدیث ثم انکرہ المازری وادعی ان ھذا خاص فی ھؤلاء ورد علیہ القاضی عیاض وقال یحمل سماعھم علی ما یحمل علیہ سماع الموتی فی احادیث عذاب القبر وفتنۃ التی لا مدفع لھا وذلک باحیائھم او احیاء جزء منھم یعقلون بہ ویسمعون فی الوقت الذی یرید اللہ ھذا کلام القاضی وھو الظاھر المختار الذی تقتضیہ احادیث السلام علی القبور واللہ اعلم (شرح مسلم للنووی۔ مطبوعہ انصاری دہلی۔ جلد ثانی۔ صـ ۳۸۷)۔ ترجمہ مازری نے کہا کہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کر کے بعض لوگوں نے کہا کہ مردہ سنتا ہے۔ پھر مازری نے اس سے انکار کر دیا

---

[۱] حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ ۱۰۶ھ میں یوم ترویہ سے ایک روز پہلے مکہ مشرفہ میں بحالت حج آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ نے چالیس حج کئے اور مجاب الدعوات تھے۔

اور دعوے کیا کہ یہہ سُننا اُن کفار سے خاص تھا۔ اور قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ)
نے مازری کی تردید کی اور کہا کہ ان کفار کا سننا اسی پر محمول ہوگا کہ جس پر سماع
موتے عذاب قبر اور اہل فتنۂ قبر کی حدیثوں میں محمول ہوتا ہے۔ اور قبر میں سُننا
مُردوں کے زندہ کرنے یا ان کے کسی جزء کے زندہ کرنے سے ہوتا ہے جس سے
وہ سمجھ لیتے ہیں اور سن لیتے ہیں جسوقت اللہ تعالے چاہتا ہے۔ یہہ قاضی کا
کلام ہے۔ اور یہی ظاہر و مختار ہے جیسے قبروں پر سلام کی حدیثیں چاہتی ہیں۔
واللہ اعلم انتہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ کا قول بالکل درست ہے۔
پس تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو اگر انکار
تھا تو سماع جسمانی سے جو گوش بدن کے ساتھ ہو۔ ورنہ روح کے سماع سے تو کسی کو
بھی کسی وقت انکار نہیں۔ خود حضرت صدیقہ سماع روحانی کے ثابت کرنے والی
حدیثیں روایت فرماتی ہیں۔ چنانچہ آپ کی روایت سے یہہ حدیث پہلے آچکی ہے کہ جو
شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کو جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے۔ تو اس سے
میت کا دل بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اُٹھے مُردہ اس کا جواب دیتا ہے۔
اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وسلم سے میری شب نوبت ہوتی۔ تو حضور رات کے اخیر حصے میں بقیع کی
طرف نکل جاتے اور وہاں پہنچکر یوں خطاب فرماتے۔ السلام علیکم دار قوم
مؤمنین۔ الحدیث (سلام تم پر اے مومن گھر والو)۔ علاوہ ازیں ترمذی شریف
میں ابن ابی ملیکہ تابعی کی روایت سے مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہا کے حقیقی بھائی حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا انتقال مقام حُبشی[1]
میں ہوا تو ان کو مکہ معظمہ میں لاکر جنت المعلے میں دفن کردیا گیا۔ حضرت صدیقہ
رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ سے مکہ مشرفہ میں حج کو آئیں تو اپنے بھائی کی قبر پر زیارت

---

[1] حُبشی مکہ مشرفہ سے ۶ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کا نام ہے کذا فی معجم البلدان
لیاقوت الحموی ۱۲

کو گئیں۔ اور وہاں تمیم بن نویرہ کے دو شعر (جو اس نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے) پڑھکر یوں خطاب فرمایا۔ واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شہدتک ما زرتک (خدا کی قسم اگر میں آپ کے انتقال کے وقت حاضر ہوتی تو آپ وہیں دفن کئے جاتے جہاں آپ کا انتقال ہوا۔ اور اگر میں آپ کے انتقال کے وقت آپ کے پاس ہوتی تو آپ کی زیارت کو نہ آتی)۔ حضرت صدیقہ کا یہ فرمانا کہ آپ مکانِ موت میں دفن ہوتے۔ اس لئے تھا کہ مکانِ موت سے نقل کرنا خلاف سنت ہے۔ اور زیارت کو نہ آنا اس لئے فرمایا کہ زیارتِ قبر کو جانا عورتوں کے لئے کوئی واجب امر نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع روحانی کی ضرور قائل تھیں ورنہ اپنے بھائی کی قبر پر اس طرح خطاب نہ فرماتیں۔

ناظرین کو بیان بالا کی روشنی میں معلوم ہو گیا ہو گا کہ آیہ (انک لا تسمع الموتیٰ) اور (وما انت بمسمع من فی القبور) سماع موتے کے منافی نہیں۔ یہاں مزید توضیح کے لئے ان کی تفسیر کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے۔

| | |
|---|---|
| اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (نمل۔ ۶) | تو نہیں سنا سکتا مُردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکار جب پھریں پیٹھ دے کر۔ اور تو نہ دکھلا سکے اندھوں کو جب راہ سے بچلیں۔ تو تو سناتا ہے اس کو جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر۔ سو وہ حکم بردار ہیں۔ |
| وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ لا وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ لا وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ | اور برابر نہیں اندھا اور دیکھتا۔ اور نہ اندھیرا اور نہ اُجالا اور نہ سایہ اور نہ لو۔ اور برابر نہیں جیتے اور نہ مردے۔ اللہ سناتا ہے جس کو چاہے۔ |

| وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝ (فاطر - ۶) | اور تو نہیں سننے والا قبر میں پڑوں کو۔ تو تو یہی ہے ڈر کی خبر پہنچانے والا۔ |
| --- | --- |

ان آیتوں میں مُردوں اور قبر میں پڑوں سے مراد بطریق مجاز کفار ہیں۔ اور سباق اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اعمیٰ سے مراد کافر اور بصیر سے مراد مومن ہے۔ اور اندھیرے سے مراد کفر اور نور سے مراد ایمان ہے۔ اور سایہ سے مراد بہشت اور لُو سے مراد دوزخ ہے۔ اور زندوں سے مراد مومن اور مُردوں سے مراد کفار ہیں۔ پس من فی القبور سے مجازاً کفار مراد ہیں اور نفی سمع سے مراد سماع قبول وانتفاع کی نفی ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ کفار وعظ و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے جس طرح کہ مُردے فائدہ نہیں اُٹھاتے کیونکہ ان کے لئے فائدہ اُٹھانے کا وقت دنیوی زندگی ہی تھی۔ موت کے بعد ماننے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تفسیر مدارک میں انک لا تسمع الموتی کے تحت میں ہے۔ لما کانوا لا یعون ما یسمعون ولا به ینتفعون شبهوا بالموتی یعنی چونکہ کفار جو کچھ سُنتے تھے اسے یاد نہ رکھتے تھے اور نہ اس سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اس لئے مُردوں کے ساتھ تشبیہ دئے گئے انتہے۔ علامہ شیخ محمد طاہر صدیقی حنفی (متوفی ۹۸۱ھ) مجمع البحار میں لکھتے ہیں۔ انک لا تسمع الموتی أی لا تقدر ان توفق الکفار لقبول الحق یعنی تو کفار کو قبول حق کی توفیق نہیں دے سکتا انتہے۔ علامہ ابن قیم نے مقتولین بدر کی بحث میں یوں تحریر کیا ہے۔

واما قوله تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور فسیاق الآیة یدل علی ان المراد منها ان الکافر المیت القلب لا تقدر علی اسماعه اسماعا ینتفع به کما ان من فی القبور لا تقدر علی اسماعهم اسماعا ینتفعون به ولم یرد سبحانه ان اصحاب القبور لا یسمعون شیئا البتة کیف وقد اخبر النبی صلی الله علیه وسلم انهم یسمعون خفق نعال المشیعین و اخبر ان قتلی بدر سمعوا کلامه وخطابه وشرع السلام علیهم بصیغة الخطاب للحاضر الذی یسمع واخبر ان من سلم علی اخیه المومن رد علیه السلام

وهذہ الآیة نظیر قوله انك لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولّوا مدبرین۔ وقد یقال نفی اسماع الصم مع نفی اسماع الموتی یدل علی ان المراد عدم اهلیة کل منهما للسماع وان قلوب هؤلاء لما کانت میتة صماء کان اسماعها ممتنعا بمنزلة خطاب المیت والاصم وهذا حق ولکن لا ینفی اسماع الارواح بعد الموت اسماع توبیخ وتقریع بواسطة تعلقها بالابدان فی وقت ما فهذا غیر الاسماع المنفی واللہ اعلم وحقیقة المعنی انك لا تستطیع ان تسمع من لم یشاء اللہ ان یسمعه ان انت الا نذیر ای انما جعل اللہ لك الاستطاعة علی الانذار الذی کلفك ایاہ لا علی اسماع من لم یشاء اللہ اسماعه (کتاب الروح۔ ص۱۷) ترجمہ آیت وما انت بمسمع من فی القبور کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ مُردہ دل کافر کو ایسا سُنا نا نہیں سنا سکتے جس سے وہ فائدہ اُٹھائے جیسا کہ آپ مُردوں کو ایسا سُنانا نہیں سنا سکتے جس سے وہ فائدہ اُٹھائیں۔ اللہ پاک کی یہ مراد نہیں کہ اہل قبور کوئی شئے بالکل سُنتے ہی نہیں۔ یہ مراد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ مردے جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سن لیتے ہیں۔ اور آپ نے خبر دی ہے کہ جنگ بدر کے مقتولین نے آپ کا کلام و خطاب سُنا۔ اور آپ نے اہل قبور پر سلام کا حکم دیا جس طرح حاضر کو جو سُنتا ہو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور آپ نے خبر دی ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر سلام کہتا ہے وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہ آیت دوسری آیت (انك لا تسمع الموتی) کی نظیر ہے۔ اور کبھی کہا جاتا ہے کہ بہروں کو سُنانے کی نفی مُردوں کو سُنانے کی نفی کے ساتھ ملکر دلالت کرتی ہے کہ مُراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک سُننے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ کفار کے دل چونکہ مُردہ اور سخت ٹھوس ہیں۔ اُن کا سنانا ممتنع بمنزلہ مُردے اور بہرے کے خطاب کے ہے۔ یہ درست ہے مگر اُس سے اس اسماع (سنانے) کی نفی نہیں ہو سکتی

جو روحوں کو بواسطہ تعلق بدن[1] کسی وقت توبیخ وملامت کے لئے کیا جائے - یہہ اسماع اور ہے اور اسماع منفی اور ہے واللہ اعلم - اور آیت کے حقیقی معنے یہہ ہیں کہ آپ نہیں سنا سکتے اُس شخص کو جسے اللہ سُنانا نہ چاہے - آپ تو نذیر ہی ہیں یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کو انداز کے ساتھ مکلف کیا ہے اور اسی کی استطاعت دی ہے نہ کہ اسماع کی ایسے شخص کو جس کا اسماع اللہ نے نہیں چاہا انتہے - پس ثابت ہوا کہ ان آیتوں میں سماع خاص (سماع انتفاع) کی نفی ہے نہ کہ مطلق سماع کی - اگر سباق وسیاق سے قطع نظر کر کے سماع مطلق کی نفی تسلیم کر لی جائے - تو ہم کہیں گے کہ یہہ نفی مُردوں اور قبر میں پڑوں سے ہے - اور وہ کیا ہیں - اجسام بے روح - چنانچہ شاہ عبد القادر صاحب موضح القرآن میں زیر آیت وما انت بمسمع من فی القبور لکھتے ہیں - "حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سُنتے ہیں - بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے - اس کی حقیقت یہہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سُن سکتا" ان آیتوں کی تاویل میں علمائے کرام کے اور اقوال بھی ہیں جو نظر بر اختصار یہاں نقل نہیں کئے گئے +

قصۂ بدر سے ملتے جلتے دو اور قصے خود کلام اللہ شریف میں مذکور ہیں اور وہ یہہ ہیں -

| | |
|---|---|
| وَقَالُوا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ○ (اعراف - ع ۱۰) | اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جو وعدہ دیتا ہے اگر تو بھیجا ہوا ہے - پھر پکڑا ان کو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے - پھر اُلٹا پھرا ان سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور بھلا چاہا تمہارا لیکن تم نہیں چاہتے بھلا چاہنے والوں کو - |

[1] ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے وقت مقتولین بدر بوجہ اعادہ روح زندہ تھے اور انہوں نے گوش بدن سے آپ کا کلام سُنا ۱۲

ان آیتوں میں حضرت صالح علےٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام اپنی قوم سے ان کی لاشوں کے پاس کھڑے ہوکر زندہ حاضرین کی طرح خطاب فرماتے ہیں۔ اگر وہ سنتے نہ تھے۔ تو خطاب عبث ٹھیرتا ہے۔ جس سے انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام یقیناً پاک و منزہ ہیں۔ اسی طرح حضرت شعیب علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے ان کے ہلاک ہونے کے بعد لاشوں کے پاس کھڑے ہوکر زندوں کی طرح خطاب فرمایا جو کلام اللہ شریف میں یوں وارد ہے۔

| | |
|---|---|
| فَتَوَلّٰی عَنۡہُمۡ وَ قَالَ یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَکُمۡ ۚ فَکَیۡفَ اٰسٰی عَلٰی قَوۡمٍ کٰفِرِیۡنَ ۝ (اعراف - ع ۱۱) | پھر اُلٹا پھرا اُن سے اور بولا اے قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور بھلا چاہا تمہارا۔ اب کیا غم کھاؤں نہ ماننے لوگوں پر۔ |

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ واخرج عبد بن حمید وابو الشیخ عن قتادۃ فتولی عنھم وقال یٰقوم لقد ابلغتکم رسالات ربی ونصحت لکم قال ذکر لنا ان نبی اللہ شعیبًا اسمع قومہ وان صالحا اسمع الحدیث (در منثور جزء ثالث - ص ۱۰۳)۔ ترجمہ۔ عبد بن حمید (متوفی ۲۴۹ھ) اور ابو الشیخ (متوفی ۳۵۴ھ) نے روایت کیا کہ حضرت قتادہ (متوفی ۱۱۷ھ) نے آیہ فتولی عنھم کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ اللہ کے پیغمبر شعیب نے اپنی قوم کو سُنا دیا اور حضرت صالح نے اپنی قوم کو سُنا دیا جیسا کہ سنا دیا اللہ کی قسم حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنی قوم کو انتہی۔ حضرت عبد بن حمید وہ بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تفسیر میں کتاب لکھی (مرقات شرح مشکوٰۃ۔ جزء اول۔ ص ۳۴۳) ۔ اور حضرت قتادہ تابعی ہیں جو فقہ و تفسیر و حفظ میں یگانہ روزگار ہونے کے علاوہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مقتولین بدر کے گوشت بدن سے سننے کے راویوں میں سے ہیں۔

پس اے برادران اسلام ہم قرآن کریم کی آیات بالا آپ کے آگے پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی عرض کرتے ہیں کہ سب سے پہلی کتاب تفسیر میں حضرت قتادہ تابعی کی روایت سے ان آیتوں کی تفسیر میں یہہ امر مذکور ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا (ذکر کرنے والے کون؟ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین) کہ حضرت شعیب اور حضرت صالح علے نبینا و علیہما الصلاۃ والسلام نے اپنی اپنی قوموں کو (جو بوجہ نافرمانی قہر خدا سے ہلاک ہو کر سامنے پڑی تھیں) اپنا کلام سنا دیا جس طرح کہ سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم اپنی قوم کے مقتولین کو میدان بدر میں سُنا دیا تھا۔ اور یہہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ مقتولین بدر کا سماع جسمانی تھا یعنی ان کی روحوں نے گوش بدن کے ساتھ سُنا تھا جیسا کہ ہم دنیا میں سنتے ہیں[1]۔ اور اب یہاں ثابت ہوا کہ حضرت صالح اور حضرت شعیب علے نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کی ہلاک شدہ قوموں کا سماع بھی جسمانی تھا۔ اور یہہ بھی پہلے آ چکا ہے کہ سماع روحانی سے تو کسی کو انکار ہی نہیں۔ اب بتلائیے کہ سماع موتےٰ کا (اُنہی معنے میں جو بیان ہو چکے ہیں) اور کیا ثبوت درکار ہے ؎

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

اب ہم کتب فقہ کی اُن عبارتوں سے بحث کرتے ہیں جن سے ہمارے بعض حنفی بھائی مغالطہ کھاتے ہیں اور برعکس نتائج نکالتے ہیں۔ وہ عبارتیں یہہ ہیں:-

۱- (ومن قال لآخر ان ضربتك فعبدی حر فمات فضربه فهو علی الحیاة) لان الضرب اسم لفعل مؤلم یتصل بالبدن والایلام لا یتحقق فی المیت ومن یعذب فی القبر توضع فیه الحیاة فی قول العامة

---

[1] طبرانی میں مقتولین بدر کی نسبت حدیث ابن مسعود میں بسند صحیح وارد ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون یعنی وہ سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو۔ لیکن وہ جواب نہیں دیتے (زرقانی علی المواہب جزء اول ۔ صفحہ ۳۳۴) ۱۲

(وکذلک الکسوۃ) لانہ یراد بہ التملیک عند اطلاق ومنہ الکسوۃ فی الکفارۃ وھو من المیت لایتحقق الا ان ینوی بہ الستر وقیل بالفارسیۃ ینصرف الی اللبس (وکذا الکلام والدخول) لان[1] المقصود من الکلام الافہام والموت ینافیہ والمراد من الدخول علیہ زیارتہ وبعد الموت یزار قبرہ لاھو (ھدایہ- باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ)

۲- (قولہ وکذا الکلام) یعنی اذا حلف لایکلمہ اقتصر علی الحیاۃ فلو کلمہ بعد موتہ لایحنث لان المقصود منہ الافہام والموت ینافیہ فانہ لایسمع فلا یفہم واورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاھل القلیب قلیب بدر ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا فقال عمر رضی اللہ عنہ اتکلم الموتی یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع ما اقول من ھؤلاء او منہم واجیب بانہ غیر ثابت یعنی من جہۃ المعنی والا فہو فی الصحیح وذلک بسبب ان عائشۃ رضی اللہ عنہا ردتہ بقولہ تعالی وما انت بمسمع من فی القبور انک لاتسمع الموتی وبانہ انما قالہ علی وجہ الموعظۃ للاحیاء لا لافہام الموتی کما روی عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال السلام علیکم دار قوم مومنین اما نساؤکم فنکحت واما اموالکم فقسمت واما دورکم فقد سکنت فہذا خبرکم عندنا فما خبرنا عندکم وبانہ مخصوص باولئک تضعیفا للحسرۃ علیہم لکن بقی انہ روی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المیت لیسمع نعالہم اذا انصرفوا ولینظر فی کتاب الجنائز من ھذا الشرح (فتح القدیر مطبوعہ مصر- جزء رابع- ص۳۶۱)

۳- (اذا احتضر الرجل وجہ الی القبلۃ علی شقہ الایمن ولقن الشہادتین

---

[1] مبسوط سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) میں ہے فان المقصود من الکلام الافہام وذلک لایحصل بعد الموت (جزء تاسع- باب القضا فی الیمین ص۳)

لقوله صلی الله علیه وسلم لقنوا موتاکم شهادة ان لا اله الا الله والمراد الذی قرب من الموت (هدایہ- باب الجنائز)

۳۴- (قوله والمراد الذی قرب من الموت) مثل لفظ القتیل فی قوله علیه السلام من قتل قتیلا فله سلبه واما التلقین بعد الموت وهو فی القبر فقیل یفعل لحقیقة ما رویناه ونسب الی اهل السنة والجماعة وخلافه الی المعتزلة وقیل لا یؤمر به ولا ینهی عنه ویقول یا فلان یا ابن فلان اذکر دینک الذی کنت علیه فی دار الدنیا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ولا شک ان اللفظ لا یجوز اخراجه عن حقیقته الا بدلیل فیجب تعیینه وما فی الکافی من انه ان کان مات مسلما لم یحتج الیه بعد الموت والا لم یفد یمکن جعله الصارف یعنی ان المقصود منه التذکیر فی وقت تعرض الشیطان وهذا لا یفید بعد الموت وقد یختار الشق الاول والاحتیاج الیه فی حق التذکیر لتثبیت الجنان للسؤال فنفی الفائدة مطلقا ممنوع نعم الفائدة الاصلیة منتفیة وعندی ان مبنی ارتکاب هذا المجاز هنا عند اکثر مشائخنا هو ان المیت لا یسمع عندهم علی ما صرحوا به فی کتاب الایمان فی باب الیمین بالضرب لو حلف لا یکلمه فکلمه میتا لا یحنث لانها تنعقد علی ما بحیث یفهم والمیت لیس کذلک لعدم السماع وارد وقوله صلی الله علیه وسلم فی اهل القلیب ما انتم باسمع لما اقول منهم واجابوا تارة بانه مردود عن عائشة رضی الله عنها قالت کیف یقول صلی الله علیه وسلم ذلک والله تعالی یقول وما انت بمسمع من فی القبور انک لا تسمع الموتی و تارة بان تلک خصوصیة له صلی الله علیه وسلم معجزة وزیادة حسرة علی الکافرین وتارة بانه من ضرب المثل کما قال علی رضی الله عنه و یشکل علیهم ما فی مسلم ان المیت لیسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا اللهم الا

ان یخصوا ذلک باول الوضع فی القبر مقدمة للسوال جمعا بینه و
بین الایتین فانهما یفید ان تحقیق عدم سماعهم فانه تعالی شبه الکفار
بالموتی لافادة تعذر سماعهم وهو فرع عدم سماع الموتی الا انه علی هذا
ینبغی التلقین بعد الموت لانه یکون حین ارجاع الروح فیکون حینئذ
لفظ موتاکم فی حقیقته وهو قول طائفة من المشائخ اوهو مجاز باعتبار
ماکان نظراً الی انه الآن حی اذلیس معنی الحی الامن فی بدنه الروح و
علی کل حال یحتاج الی دلیل آخر فی التلقین حالة الاحتضار (فتح
القدیر - جزء ثانی - صفحہ ۶۹)

# ترجمہ

۱ - (اور جس نے کہا دوسرے سے کہ اگر میں تجھ کو ماروں - تو میرا غلام آزاد ہے -
پس وہ دوسرا مرگیا اور اس نے اس کو مارا - پس یہہ قسم حیات پر مقصور ہوگی)
کیونکہ ضرب نام ہے درد پہنچانے والے کے فعل کا جو بدن سے متصل ہو - اور درد
پہنچانا مردے میں ثابت نہیں ہوتا - اور قبر میں جو عذاب دیا جاتا ہے تو اس میں
عامہ مشائخ کے نزدیک حیات ڈالی جاتی ہے (اور یہی حکم ہے کسوت کا) کیونکہ
اطلاق کے وقت اس سے مراد تملیک ہوتی ہے - اور اسی سے ہے کفارہ میں
کسوت - اور یہہ مردے میں ثابت نہیں ہوتی مگر یہہ کہ اس سے نیت ستر کی ہو - اور
کہا گیا ہے کہ فارسی میں یہہ قسم پہنانے پر محمول ہوگی (اور ایسا ہی حکم ہے کلام اور
دخول کا) کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے - اور
دخول سے مراد اس کی زیارت ہے - اور موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کی جاتی
ہے نہ کہ اس کی (ہدایہ - باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ)
۲ - (قولہ اور ایسا ہی حکم ہے کلام کا) یعنی جب قسم کھائے کہ اس سے کلام نہ کرے گا
تو یہہ قسم حیات پر مقصور ہوگی - پس اگر اس سے موت کے بعد کلام کرے گا - تو

حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ کلام سے مقصود سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے اس لئے کہ مردہ سُنتا نہیں پس سمجھتا نہیں۔ اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہ بدر والوں سے فرمایا۔ کیا تم نے راست و درست پایا جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا آپ مُردوں سے کلام فرما رہے ہیں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میرے کلام کو ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ اور اس اعتراض کا جواب بدیں طور دیا گیا ہے کہ یہ حدیث معنی کی جہت سے ثابت نہیں۔ ورنہ ہے تو صحیح میں۔ اور اس کا نہ ثابت ہونا اس سبب سے ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے اللہ تعالےٰ کے قول (وما انت بمسمع من فی القبور۔ انک لا تسمع الموتی) سے رد کیا ہے۔ اور بدیں طور کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے زندوں کے لئے نصیحت کے طور پر فرمایا نہ کہ مردوں کے سمجھانے کے لئے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "سلام تم پر اے گھر والو مومنو! ۔ تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے۔ اور تمہارے گھروں میں اور آباد ہو گئے ہمارے پاس تمہاری خبر تو یہ ہے۔ ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے؟" اور بدیں طور کہ یہ ان کفار کے ساتھ خاص ہے تا کہ حسرت زیادہ ہو۔ مگر یہ حدیث باقی رہگئی کہ مردہ جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ واپس آتے ہیں۔ اس کی بابت اس شرح کی کتاب الجنائز میں دیکھنا چاہیئے۔ (فتح القدیر۔ جزء رابع صفحہ ۱۰۴)

۳۔ (جب آدمی مرنے کے قریب ہو۔ تو اسے دائیں پہلو پر قبلہ رو کر دینا چاہیئے اور اسے شہادتین کی تلقین کرنی چاہیئے) کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اپنے مُردوں کو شہادت لا الہ الا اللہ تلقین کرو۔ اور موتیٰ سے مراد قریب الموت ہے۔ (ہدایہ۔ باب الجنائز)

۴۔ (قولہ اور موتےٰ سے مراد قریب الموت ہے) جیسا کہ لفظ قتیل اس حدیث میں

کہ جو کسی قتیل کو قتل کرے۔ تو اُس کے لئے اس کا اسباب ہے۔ رہی تلقین موت کے بعد قبر میں۔ سو کہا گیا ہے کہ کرنی چاہیئے کیونکہ حدیث میں موتے حقیقی معنے پر محمول ہے۔ اور موت کے بعد تلقین اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا خلاف معتزلہ کی طرف منسوب ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ نہ اس کا امر کرنا چاہیئے اور نہ اس سے روکنا چاہیئے۔ اور یہہ یوں کرنی چاہیئے۔ اے فلاں اے بیٹے فلاں کے یاد کر اپنے دین کو جس پر تو دنیا میں تھا یعنی گواہی اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں اور حضرت محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ لفظ موتے کا بلا دلیل اپنے حقیقی معنے سے نکالنا جائز نہیں۔ اس لیے حقیقی معنے ہی لینے چاہئیں۔ اور یہہ قول جو کافی میں ہے کہ اگر مسلمان مرا تو اسے موت کے بعد تلقین کی حاجت نہیں۔ ورنہ مفید نہیں اس کو قرینہ صارفہ بنانا ممکن ہے۔ یعنی تلقین سے مقصود یہہ ہے کہ شیطان کے تعرض کے وقت یاد دلایا جائے۔ اور یہہ موت کے بعد مفید نہیں۔ اور کبھی پہلی شق اختیار کی جاتی ہے۔ اور اس کی حاجت تذکیر کے حق میں ہے تاکہ سوال منکر و نکیر کے لئے دل ثابت رہے۔ پس یہہ کہنا کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ممنوع ہے۔ ہاں اصلی فائدہ نہیں اور میرے نزدیک یہہ ہے کہ یہاں اس مجاز کے ارتکاب کا مبنے ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک یہہ ہے کہ مردہ ان کے نزدیک سنتا نہیں جیسا کہ اُنہوں نے کتاب الایمان فی باب الیمین فی الضرب میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ دوسرے شخص سے کلام نہ کرے گا۔ پس دوسرا شخص مر گیا اور اس نے موت کے بعد اس سے کلام کیا۔ تو یہہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ قسم اس پر منعقد ہوئی تھی جو سمجھتا تھا۔ اور مردہ ایسا نہیں اس لئے کہ سُنتا نہیں۔ اور اس پر یہہ اعتراض کیا گیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے چاہ بدر والوں کی نسبت فرمایا تھا کہ تم میرے کلام کو ان سے زیادہ نہیں سُنتے۔ ان مشائخ نے کبھی تو اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے رد کیا اور فرمایا۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہہ کیونکر فرما سکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وما انت بمسمع من فی القبور انک لاتسمع الموتیٰ۔ اور کبھی یوں جواب دیا ہے کہ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاص معجزہ اور کافروں پر زیادہ حسرت ہے۔ اور کبھی یوں کہ یہہ از قبیل ضرب المثل ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اور ان پر اس حدیث مسلم کا جواب مشکل ہے کہ مردہ جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سُنتا ہے جس وقت وہ واپس آتے ہیں۔ یا اللہ اس اعتراض سے تخلصی نہیں مگر یہہ کہ وہ اِس سماع کو سوال کے لئے بطور مقدمہ کے قبر میں پہلے رکھنے سے خاص کر دیں۔ تاکہ اس حدیث اور ان دو آیتوں کے درمیان تطبیق ہو جائے۔ کیونکہ وہ دو آیتیں مُردوں کا نہ سُننا ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے کفار کو موتے کے ساتھ تشبیہہ دی تاکہ کفار کے عدم سماع کا افادہ ہو اور یہہ مُردوں کے عدم سماع کی فرع ہے۔ مگر اس تقدیر پر موت کے بعد تلقین کرنی چاہیئے کیونکہ یہہ روح کے اعادے کے وقت ہوگی پس اس وقت لفظ موتے اپنے حقیقی معنوں میں ہوگا اور یہہ مشائخ کے ایک گروہ کا قول ہے۔ یا یہہ مجاز ہے باعتبار سابق اس امر کو مدنظر رکھکر کہ اب وہ زندہ ہے۔ کیونکہ زندہ کے معنے وہی ہیں جس کے بدن میں روح ہو۔ اور ہر حال میں قرب موت پر تلقین کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت ہے۔ (فتح القدیر۔ جزو ثانی۔ صہ ۶۸-۶۹)

عبارت (ا) میں موت کے بعد ایلام وکلام متحقق نہ ہونے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے۔ وہ قریب قریب انہی الفاظ میں ہدایہ کی شرحوں عنایہ وکفایہ اور کنز الدقائق کی شروح ریعی عینی بحر و مستخلص میں اور کافی شرح وافی اور ردالمحتار حاشیہ در مختار میں بھی درج ہے مگر یہاں میت سے مراد جسم مُردہ ہے جس میں سے روح پرواز کر چکی ہو۔ اس تقریر کے موافق روہ بدن کو نہ الم پہنچ سکتا ہے اور نہ یہہ سن سکتا ہے۔ یہاں یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کو عذاب قبر جس پر

اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب کے لئے یہہ بتایا
گیا ہے کہ عذاب قبر کے لئے عامۂ مشائخ کے نزدیک اس میں حیات ڈالی جاتی ہے ۔ لیکن
اس پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مقتولین بدر کی لاشوں کی نسبت حضور علیہ الصلاۃ
والسلام نے یوں فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ اس کا جواب بصیغہ تمریض
علامہ ابن ہمام نے عبارت (۲) میں نقل کیا ہے ۔ عبارت (۳) میں قریب الموت
کی تلقین کے ثبوت میں صاحب ہدایہ نے حدیث میں لفظ موتے سے مراد مجازاً قریب
الموت بیان کی ہے۔ اس مجاز کے اختیار کرنے کی وجہ صاحب فتح القدیر نے اپنے
خیال کے موافق عبارت (۴) میں یہہ بیان کی ہے کہ چونکہ ہمارے اکثر مشائخ کے
نزدیک موتےٰ (اجسام مردہ) کو سماع نہیں ۔ لہذا موت کے بعد وہ تلقین متعذر
سمجھتے ہیں کیونکہ جب مردہ سنتا ہی نہیں تو تلقین کیسے کی جائے۔ چونکہ اس پر قصہ
مقتولین بدر وارد ہوتا تھا۔ اس لئے علامہ ابن ہمام نے ان مشائخ کے کئی جواب
نقل کئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حدیث مسلم کا جواب ان سے مشکل ہے ۔ بجز اس کے کہ اس
سماع کو بطور مقدمہ سوال قبر میں پہلے رکھنے سے خاص کریں تاکہ اس میں اور قرآن
کی دو آیتوں میں تطبیق ہو جائے ۔ مگر اس تقدیر پر موت کے بعد تلقین کرنی چاہیئے
کیونکہ یہہ وقت اعادۂ روح کا ہوتا ہے۔ پس موتے اپنے حقیقی معنے پر رہے گا۔
اور مشائخ کے ایک گروہ کا یہی قول ہے ۔ یا موتے بلحاظ حالت سابقہ کہا گیا اس لئے
کہ اب تو زندہ ہے کیونکہ زندہ کے یہی معنی ہیں کہ روح بدن میں ہو ۔ بہر حال قریب
الموت کی تلقین ثابت کرنے کے لئے کوئی اور دلیل چاہیئے کیونکہ حقیقی اور مجازی معنی
دونوں مراد نہیں ہو سکتے اور نہ دو مجازی مراد ہو سکتے ہیں اور نہ عموم مجاز کی صورت
بن سکتی ہے یہہ عبارات بالا کا خلاصہ مطلب ہے۔ ان میں مردہ بدن کے سماع کا
انکار پایا جاتا ہے ۔ ارواح کے سماع کا انکار نہیں ۔ اگر اسے تسلیم نہ کیا جائے اور یہی
اصرار کیا جائے کہ اکثر مشائخ حنفیہ قرآن وحدیث واجماع کے خلاف سماع ہوتے کے
منکر تھے اور سماع ہوتےٰ سے ان کی یہہ مراد تھی کہ موت کے بعد روح فنا ہو جاتی ہے۔

اور اُسے کچھ ادراک باقی نہیں رہتا - تو جواب میں یہہ کہا جائے گا کہ وہ مشائخ معتزلی الاصول حنفی الفروع تھے جو اجماع اہل سنت وجماعت میں داخل ہی نہیں - ایسے معتزلیوں کو بھی مشائخ مذہب میں شمار کیا گیا ہے - چنانچہ در مختار کتاب النکاح فصل محرمات میں تفسیر کشاف سے یہہ مسئلہ نقل کیا ہے کہ شہوت سے مساس وغیرہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک قائم مقام دخول کے ہے - اس پر علامہ شامی نے یوں لکھا ہے - فنقل ذالك عنه لان الزمخشری من مشائخ المذهب وهو حجة فی النقل (رد المحتار جزء ثانی - صـ۳۰۲) یعنی مصنف نے یہہ مسئلہ جار اللہ زمخشری سے نقل کیا کیونکہ زمخشری مشائخ مذہب سے ہے اور وہ نقل میں حجت ہے انتہے - اور یہہ قول بقید حوالہ اوپر مذکور ہوا کہ موت کے بعد تلقین اہل سنت وجماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا خلاف معتزلہ کی طرف منسوب ہے اور اکثر مشائخ کا موت کے بعد تلقین کو منع کرنا سماع موتے کے انکار پر مبنی ہے اور اہل سنت حدیث میں موتاکم کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں - پس یہہ اکثر مشائخ جو سماع موتے کے منکر ہیں اور اسی واسطے تلقین سے منع کرتے ہیں - معتزلہ نہیں تو کیا ہیں - ابتداء میں حنفیہ اور ایسے معتزلہ کا ارتباط بہت رہا ہے - اس لئے کسی حنفی عالم نے کسی معتزلی سے سُنکر یا کسی معتزلی کی تصنیف سے یہہ قول سہواً اپنی کتاب میں درج کر دیا - پھر دیگر علمائے حنفیہ بلا تنبیہ اُسے نقل کرتے رہے - چنانچہ بحر الرائق (جزء سادس - صـ۲۰۱) میں ہے - وقد يقع كثيرًا ان مؤلفًا يذكر شيئًا خطأً فی كتابه فياتی من بعده من المشائخ فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون لها واصلها لواحد مخطی یعنی کبھی ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک مؤلف کوئی بات غلطی سے اپنی کتاب میں ذکر کر دیتا ہے - اس کے بعد جو مشائخ آتے ہیں وہ اس عبارت کو بلا تغیر و تنبیہ کے نقل کرتے چلے جاتے ہیں - اس طرح اس کے نقل کرنے والے زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل میں ایک شخص کی غلطی ہوتی ہے انتہے - اسی مسئلۂ سماع کے متعلق

علامہ نسفی کو دیکھئے کہ تفسیر مدارک میں اللہ یتوفی الانفس الآیہ کی تفسیر میں سہواً جار اللہ زمخشری معتزلی کا قول لفظ بلفظ تفسیر کشاف سے نقل کر گئے جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ اسی واسطے علامہ علی القاری لکھتے ہیں کہ زمخشری نے کشاف میں اپنی عقاید کو اس طرح داخل کیا ہے کہ لوگوں کو پتہ نہیں لگتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اس کی تفسیر کا مطالعہ حرام فرمایا ہے (الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ص۸۰) غرض عدم سماع موتے بدیں معنے کہ موت کے بعد روح کے لئے سماع و ادراک باقی نہیں رہتا یقیناً معتزلہ کا قول ہے جو سہواً کتب حنفیہ میں درج ہو گیا۔ اور یہہ قباحت اس سے پیدا ہوئی کہ مشائخ حنفیہ ایسے حنفی الفروع معتزلہ کو اپنے مشائخ مذہب میں شمار کرتے رہے اور ان کی کتابوں سے بعض وقت نقل کرتے رہے۔ چنانچہ علامہ ابو محمد عبد القادر حنفی مصری (متوفی ۷۷۵ھ) نے جواہر مضیہ میں جو طبقات حنفیہ میں پہلی کتاب ہے ایسے معتزلہ کو مشائخ حنفیہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کیجاتی ہیں

(۱) بشر بن غیاث مریسی متوفی ۲۲۸ھ۔ معتزلی متکلم اور صاحب تصانیف ہیں۔ امام ابو یوسف سے اکثر روایت کرتے ہیں۔ مگر امام ممدوح ان کو اچھا نہ جانتے تھے۔ مذہب میں ان کے بعض اقوال عجیب ہیں۔ ان میں سے ایک یہہ ہے کہ گدھے کے گوشت کا کھانا جائز ہے۔ دوسرا یہہ کہ تمام عمر میں ترتیب واجب ہے۔ چنانچہ صاحب خلاصہ نے باب قضاء الفوائت میں ذکر کیا ہے۔ وربما شرط بعض الترتیب فی جمیع العمر۔ یہہ بعض یہی بشر مریسی ہیں (جزء اول۔ ص۱۶۵)۔ امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے۔ والرحمٰن لا افعل (رحمٰن کی قسم میں نہ کروں گا)۔ اس مسئلے میں اگر رحمٰن سے سورہ رحمٰن مراد رکھے۔ تو یمین نہ ہو گی۔ اگر مراد اللہ ہو۔ تو یمین ہو گی۔ اس مسئلے کو بلا تنبیہ یوں نقل کیا ہے کہ گویا یہہ مذہب ہے۔ حالانکہ یہہ تفصیل بشر مریسی کا قول ہے۔ اور مذہب یہہ ہے کہ یہہ یمین ہی ہے کیونکہ رحمٰن

میں نیت معتبر نہیں (رد المحتار - جزء ثالث - صہ۵۴)

(۲) اسماعیل بن علی بن الحسین ابو سعد السمان متوفی ۴۴۵ھ - امام المعتزلہ تھے - فقہ حنفیہ اور کلام میں امام تھے مشائخ زمانہ میں سے تین ہزار ان کے شاگرد تھے (جزء اول - صہ۱۵۶)

(۳) حسن بن عبد اللہ السیرافی النحوی متوفی ۳۶۸ھ - بغداد میں رہا کرتے تھے - اور علوم القرآن فقہ کلام وغیرہ کا درس دیا کرتے تھے - مگر معتزلی تھے (جزء اول - صہ۱۹۶)

(۴) عبد اللہ بن احمد بن محمود البلخی متوفی ۳۱۹ھ معتزلی متکلم ہیں - علم کلام میں ان کی تصانیف ہیں - مدت تک بغداد میں رہے اور وہیں ان کی کتابیں مشہور ہوئیں - پھر بلخ کو چلے گئے اور وہیں وفات پائی (جزء اول صہ۲۷۱)

(۵) عبد السلام بن محمد بن یوسف بن بندار متوفی ۴۸۸ھ - حنفی معتزلی ہیں اپنے اعتزال پر فخر کیا کرتے تھے - تفسیر میں محقق سمجھے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کی ایک تفسیر تین سو جلدوں میں لکھی جن میں سے سات میں فاتحہ کی تفسیر ہے (جزء اول - صہ۳۱۵)

(۶) عبد السید بن علی بن محمد المعروف بابن الزیتونی متوفی ۵۴۲ھ - معتزلی حنفی متکلم ہیں - علم کلام میں ان کی تصنیف ہے (جزء اول - صہ۳۱۶)

(۷) علی بن اسماعیل بن اسحاق الاشعری ۳۳۰ھ سے چند سال بعد فوت ہوئے - حنفی المذہب اور معتزلی الکلام ہیں - طائفہ اشعریہ انہی کی طرف منسوب ہے - امام ابوبکر باقلانی ان کے مذہب کے معاون ہیں (جزء اول - صہ۳۵۳)

(۸) محمد بن احمد بن حامد بن عبید البیکندی البخاری متوفی ۴۸۲ھ - معتزلہ کے طریق پر علم کلام سے واقف تھے - اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے منصور کے عہد میں بغداد کی طرف آئے - منصور نے بغداد میں داخل نہ ہونے دیا - مگر منصور کے مرنے پر بغداد میں آئے اور وفات تک وہیں رہے (جزء ثانی - صہ۸)

(۹) محمد بن ابی الحسن القفال الخوارزمی حنفی المذہب تھے۔ معتزلہ کے طریق پر اصول سے واقف تھے اور اسی پر مناظرہ کیا کرتے تھے (جزو ثانی۔ صـ ۱۳۱)

(۱۰) محمد بن شجاع الثلجی متوفی ۲۶۶ھ۔ امام حسن بن زیاد کے شاگرد ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔ اپنے وقت میں اہل عراق کے فقیہ تھے۔ مگر مذہب معتزلہ کی طرف میلان رکھتے تھے (ثانی۔ صـ ۶۰)

(۱۱) محمد بن عبد اللہ بن الحسین متوفی ۴۴۲ھ۔ نیشاپور میں قاضی اور اپنے وقت میں امام الحنفیہ تھے۔ مگر معتزلی المذہب تھے (ثانی۔ صـ ۶۴)

(۱۲) محمد بن عبد اللہ العسکری۔ خلیفہ مہدی کے لشکر کے قاضی تھے۔ مگر معتزلی تھے (ثانی۔ صـ ۶۲)

(۱۳) محمد بن عبد الرحمن الصبری متوفی ۳۳۰ھ مشہور معتزلی ہیں (ثانی۔ صـ ۷۸)

(۱۴) محمود بن عمر جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف متوفی ۵۳۸ھ۔ مشہور معتزلی الاصول ہیں۔ علم ادب میں ضرب المثل تھے (ثانی۔ صـ ۱۶۰)

(۱۵) ناصر بن ابی المکارم عبد السید بن علی المطرزی متوفی ۶۱۰ھ۔ فقہ و لغت و عربیۃ میں امام تھے۔ مگر بڑے معتزلی تھے۔ ان کو خلیفۂ زمخشری کہا کرتے تھے (ثانی۔ صـ ۱۹۰)۔

(۱۶) یحییٰ بن طاہر بن الحسین الدمشقی ابو سعد الرازی متوفی ۵۳۰ھ۔ اعتزال و تشیع کی طرف مائل تھے۔ اور اپنے چچا اسماعیل بن علی امام المعتزلہ کے شاگرد تھے (ثانی۔ صـ ۲۱۴)۔

حالات مذکورہ بالا میں اگر مسئلہ سماع موتے پر اعتزال کا رنگ آگیا۔ تو کچھ تعجب نہیں۔ اب ہم مسئلہ یمین پر مزید غور کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ جامع صغیر للامام محمد (متوفی ۱۸۹ھ) میں یوں ہے۔ محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہم رجل قال لآخران ضربتك فعبدی حر فمات فضربہ فان فھو علی الحیاۃ وکذلك الکسوۃ والکلام والدخول رباب الیمین فی القتل

(والضرب)۔ ترجمہ۔ امام محمد نے امام یعقوب (ابو یوسف) سے اور امام یعقوب
نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔
اگر میں تجھ کو ماروں۔ تو میرا غلام آزاد ہے۔ پس وہ دوسرا مر گیا اور اس شخص
نے اس کو مارا۔ فرمایا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کہ وہ یمین حیات پر مقصور
ہے۔ اور ایسا ہی حکم ہے کسوت اور کلام اور دخول کا انتہی۔ جامع الصغیر کا
یہی متن ہدایہ میں لیا گیا ہے اس مسئلے کا مبنے قواعد فقہیہ کے مطابق عرف پر ہے۔
چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں۔ الاصل ان الایمان مبنیۃ علی العرف
عندنا لا علی الحقیقۃ اللغویۃ کما نقل عن الشافعی رحمہ اللہ ولا علی الاستعمال
القرآنی کما عن مالک رحمہ اللہ ولا علی النیۃ مطلقا کما عن احمد رحمہ اللہ
(فتح القدیر۔ جزء رابع۔ باب الیمین فی الدخول والسکنی ص۳۷۷)
ترجمہ۔ اصل یہ ہے کہ قسمیں ہمارے نزدیک عرف پر مبنی ہوتی ہیں نہ کہ حقیقۃ
لغویہ پر جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ سے منقول ہے۔ اور نہ استعمال قرآنی پر
جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے اور نہ مطلقاً نیت پر جیسا کہ امام
احمد رحمۃ اللہ سے منقول ہے انتہی۔ لہذا یمین بالضرب یا یمین بالکلام کی صورت
میں یمین کے حیات پر مقصور ہونے کی یہ دلیل بیان کر دینی کافی تھی کہ چونکہ قسم
کا مبنے عرف پر ہوتا ہے۔ اور عرف میں کلام سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ زندہ کے
ساتھ ہو۔ اسی طرح ضرب سے مراد وہ ہوتی ہے جو زندہ پر واقع ہو۔ اس لئے
اگر موت کے بعد کلام کرے گا یا مارے گا۔ تو حانث نہ ہوگا۔ مگر بجائے اس کے
شرحوں میں وہ عبارتیں نقل ہوتی چلی آئیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اگر مذکورہ بالا
طریق تطبیق کو جو فی الجملہ اطمینان بخش ہے تسلیم نہ کیا جائے۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا
کہ یہ قول معتزلہ سہواً شرحوں میں درج ہوتا چلا آیا ہے جسے علامہ ابن ہمام
نے اکثر مشائخ حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو موت کے بعد
تلقین کے مانع ہیں۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو قبر میں اعادۂ روح کو نہیں مانتے

جیسا کہ کتاب المسامرہ سے پہلے نقل ہوا۔ یہ وہی مشائخ ہیں جنہوں نے حدیث صحیحین کو جو سماع موتے میں نص ہے صرف اس واسطے رد کر دیا۔ کہ ان کے زعم میں آیہ انکؑ لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور کے خلاف ہے حالانکہ یہی دلیل حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی گئی تھی۔ جس پر آپ نے فرمایا تھا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو صرف یہ کہکر پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا ان کفار کے ساتھ خاص تھا حالانکہ کسی روایت میں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو گھبراہٹ میں اس حدیث صحیح کے جواب میں بول اٹھتے ہیں کہ زندوں کی نصیحت کے لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ایسا فرمایا تھا نہ کہ مُردوں کو سنانے کے لئے جیسا کہ حضرت علی کرم وجہہ سے مروی ہے۔ السلام علیکم دار قوم مومنین الحدیث حالانکہ یہ روایتؑ اول سے آخر تک مُردوں کا سننا ثابت کر رہی ہے۔ یہ وہی مشائخ ہیں

---

لہ علامہ سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ) حاشیہ نسائی شریف میں اس آیت اور حدیث زیر بحث میں تطبیق دے کر لکھتے ہیں۔ وبالجملۃ فالحدیث صحیح وقد جاء بطرق فتخطئتہ غیر متجہۃ واللہ تعالےٰ اعلم۔ ترجمہ حاصل کلام یہ کہ حدیث صحیح ہے اور کئی طریق سے آئی ہے اس لئے اس کو غلط کہنا بے وجہ ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ انتہے۔

لہ۲ شرح الصدور میں ہے۔ واخرج الحاکم فی تاریخ نیسابور والبیہقی وابن عساکر فی تاریخ دمشق بسند فیہ من یجہل عن سعید بن المسیب قال دخلنا مقابر المدینہ مع علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فنادی یا اہل القبور السلام علیکم ورحمۃ اللہ تخبرونا باخبارکم ام تریدون ان نخبرکم فسمعنا صوتا من داخل القبر وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا امیر المومنین خبرنا عما کان بعدنا فقال علی اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروا

جو میت کو جماد محض جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مردے میں ایلام متحقق نہیں ہوتا
حالانکہ احادیث و آثار ان کی تردید کر رہے ہیں۔ یہ وہی مشائخ ہیں جو حدیث مسلم

فی زمرۃ الیتامی والبناء الذی شید تم فقد سکنہا اعداؤکم فہذہ اخبارما عندنا
فما اخبار ما عندکم فاجابہ میت قد تخرقت الاکفان وانتثرت المشعور
و تقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخر بالقیح و
الصدید وما قدمنا ہ وجدناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرتھنون بالاعمال

(ص۳۲)۔ ترجمہ۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں اور بیہقی نے اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ایسی سند سے
روایت کی جس میں ایک مجہول راوی حضرت سعید بن المسیب سے روایت کرتا ہے کہ فرمایا حضرت سعید نے
کہ ہم حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے۔ پس
حضرت مولے مرتضے رضی اللہ عنہ نے یوں پکارا۔ اے قبروں والو تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔
تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ گے یا تم چاہتے ہو۔ کہ ہم تمہیں سنائیں۔ پس ہم نے ایک قبر کے اندر سے یہ
سنا۔ اے امیرالمومنین علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ ہمیں بتائیں کہ ہمارے
پیچھے کیا ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ تمہاری عورتوں نے تو نکاح کر لئے اور تمہارے مال
تقسیم ہوگئے اور تمہاری اولاد یتیموں کے گروہ میں جا ملی۔ اور مکان جسے تم نے مضبوط بنایا تھا
اس میں تمہارے دشمن آباد ہوگئے۔ یہ تو ہمارے پاس کی خبریں ہیں۔ تمہارے پاس کی خبریں کیا ہیں؟
ایک مردے نے آپ کو جواب دیا۔ ہمارے کفن پھٹ گئے اور بال جھڑ گئے اور کھالوں کے پرزے پرزے ہوگئے
اور آنکھوں کے ڈیلے بہکر رخساروں تک آگئے اور نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے۔ اور جو
ہم نے آگے بھیجا تھا اُسے پالیا اور جو ہم نے پیچھے چھوڑا اُسے ضائع کیا۔ اور ہم اعمال میں مقید ہیں انتہے

ملا علامہ شیخ عبد القادر حنفی لکھتے ہیں۔ وذکر الرحمتی ایضا انہ یشکل علی قولہم ان الایلام
لا یتحقق فی المیت ما جاء فی الاحادیث انہ یؤذی المیت ما یؤذی الحی ولا یخفی علی
من تأمل فی الاحادیث ان سماع الموتی لکلام الاحیاء محقق ولولا ذلک لما کان لقولہ
علیہ الصلاۃ والسلام السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ معنی لکن العرف یقتضی المکالمۃ

(مُردہ جنازے والوں کے جوتوں کی آواز سُنتا ہے جس وقت وہ واپس آتے ہیں) کے سماع منصوص کو بلا دلیل ۔ دال منکر و نکیر کے لئے بطور مقدمہ قرار دیتے ہیں ۔ یہہ وہی مشائخ ہیں جن میں سے بعض کو علامہ ابو محمد عبد القادر نے طبقات الحنفیہ میں

امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کی فقہ میں امام اور کسی کو خلیفہ مہدی کے لشکر کا قاضی اور کسی کو اہل عراق کا فقیہ اور کسی کو امام الحنفیہ لکھا ہے ۔ سماع موتے کے ثبوت میں جو دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ پہلے بیان ہوئیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس فیصلے کو ناظرین کرام کے انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ یہ مشائخ کون ہیں

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش ۔ من از انداز قدت مے شناسم

اب ہم اس بحث کو زیادہ طوالت دینا نہیں چاہتے ۔ کیونکہ انصاف پسند طبیعتوں کے لئے کافی لکھا جا چکا ہے ۔

# آٹھواں باب

## عالم برزخ میں روح کی سیر اور دیگر کوائف

اس باب میں جو عنوان قائم کیا گیا ہے اس کے متعلق مختلف کتابوں سے اقتباسات ذیل مع ترجمہ اُردو ہدیہ ناظرین ہیں ۔

---

مع الاحیاء لا مع الموتی (التحریر المختار لرد المحتار جزء ثانی ۔ صـ۳۳) ترجمہ اور رحمتی نے یہہ بھی ذکر کیا ہے کہ ان کے قول (مُردے میں ایلام ثابت نہیں ہوتا) پر مشتبہ ہو جاتا ہے جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مُردے کو اذیت دیتی ہے وہ چیز جو زندے کو اذیت دیتی ہے ۔ جو حدیثوں میں غور کرتا ہے اس پر پوشیدہ نہیں رہتا کہ مُردوں کا زندوں کے کلام کو سُننا ثابت ہے ۔ اگر مردوں کو سماع نہ ہوتا ۔ تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قول السلام علیکم دار قوم مؤمنین الخ کے کچھ معنے نہ تھے ۔ لیکن عرف کا مقتضا یہ ہے کہ کلام وہ ہے جو زندوں کے ساتھ ہو نہ کہ مردوں کے ساتھ ۔ انتہے ۱۲

(۱) عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنّۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النّار فمن اھل النّار فیقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ یوم القیامۃ (صحیح بخاری - باب المیت یعرض علیہ بالغداۃ والعشی)

(۲) وقد بینا ان عرض مقعد المیت علیہ من الجنّۃ او النّار لایدلّ علی ان الرّوح فی القبر ولا علی فنائہ دائما من جمیع الوجوہ بل لہا اشراف و اتّصال بالقبر وفنائہ وذلک القدر منہا یعرض علیہ مقعدہ فان للرّوح شانا آخر تکون فی الرفیق الاعلی فی اعلی علیین ولہا اتصال بالبدن بحیث اذا سلم المسلم علی المیت رد اللہ علیہ روحہ فیرد علیہ السّلام وھی فی الملأ الاعلی وانّما یغلط اکثر النّاس فی ھذا الموضع حیث یعتقد ان الرّوح ھما یعہد من الاجسام الّتی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض بل الرّوح تکون فوق السّموات فی اعلی علیین وترد الی القبر فترد السّلام وتعلم بالمسلم وھی فی مکانہا ھناک وروح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرّفیق الاعلی دائماً ویردھا اللہ سبحانہ فی القبر فترد السّلام علی من سلم علیہ وتسمع کلامہ وقد رأی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موسی قائما یصلی فی قبرہ ورآہ فی السّماء السادسۃ او السّابعۃ فاما ان تکون سریعۃ الحرکۃ والانتقال کلمح البصر واما ان یکون المتصل منہا بالقبر وفنائہ بمنزلۃ شعاع الشمس وجرمہا فی السماء وقد ثبت ان روح النائم تصعد حتی تخترق السبع الطباق وتسجد للہ بین یدی العرش ثم ترد الی جسدہ فی ایسر زمان وکذلک روح المیت تصعد بہا الملائکۃ حتی تجاوز السّموات السبع وتقفہا بین یدی اللہ فتسجد لہ ویقضی فیہا قضاءہ ویریہ الملک ما اعد اللہ لہا فی الجنّۃ ثم تھبط

فتشهد غسله وحمله ودفنه وقد تقدم فی حدیث البراء بن عازب ان
النفس یصعد بها حتی توقف بین یدی الله فیقول تعالیٰ اکتبوا کتاب
عبدی فی علیین ثم اعیدوه الی الارض فیعاد الی القبر وذلک فی مقدار
تجهیزه وتکفینه فقد صرح به فی حدیث ابن عباس رضی الله عنهما
حیث قال فیهبطون به علیٰ قدر فراغهم من غسله واکفانه فیدخلون
ذلک الروح بین جسده واکفانه - وقد ذکر ابو عبدالله بن مندة
من حدیث عیسیٰ بن عبدالرحمٰن ثنا ابن شهاب ثنا عامر بن سعد
عن اسماعیل بن طلحة بن عبید الله عن ابیه قال اردت مالی بالغابة
فادرکنی اللیل فاویت الی قبر عبدالله بن عمرو بن حرام فسمعت قراءة
من القبر ما سمعت احسن منها فجئت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم
فذکرت ذلک له فقال ذلک عبدالله الم تعلم ان الله قبض ارواحهم
فجعلها فی قنادیل من زبرجد ویاقوت ثم علقها وسط الجنة فاذا کان
اللیل ردت الیهم ارواحهم فلا یزال کذلک حتی اذا طلع الفجر ردت
ارواحهم الی مکانهم الذی کانت به - ففی هذا الحدیث بیان سرعة انتقال
ارواحهم من العرش الی الثریٰ ثم انتقالها من الثریٰ الی مکانها ولهذا
قال مالک وغیره من الائمة ان الروح مرسلة تذهب حیث شاءت
وما یراه الناس من ارواح الموتیٰ ومجیئهم الیهم من المکان البعید امر یعلمه
عامة الناس ولا یشکون فیه والله اعلم واما السلام علی اهل القبور
وخطابهم فلا یدل علی ان ارواحهم لیست فی الجنة وانها علی افنیة
القبور فهذا سید ولد آدم الذی روحه فی اعلی علیین مع الرفیق
الاعلی صلی الله علیه وسلم یسلم علیه عند قبره ویرد سلام المسلم علیه
وقد وافق ابو عمر رحمه الله علی ان ارواح الشهداء فی الجنة ویسلم علیهم
عند قبورهم کما یسلم علی غیرهم کما علمنا النبی صلی الله علیه وسلم ان نسلم

عليهم وكما كان الصحابة يسلمون على شهداء احد وقد ثبت ان ارواحهم في الجنة تسرح حيث شاءت كما تقدم ولا يضيق عطنك عن كون الروح في الملأ الاعلى تسرح في الجنة حيث شاءت وتسمع سلام المسلم عليها عند قبرها وتدنو حتى ترد عليه السلام وللروح شان آخر غير شان البدن وهذا جبرئيل صلوات الله وسلامه عليه رآه النبي صلى الله عليه وسلم وله ست مائة جناح منها جناحان قد سد بهما ما بين المشرق والمغرب وكان من النبي صلى الله عليه وسلم حتى يضع ركبتيه بين ركبتيه ويديه على فخذيه وما اظنك يتسع بطانك انه كان حينئذ في الملأ الاعلى فوق السموات حيث مستقره وقد دنا من النبي صلى الله عليه وسلم هذا الدنو فان التصديق بهذا له قلوب خلقت له واهلت لمعرفته ومن لم يتسع بطانه لهذا فهو اضيق ان يتسع للايمان بالنزول الالهي الى سماء الدنيا كل ليلة وهو فوق سمواته على عرشه (الى ان قال) ومما ينبغي ان يعلم ان ما ذكرناه من شان الروح يختلف بحسب حال الارواح من القوة والضعف والكبر والصغر فللروح العظيمة الكبيرة من ذلك ما ليس لمن هو دونها وانت ترى احكام الارواح في الدنيا كيف تتفاوت اعظم تفاوت بحسب تفاوت الارواح في كيفياتها وقواها وابطائها واسراعها والمعاونة لها فللروح المطلقة من اسر البدن وعلائقه وعوائقه من التصرف والقوة والنفاذ والهمة وسرعة الصعود الى الله والتعلق بالله ما ليس للروح المهينة المحبوسة في علائق البدن وعوائقه فاذا كان هذا وهي محبوسة في بدنها فكيف اذا تجردت وفارقته واجتمعت فيها قواها وكانت في اصل شانها روحا علية زكية كبيرة ذات همة عالية فهذه ولها بعد مفارقة البدن شان آخر وفعل آخر وقد تواترت الرؤيا من اصناف بني آدم على فعل الارواح

بعد موتہا مالا تقدر علی مثلہ حال اتصالہا بالبدن من ہزیمۃ الجیوش الکثیرۃ بالواحد والاثنین والعدد القلیل ونحو ذٰلک وکم قد رؤی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر فی النوم قد ہزمت ارواحہم عساکر الکفر والظلم فاذا بجیوشہم مغلوبۃ مکسورۃ مع کثرۃ عددہم و عددہم وضعف المؤمنین وقلتہم ومن العجب ان ارواح المؤمنین المتحابین المتعارفین تتلاقی وبینہا اعظم مسافۃ وابعدہا فتتسالم وتتعارف فیعرف بعضہا بعضا کانہ جلیسہ وعشیرہ فاذا راٰہ طابق ذلک ما کان عرفتہ بہ روحہ قبل رؤیتہ قال عبداللہ بن عمرو ان ارواح المومنین تتلاقی علی مسیرۃ یوم وما راٰی احدہما صاحبہ قط ورفعہ بعضہم الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کتاب الروح ص ۱۶۳–۱۶۶)

(۳) ومعلوم بالضرورۃ ان جسدہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الارض طریّا مطرّا وقد ساٴلہ الصحابۃ کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ولو لم یکن جسدہ فی ضریحہ لما اجاب بہذا الجواب وقد صح عنہ ان اللہ وکل بقبرہ ملائکۃ یبلغونہ عن امتہ السلام وصح عنہ انہ خرج بین ابی بکر وعمر وقال ہٰکذا نبعث۔ ہذا مع القطع بان روحہ الکریمۃ فی الرفیق الاعلی فی اعلی علیین مع ارواح الانبیاء وقد صح عنہ انہ راٰی موسی قائما یصلی فی قبرہ لیلۃ الاسراء وراٰہ فی السماء السادسۃ او السابعۃ فالروح کانت ہناک ولہا اتصال بالبدن فی القبر واشراف علیہ وتعلق بہ بحیث یصلی فی قبرہ ویرد سلام من سلم علیہ وہی فی الرفیق الاعلی ولا تنافی بین الامرین فان شان الارواح غیر شان الابدان وانت تجد الروحین المتماثلتین المتناسبتین فی غایۃ التجاور والقرب وان کان بینہما بعد المشرقین وتجد الروحین المتنافرتین المتباغضتین بینہما غایۃ البعد

وان کان جسدا هما متجاورین متلاصقین ولیس نزول الروح وصعودها وقربها وبعدها من جنس ما للبدن فانها تصعد الی ما فوق السمٰوات ثم تهبط الی الارض ما بین قبضها و وضع المیت فی قبره وهو زمن یسیر لا یصعد البدن وینزل فی مثله وکذلک صعودها وعودها الی البدن فی النوم والیقظة (کتاب الروح - ص ۶۹ - ۷۰)

(۴) واما قول من قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت فهذا روی من سلمان الفارسی والبرزخ هو الحاجز بین شیئین وکان سلمان اراد بها فی ارض بین الدنیا والاخرة مرسلة هناک تذهب حیث شاءت وهذا قول قوی فانها قد فارقت الدنیا ولم تلج الاخرة بل هی فی برزخ بینهما فارواح المؤمنین فی برزخ واسع فیه الروح والریحان والنعیم وارواح الکفار فی برزخ ضیق فیه الغم والعذاب قال تعالٰے ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون (کتاب الروح - ص ۱۷۳ - ۱۷۵)

(۵) وان لها شاناً غیر شان البدن وانها مع کونها فی الجنة فهی فی السماء وتتصل بفناء القبر وبالبدن فیه وهی اسرع شیٔ حرکة وانتقالا وصعودا وهبوطا وانها تنقسم الی مرسلة ومحبوسة وعلویة وسفلیة ولها بعد المفارقة صحة ومرض ولذة ونعیم والم اعظم مما کان لها حال اتصالها بالبدن بکثیر فهنالک الحبس والالم والعذاب والمرض والحسرة وهنالک اللذة والراحة والنعیم والاطلاق وما اشبه حالها فی هذا البدن بحال البدن فی بطن امه وحالها بعد المفارقة بحاله بعد خروجه من البطن الی هذه الدار فلهذه الانفس اربع دور کل دار اعظم من التی قبلها - الدار الاول فی بطن الام وذلک الحصر والضیق والغم والظلمات الثلاث الدار الثانیة هی الدار التی نشأت

فیها و ألفتها واكتسبت فیها الخیر والشر واسباب السعادة والشقاوة۔
والدار الثالثة دار البرزخ وهی اوسع من هذه الدار واعظم بل
نسبتها الیها كنسبة هذه الدار الی الاولی۔ الدار الرابعة دار القرار
وهی الجنة والنار فلا دار بعدها والله ینقلها فی هذه الدور طبقا
بعد طبق حتی یبلغها الدار التی لا یصلح لها غیرها ولا یلیق بها سواها
وهی التی خلقت لها وهیئت للعمل الموصل لها الیها ولها فی كل دار
من هذه الدور حكم وشان غیر شان الدار الاخری (كتاب الروح ص ۱۸۸، ۱۸۹)

(۶) و مقام علیین بالائے ہفت آسمان است و پائین آں متصل سدرۃ
المنتہیٰ است و بالائے آں متصل بپایہ راست عرش مجید و ارواح نیکاں بعد
از قبض مد آنجا مے رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیا دراں مستقر میمانند و
عوام صلحا را بعد از نویسانیدن نام و رسانیدن نامہائے اعمال برحسب مراتب
در آسمان دنیا یا در میان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار مے دہند و تعلقے
بہ قبر نیز ایں ارواح را مے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر
دوستان بر قبر مطلع و مستانس میگردند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع
ایں دریافت نمی شود و مثال آں در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہ
ہائے ہفت آسمان را در یک چاہ مے تواند دید (تفسیر عزیزی پارہ عم۔ سورہ المطففین)

(۷) ذكر العارف بالله تعالیٰ الشیخ عبد الوهاب الشعرانی فی كتاب
الجواهر والدرر ان بعض مشایخه ذكر له ان الله تعالیٰ یوكل لقبر
الولی ملكا یقضی حوائج الناس كما وقع للامام الشافعی والسیدة نفیسة
وسیدی احمد البدوی رضی الله تعالیٰ عنهم یعنی فی انقاذ الاسیر من
بدمن أسره من بلاد الفرنج و تارة یخرج الولی من قبره بنفسه ویقضی
حوائج الناس لان للاولیاء الا[illegible] فی البرزخ والمباح لارواحهم
تحقیق قبله و تارة یخرج الولی من قبره الخ ان الذی علیه المحققون

من الصوفية ان الامر فی عالم البرزخ والآخرة علی خلاف عالم الدنیا
فینحصر الانسان فی صورة واحدة یعنی فی عالم الدنیا المسمی بعالم الشهادة
الا الاولیاء کما نقل عن قضیب البان انه رؤی فی صور کثیرة وسر
ذلک ان روحانیتهم غلبت جسمانیتهم فجاز ان یری فی صور کثیرة
وحمل علیه قوله صلے الله علیه وسلم لابی بکر لما قال وهل یدخل
احد من تلک الابواب کلها قال نعم وارجو ان تکون منهم وقالوا
ان الروح اذا کانت کلیة کروح نبینا صلے الله علیه وسلم ربما تظهر
فی صورة سبعین الف صورة ذکر ذلک المحقق ابن ابی جمرة فاذا جاز
لارواح الاولیاء عدم الانحصار فی صورة واحدة فی عالم الدنیا فتری
فی صور مختلفة لغلبة روحانیتهم جسمانیتهم فاحری ان لا تنحصر
ارواحهم فی صورة واحدة فی عالم البرزخ الذی الروح فیه اغلب
علی الجسمانیة وقالوا ایضا الولی اذا تحقق فی الولایة تمکن من التصور
فی صور عدیدة وتظهر روحانیته فی وقت واحد فی جهات متعددة
فالصورة التی ظهرت لمن رآها حق والصورة التی رآها آخر فی مکان
آخر فی ذلک الوقت حق ولا یلزم من ذلک وجود شخص فی مکانین فی وقت
واحد لان فیما هنا تعدد الصور الروحانیة لا الجسمانیة فاذا جاز للروح
ان تری فی صور عدیدة فی دار الدنیا لمن تحقق فی الولایة فاحری ان
تری فی صور عدیدة فی عالم البرزخ الذی الغلبة فیه للارواح علی
الاجسام ویقوی ذلک ما ثبت فی السنة وصح ان النبی صلے الله علیه
وسلم رای موسی قائما یصلی فی قبره لیلة الاسراء ورآه فی السماء
السادسة تلک اللیلة وقد اثبت السادة الصوفیة عالما متوسطا
بین الاجساد والارواح سموه عالم المثال وقالوا هو الطف من عالم
الاجساد واکثف من عالم الارواح وبنوا علی ذلک تجسد الارواح

وظهورها فی صور مختلفۃ من عالم المثال وقد یستأنس لذلک من قولہ تعالٰی فتمثل لہا بشرا سویا فتکون الروح کروح جبرئیل علیہ السلام مثلا فی وقت واحد مدبرۃ لشبحہ ولھذا الشبح المثالی فاذا جاز تجسد الارواح وظہورها فی صور مختلفۃ من العالم المثالی فی عالم الدنیا ففی البرزخ اولی وعلی ھذا فالذی یخرج من القبر الشبح المثالی ھذا تحقیق المقام ولیس وراء عبادان مقام (کتاب نفحات القرب والاتصال باثبات التصرف لاولیاء اللہ تعالٰی والکرامات بعد الانتقال لشیخ الاسلام السید شہاب الدین احمد الحسینی الحموی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی)

## ترجمہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے۔ تو صبح وشام کے وقت اُس کا مقام اس پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل بہشت میں سے ہے تو اہل بہشت کے مقامات میں سے اور اہل دوزخ سے ہے تو اہل دوزخ کے مقامات میں سے پیش کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مقام ہے یہانتک کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰے تجھے اُٹھائے (صحیح بخاری باب المیت یعرض علیہ بالغداۃ والعشی)

(۲) ہم بیان کر آئے ہیں کہ میت پر بہشت یا دوزخ سے اس کے مقام کا پیش کیا جانا اِس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ روح ہمیشہ ہر طرح سے قبر میں ہوتی ہے یا قبر کے آس پاس ہوتی ہے۔ بلکہ روح کو قبر سے اور قبر کے آس پاس سے نزدیکی اور اتصال ہوتا ہے۔ اور روح کے اتنے اتصال پر اس کا مقام پیش کیا جاتا ہے کیونکہ روح کا حال اور ہی ہے۔ وہ اعلٰے علیین میں رفیق اعلٰے میں ہوتی ہے۔ اور اس کو بدن سے ایسا اتصال ہوتا ہے کہ جب سلام کرنے والا میت پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالٰے اس کی روح اُس پر لوٹا دیتا ہے۔ اور وہ سلام کا جواب دیتا ہے

حالانکہ روح ملاء اعلےٰ میں ہوتی ہے۔ اس مقام پر اکثر لوگ غلطی ہی کھاتے ہیں کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ روح اجسام معہودہ کی جنس سے ہے کہ جو ایک مکان میں ہو تو اُن کا دوسرے مکان میں ہونا ناممکن ہے۔ اور یہ محض غلط ہے۔ بلکہ روح آسمانوں کے اوپر اعلےٰ علیین میں ہوتی ہے اور قبر کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ پس وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو پہچان لیتی ہے حالانکہ وہ وہیں اپنی جگہ میں ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہمیشہ رفیق اعلےٰ (بہشت) میں ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اُسے قبر مبارک کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

---

۱ ابو داؤد میں بروایت ابی ہریرہ وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام یعنی جب کوئی شخص مجھ پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالےٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یہانتک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ اس حدیث میں روح کے لوٹنے سے مراد التفات روحانی ہے۔ جیسا کہ علامہ سبکی نے فرمایا ہے حضور کی روح مبارک شہود حق میں مستغرق رہتی ہے۔ جب کوئی شخص آپ پر سلام عرض کرتا ہے۔ تو آپ کی روح دوائر بشریہ کی طرف تنزل فرماتی ہے اور سلام و کلام کے سننے اور جواب کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ مصنف کے اس قول میں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہمیشہ اعلےٰ علیین میں ہوتی ہے کلام ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسد مبارک اور روح شریف کے ساتھ بطریق استمرار زندہ ہیں۔ مگر قبر شریف میں یا بہشت اعلےٰ میں؟ شیخ علاء الدین قونوی نے جو محققین شافعیہ سے ہیں حضور کے بہشت اعلےٰ میں بطریق استمرار زندہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔ مگر شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ قبر شریف میں ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور یہی قول راجح بلکہ صحیح ہے۔ اور اسی پر محدثین و فقہاء محققین کا اجماع ہے۔ ویسا ہونا امت کے امن کا باعث ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔ اور یہ حیات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی کسی طرح بہشت بریں کی حیات سے کم نہیں۔ کیونکہ آحاد مومنین کی قبر کی نسبت حدیث میں وارد ہے کہ وہ بہشت کے باغوں میں سے

پس وہ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے اور اس کا کلام سنتی ہے۔ اور شب معراج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسےؑ کو دیکھا کہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور آپ کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ پس یا تو روح نگاہ چشم کی طرح جلدی حرکت و انتقال کر جاتی ہے۔ یا اس کا قبر یا قبر کے آس پاس سے اتصال بمنزلہ شعاع آفتاب کے ہوتا ہے کہ جس کا جسم آسمان میں ہوتا ہے۔ اور یہہ ثابت ہے کہ سونے والے کی روح اوپر چڑھتی ہے یہانتک کہ ساتوں آسمانوں کو چیر جاتی ہے اور عرش کے آگے اللہ کو سجدہ کرتی ہے۔ پھر نہایت تھوڑے وقت میں بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اسی طرح مردے کی روح کو فرشتے اوپر لے جاتے ہیں یہانتک کہ ساتوں آسمانوں سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور اُسے اللہ کے آگے کھڑا کر دیتے ہیں۔ پس وہ اللہ کو سجدہ کرتی ہے۔ اور اللہ اس کے بارے میں اپنا حکم پورا کرتا ہے۔ اور فرشتہ اس کو دکھاتا ہے جو کچھ اللہ نے بہشت میں اس کے لئے تیار رکھا ہے۔ پھر وہ روح اترتی ہے۔ اور میت کے غسل اور اٹھائے جانے اور دفن ہونے کو دیکھتی ہے۔ اور حدیث براء بن عازب میں پہلے آچکا ہے کہ فرشتے روح کو اوپر لے جاتے ہیں یہانتک کہ اللہ کے آگے پیش کر دی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے کا نامہ علیین میں لکھو۔ پھر اس کو زمین کی طرف لے جاؤ۔ پس وہ قبر کی طرف واپس کی جاتی ہے۔ اور یہہ سب کچھ تجہیز و تکفین کی مقدار میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث ابن عباس میں اس کی تصریح آئی ہے کیونکہ اس میں ہے کہ فرشتے روح کو اُتار لاتے ہیں جتنی دیر میں لوگ میت کے

ایک باغ ہے۔ پس حضورؐ کا روضہ شریف افضل ریاض جنت ہے۔ دیگر انبیاے کرام علےٰ نبینا و علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے بھی حیات جسمانی ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو جذب القلوب اور رسائل علامۂ سیوطی۔ ابن قیم حیات جسمانی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا قائل نہیں۔ لہٰذا اس کا یہہ قول جو خلاف احادیث و اجماع ہے۔ مردود اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

غسل و تکفین سے فارغ ہوتے ہیں۔ پس وہ روح کو اس کے بدن اور کفن کے درمیان داخل کر دیتے ہیں۔ اور حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے بروایت عیسیٰ بن عبد الرحمن نقل کیا کہ حدیث کی ہم کو ابن شہاب نے کہ حدیث کی ہم کو عامر بن سعد نے اسمٰعیل بن طلحہ بن عبید اللہ سے اس نے اپنے باپ (طلحہ) سے کہ کہا میں نے جنگل میں اپنے مال کا ارادہ کیا۔ پس رات نے مجھے آگھیرا۔ اور میں نے حضرت عبد اللہ[1] بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر پر پناہ لی۔ اور میں نے قبر میں سے ایسی قرأت سُنی کہ اس سے اچھی نہ سُنی تھی۔ پس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے یہ ماجرا کہہ سُنایا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ عبد اللہ ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے ان کی روحیں قبض کر لیں۔ پس ان کو زبرجد و یاقوت کی قندیلوں میں رکھا۔ پھر اُن قندیلوں کو جنت کے وسط میں لٹکا دیا۔ جب رات ہوتی ہے۔ تو اُن کی روحیں ان کی طرف لوٹائی جاتی ہیں۔ پس یہی حالت رہتی ہے۔ یہانتک کہ جب فجر ہوتی ہے۔ تو اُن کی روحیں اس مکان کی طرف واپس کی جاتی ہیں کہ جس میں وہ تھیں۔ پس اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ ان کی روحیں عرش سے فرش تک اور پھر فرش سے اپنے مکان تک کیسی جلدی چلی جاتی ہیں۔ اسیواسطے امام مالک اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ روح آزاد ہوتی ہے۔ جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے۔ اور لوگ جو دیکھتے ہیں کہ مُردوں کی روحیں دور دور سے ان کے پاس آتی ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس کو عام لوگ جانتے ہیں اور اس میں شک نہیں کرتے واللہ اعلم۔

رہا اہلِ قبور کو سلام و خطاب۔ سو یہ دلالت نہیں کرتا کہ ان کی روحیں بہشت میں نہیں ہیں یا قبروں کے آس پاس ہیں۔ دیکھئے حضور سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح اعلےٰ علیین میں رفیق اعلےٰ کے ساتھ ہے۔ مگر قبر شریف کے پاس آپ پر سلام عرض کیا جاتا ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور ابو عمر

---

[1] یہ شہدائے اُحد میں سے ہیں۔ دیکھو حاشیہ صـ۴ـ

رحمہ اللہ اس امر میں موافق ہیں کہ شہیدوں کی روحیں بہشت میں ہیں۔ اور اُن کی قبروں کے پاس ان پر سلام کہا جاتا ہے جیسا کہ اوروں پر سلام کہا جاتا ہے جیسا کہ ہم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ ہم ان پر سلام عرض کیا کریں اور جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُحد کے شہیدوں پر سلام کہا کرتے تھے حالانکہ ثابت ہے کہ ان کی روحیں بہشت میں چرتی پھرتی ہیں جہاں چاہتی ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور تیرا دل اس بات پر ایمان لانے سے تنگ نہ ہونا چاہیئے کہ روح ملاء اعلےٰ میں ہوتی ہے اور بہشت میں چرتی پھرتی ہے جہاں چاہتی ہے۔ اور قبر کے پاس سلام کہنے والے کے سلام کو سُن لیتی ہے اور نزدیک ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ روح کی شان بدن کی شان سے نرالی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام پر غور کیجیئے کہ آپ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چھ سو بازوؤں کے ساتھ دیکھا جن میں سے دو کے ساتھ آپ نے مشرق و مغرب کے مابین کو بھرا ہوا تھا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنے نزدیک تھے کہ اپنے دونوں زانو حضور کے دونوں زانو مبارک کے آگے رکھے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ حضور کی دونوں رانوں پر دھرے ہوئے تھے۔ اور میں گمان نہیں کرتا کہ تیرا دل اتنا فراخ ہو کہ تصدیق کرے کہ وہ اُس وقت آسمانوں کے اوپر ملاء اعلےٰ میں تھے جہاں ان کا مقام ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنے نزدیک بھی تھے کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے وہ دل درکار ہیں جو اس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اس کی معرفت کے اہل ہیں۔ اور جس کا دل اتنا فراخ نہ ہو کہ اس کی تصدیق کرے۔ وہ اس بات پر کب ایمان لائے گا کہ اللہ تعالےٰ ہر رات پہلے آسمان کی طرف اُترتا ہے حالانکہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر ہے[1] (یہانتک کہ مصنف نے

---

[1] اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کوئی جسم ہے جو عرش پر بیٹھا ہے۔ کیونکہ وہ جسمانیت اور نقل و حرکت اور احتیاج سے پاک ہے۔ اس کو عرش پر بیٹھنے کی حاجت نہیں۔ عرش نہ تھا۔ اس نے اسے پیدا کیا خلقت پر اپنی عظمت و جبروت ظاہر کرنے کے لئے نہ کہ بیٹھنے کے لئے۔ آیہ ثم استوی

کہا) اور جاننا چاہیئے کہ ہم نے جو روح کا حال بیان کیا ہے وہ روحوں کی قوت اور کمزوری اور چھٹائی بڑائی کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ اس لئے روح عظیمہ کبیرہ کی جو شان ہے وہ اس سے کم درجہ کی روح کی نہیں ہوتی۔ اور تو دیکھتا ہے کہ دنیا میں کیفیتوں اور قوتوں اور تیزی و آہستگی اور معاونت میں اختلاف کے سبب روحوں کے احکام کس قدر متفاوت ہوتے ہیں۔ جو روح بدن کی قید اور علائق و عوائق سے آزاد ہو۔ اس میں وہ تصرف اور قوت اور مہارت اور ہمت اور اللہ کی طرف تیز روی اور اللہ سے تعلق ہوتا ہے جو بدن کے علائق و عوائق میں گرفتار روح کو نہیں ہوتا۔ پس جب بدن میں مقید ہونے کی صورت میں یہہ حال ہے۔ تو کیا حال ہوگا جب وہ بدن سے جدا ہو جائے اور اس میں قوتیں جمع ہو جائیں اور وہ اصل شان میں بزرگ زکیہ کبیرہ اور عالی ہمت روح ہو۔ بدن سے مفارقت کے بعد روح کا تو حال ہی اور ہوتا ہے اور اس کے افعال ہی اور ہوتے ہیں۔ اور اصناف بنی آدم کے رؤیا اس امر پر متواتر ہیں کہ موت کے بعد روحیں وہ کام کرتی ہیں جو بدن میں ہونے کی حالت میں نہ کر سکتی تھیں۔ یعنی ایک دو یا عدد قلیل سے بڑے بڑے لشکروں کو شکست دینا اور اسی طرح کے اور کام۔ اور بہت دفعہ خواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ ہیں۔ اور آپ کی روحوں نے کافروں اور ظالموں کے لشکروں کو شکست دی۔ پس واقعہ میں بھی کفار کے لشکروں کو شکست ہوئی حالانکہ

---

علی العرش میں استواء علی العرش کنایہ ہے نفس ملک و سلطنت سے بطریق ذکر لازم و ارادۂ ملزوم۔ پس معنے یہہ ہیں کہ اللہ نے جب دنیا کو پیدا کیا۔ تو اس میں حسب مقتضائے حکمت تصرف کیا جس طرح چاہا مثلاً آسمانوں کو متحرک کر دیا۔ اور ستاروں کو چلا دیا و علیٰ ہذا القیاس۔ اور عرش کی تخصیص اس لئے ہے کہ وہ اعظم المخلوقات ہے۔ جب اس میں نفاذ ولایت الٰہی ہے۔ تو دیگر مخلوقات میں بطریق اولےٰ ہے۔ بعض نے اس آیت کی یوں تاویل کی ہے۔ ثم استوی فعل التخلیق علی العرش یعنے پھر اللہ نے عرش کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔ فافہم ۱۲

ان کی تعداد اور سامان زیادہ تھا۔ اور مومنین کمزور اور تھوڑے تھے۔ اور عجائب میں سے یہ ہے
کہ باہم محبت رکھنے والے اور ایکدوسرے کو پہچاننے والے مومنوں کی روحیں نہایت
ہی دور فاصلے سے ملاقات کرتی ہیں۔ پس صلح کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو یوں
پہچانتی ہیں کہ گویا وہ اس کا ہمنشین اور دوست ہے۔ پھر جب عالم شہادت میں
رؤیت ہوتی ہے۔ تو وہ اسی کے مطابق ہوتا ہے کہ جس سے اس کی روح نے اس
رؤیت سے پہلے اُسے پہچانا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ مومنوں کی
روحیں ایک دن کی مسافت سے ملاقات کرتی ہیں حالانکہ ایک نے دوسرے کو
کبھی دیکھا نہیں۔ اور بعض نے اس کی سند نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی ہے۔
(کتاب الروح ۔ ص ۱۶۳ - ۱۶۶)

(۳۲) یہ بالبداہت معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک[1]
زمین میں تازہ و خوشبودار ہے۔ صحابہ کرام نے آپ سے دریافت کیا کہ ہمارا درود
آپ پر کیونکر پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہوں گے۔ حضور بابی ہو
و اُمی نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔
اگر آپ کا جسد مبارک قبر شریف میں نہ ہوتا۔ تو آپ ایسا جواب نہ دیتے۔ اور
حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کی قبر شریف پر فرشتے مقرر کر دئے
ہیں جو امت کا سلام آپ کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی حدیث صحیح میں ہے
کہ آپ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان نکلے اور فرمایا کہ اسی طرح
ہم قیامت کو اُٹھائے جائیں گے۔ یہ باوجود قطعی ہونے اس امر کے ہے کہ آپ
کی روح مبارک نبیوں کی روحوں کے ساتھ اعلٰے علیین میں رفیق اعلٰے میں ہے۔
اور حدیث صحیح میں ہے کہ شب معراج میں آپ نے حضرت موسٰے علیہ السلام کو

---

[1] حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں جسد مبارک اور روح شریف کے ساتھ حقیقۃً
زندہ ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اور زمین و آسمان میں جہاں چاہتے ہیں تصرف
فرماتے ہیں۔ ۱۲ +

دیکھا کہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور آپ کو چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی دیکھا۔ پس آپ کی روح وہاں تھی۔ اور قبر میں بدن مبارک سے ایسا اتصال اور نزدیکی اور تعلق تھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دے رہے تھے حالانکہ روح رفیق اعلےٰ میں تھی۔ اور ان دو باتوں میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ روحوں کی حالت بدنوں کی حالت سے نرالی ہے۔ اور تو دو متماثل متناسب روحوں کو نہایت نزدیک و قریب پائے گا۔ اگرچہ ان کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہو۔ اور دو متنافر متباغض روحوں کے درمیان نہایت دوری پائے گا اگرچہ ان کے بدن باہم قریب و پیوستہ ہوں۔ اور روح کا اترنا اور چڑھنا اور نزدیک و دُور ہونا اُس جنس کا نہیں جو بدن کے لئے ہے کیونکہ روح تو قبض ہونے اور میت کے قبر میں دفن ہونے کے درمیانی وقت میں آسمانوں پر چلی جاتی ہے اور پھر زمین پر اُتر آتی ہے اور یہ قلیل زمانہ ہوتا ہے کہ اس میں بدن اس طرح صعود و نزول نہیں کرسکتا۔ اور خواب و بیداری میں روح کے چڑھنے اور بدن کی طرف واپس آنے کا بھی ایسا ہی حال ہے۔ (کتاب الروح۔ صفحہ ۶۹-۷۰)۔

(۴) لیکن قول اُس کا جس نے کہا کہ مومنوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ سو یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور دو چیزوں کے درمیان حاجز کو برزخ کہتے ہیں۔ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ مومنوں کی روحیں زمین میں دنیا اور آخرت کے درمیان آزاد چھوڑی ہوئی ہیں۔ جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ اور یہ قول قوی ہے۔ کیونکہ یہ روحیں دنیا سے جدا ہوگئیں اور آخرت میں داخل نہیں ہوئیں بلکہ وہ ان دونوں کے درمیان برزخ میں ہیں۔ پس مومنوں کی روحیں ایک کشادہ برزخ میں ہیں جس میں رحمت و رزق اور نعمت ہے۔ اور کافروں کی روحیں ایک تنگ برزخ میں ہیں جس میں غم و عذاب ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ "اور ان کے

پیچھے برزخ ہے جس دن تک اُٹھائے جاویں"۔ (کتاب الروح۔ صـــ۱۴۴)

(۵) روح کا حال بدن کے حال سے نرالا ہے۔ وہ باوجود بہشت میں ہونے کے آسمان میں ہوتی ہے۔ اور قبر میں بدن سے اور قبر کے آس پاس سے متصل ہوتی ہے۔ اور وہ حرکت کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے اور چڑھنے اور اُترنے کے لحاظ سے سب سے تیز رَو شے ہے۔ اور اس کی قسمیں یہہ ہیں۔ مرسلہ۔ محبوسہ۔ علویہ۔ سفلیہ۔ اور بدن سے مفارقت کے بعد روح کو جو صحت و مرض اور لذت و نعمت اور الم ہوتا ہے وہ بدن میں ہونے کی حالت سے بہت بڑھکر ہوتا ہے۔ پس وہاں حبس اور الم اور عذاب اور مرض اور حسرت ہوتی ہے اور وہاں لذت اور راحت اور نعمت اور آزادی ہوتی ہے۔ اور روح کا حال اس بدن میں ماں کے پیٹ میں بدن کے حال سے عجیب مشابہت رکھتا ہے اور مفارقت کے بعد اِس کا حال بدن کے حال سے جبکہ وہ ماں کے پیٹ سے اِس دار میں آجائے عجیب مشابہ ہے۔ پس روحوں کے لئے چار دار (گھر) ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے ماقبل سے بڑا ہے۔ پہلا دار ماں کے پیٹ میں ہے اور وہ حصر اور تنگی اور غم اور تین تاریکیاں ہیں۔ اور دوسرا دار وہ ہے جس میں روحیں نشو و نما پاتی ہیں اور جس سے وہ الفت رکھتی ہیں۔ اور جس میں وہ نیکی بدی اور اسباب سعادت و شقاوت حاصل کرتی ہیں۔ اور تیسرا دار دارِ برزخ ہے جو دوسرے دار سے وسیع ہے۔ بلکہ اس کو دوسرے دار سے وہی نسبت ہے جو دوسرے دار کو پہلے سے۔ اور چوتھا دار دار القرار ہے۔ اور وہ بہشت ہے یا دوزخ۔ اس دار کے بعد کوئی اور دار نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ روح کو اِن داروں میں ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی طرف بدلتا رہتا ہے یہانتک کہ اِس کو اُس دار میں پہنچا دیتا ہے کہ جس کے سوا کوئی اور اس کی غایت نہیں اور نہ اس کے لائق ہے۔ اُسی کے لئے یہہ پیدا کی گئی ہے اور اسی کی طرف پہنچانے والے عمل کے لئے آمادہ کی گئی ہے۔ ان میں سے ہر دار میں جو حکم و شان ہے وہ دوسرے دار کے حال سے مختلف ہے۔ (کتاب

الروح - صفحہ ۱۶۱)

(۶) مقام علیین سات آسمانوں کے اوپر ہے - اور اُس کا حصہ زیرین سدرۃ المنتہیٰ کے متصل ہے - اور حصۂ بالائی عرش مجید کے دائیں پایہ کے متصل ہے - نیکوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں - اور مقربین یعنی انبیاء و اولیا اُس مقام میں رہتے ہیں - اور عام نیکوں کو نام لکھانے اور اعمال نامے پہنچانے کے بعد مرتبوں کے موافق آسمانِ دُنیا میں یا آسمان و زمین کے درمیان یا چاہِ زمزم میں جگہ دیتے ہیں - اور ان روحوں کو قبر سے بھی تعلق ہوتا ہے کہ جس سے وہ قبر پر زیارت کرنے والوں اور رشتہ داروں اور دیگر دوستوں کے آنے سے آگاہ اور اُنس پذیر ہوتی ہیں - کیونکہ مکانی قرب و بُعد روح کو اس دریافت سے نہیں روکتا - اور اس کی مثال وجود انسانی میں نگاہ ہے کہ سات آسمانوں کے ستاروں کو کنوئیں کے اندر دیکھ سکتی ہے (تفسیر عزیزی - پارہ عم - سورہ مطففین)

(۷) عارف ربانی شیخ عبد الوہاب شعرانی نے اپنی کتاب جواہر و دُرر میں ذکر کیا ہے کہ کسی شیخ نے ان سے ذکر کیا کہ اللہ تعالےٰ ولی کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا رہتا ہے جیسا کہ امام شافعی اور سیدہ نفیسہ اور سیدی احمد بدوی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے لئے فرنگیوں کے شہروں میں سے پکڑے ہوئے ایک قیدی کے چھڑانے میں واقع ہوا - اور بعض وقت ولی بذاتِ خود اپنی قبر سے نکلتا ہے اور لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے - کیونکہ برزخ میں ولیوں کے لئے چلنا پھرنا اور اُن کی روحوں کے لئے آزادی ہے اھ -

مصنف کے قول (اور بعض وقت ولی بذات خود اپنی قبر سے نکلتا ہے الخ) - کی تحقیق یہ ہے کہ محققین صوفیہ اس امر پر ہیں کہ عالم برزخ و آخرت کی حالت عالم دنیا کے خلاف ہے - پس انسان عالم دنیا میں کہ جس کو عالم شہادت کہتے ہیں ایک صورت میں منحصر ہوتا ہے سوائے اولیاء اللہ کے جیسا کہ قضیب البان کی نسبت منقول ہے کہ وہ بہت سی صورتوں میں دیکھے گئے - اور اس میں بھید یہ ہے

کہ ان کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب آگئی۔ پس جائز ہے۔ کہ وہ بہت سی صورتوں میں دیکھا جائے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوال (کیا[1] کوئی شخص بہشت کے تمام دروازوں سے داخل ہوگا؟) کے جواب میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تو اُن میں سے ہوگا" اسی پر محمول کیا گیا ہے۔ اور محققین صوفیہ کا قول ہے کہ روح جب کلیہ ہو جیسا کہ ہمارے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کی روح ہے۔ تو وہ بعض دفعہ ستر ہزار صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسے محقق ابن جمرہ نے ذکر کیا ہے۔ پس جب جائز ہوا کہ عالم دنیا میں اولیاء اللہ کی ارواح ایک صورت میں منحصر نہ رہیں۔ بلکہ ان کی جسمانیت پر روحانیت کے غلبہ کے سبب مختلف صورتوں میں نظر آئیں۔ تو یہ سزاوار تر ہے کہ عالم برزخ میں جہاں عالم دنیا کی نسبت روحانیت کو جسمانیت پر زیادہ غلبہ ہوتا ہے ان کی روحیں ایک صورت میں منحصر نہ رہیں۔ اور انہی صوفیہ کرام کا قول ہے کہ ولی جب ولایت میں ثابت ہو جاتا ہے۔ تو اُسے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی قدرت دی جاتی ہے۔ اور اس کی روحانیت ایک وقت میں متعدد اطراف میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس وہ صورت جو ایک دیکھنے والے کو نظر آئی حق ہے۔ اور وہ صورت جو دوسرے دیکھنے والے کو اُسی وقت دوسرے مکان میں نظر آئی وہ بھی حق ہے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص ایک وقت میں دو مکانوں میں پایا جائے کیونکہ یہاں روحانی صورتوں کا تعدد ہے نہ کہ جسمانی صورتوں کا۔ پس جب ثابت فی الولایۃ کی روح کے لئے جائز ہوا کہ وہ عالم شہادت میں کئی صورتوں میں نظر آئے۔ تو یہ سزاوار تر ہے کہ عالم برزخ میں جہاں ارواح کو اجسام پر غلبہ ہوتا ہے کئی صورتوں میں دیکھی جائے۔ اور اس کی تائید کرتا ہے وہ امر جو حدیث صحیح میں

---

[1] حدیث مبارک کے الفاظ یہ ہیں "فہل یدعی احد من تلک الابواب کلہا" پس آیا کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟" (مشکوۃ۔ کتاب الزکوۃ۔ باب فضل الصدقۃ۔) ۱۲

ثابت ہے کہ شب معراج میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت موسےٰؑ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کو اُسی رات چھٹے آسمان میں بھی دیکھا۔ اور مشائخ صوفیہ نے اجساد و ارواح کے بین بین ایک عالم ثابت کیا ہے جس کا نام اُنہوں نے عالم مثال رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم عالم اجسام سے لطیف تر اور عالم ارواح سے کثیف تر ہے۔ اور اسی پر انہوں نے عالم مثال سے ارواح کا تجسد اور اُن کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا بنا کیا ہے۔ اور کبھی اس کی تائید کے لئے اللہ تعالےٰ کے قول فتمثل لها بشرًا سويًا (پس وہ فرشتہ حضرت مریم کے آگے پورے انسان کی شکل بن گیا) میں دیکھا جاتا ہے۔ پس اس صورت میں روح مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح ایک وقت میں اپنے جسم کی مدبر ہوگی اور جسم مثالی کی بھی۔ پس جب عالم مثال سے روحوں کا تجسد اور ان کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا عالم دنیا میں جائز ہوا۔ تو عالم برزخ میں بطریق اولےٰ جائز ہوگا۔ اس تقریر کے موافق جو قبر سے نکلتا ہے وہ جسم مثالی ہے۔ یہ اس مقام کی تحقیق ہے۔ اور عبادان[1] کے آگے کوئی اور مقام نہیں۔ (نفحات[2] القرب والاتصال باثبات التصرف لاولياء الله تعالےٰ والكرامات بعد الانتقال لشيخ الاسلام شهاب الدين احمد الحسيني الحموي الحنفي)

# نواں باب

## اہل قبور سے استمداد

استمداد باہل قبور سے مراد یہ ہے کہ کوئی صاحب حاجت کسی بزرگ کے مزار پر

---

[1] یہ مقام بصرہ کے نیچے سمندر کے متصل واقع ہے جس سے آگے کوئی اور مقام نہیں۔ یہاں ضرب المثل سے یہاں یہ مراد ہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہی تحقیق ہے ۱۲

[2] یہ رسالہ شفاء السقام للعلامۃ السبکی مطبوعہ مصر کے اخیر میں منضم ہے

حاضر ہو کر خدا سے یوں دُعا مانگے۔ "یا خدا اپنے اس بندے کی برکت سے جس پر تیری رحمت اور فضل ہے اور اس لطف و کرم سے جو اس پر ہے تو میری فلاں حاجت پوری کر دے۔" یا صاحبِ قبر کو یوں پکارے۔ "اے خدا کے پیارے بندے میری شفاعت کر۔ اور خدا سے سوال کر کہ وہ میری فلاں حاجت پوری کر دے۔" ہر دو صورت میں معطی و قاضی الحاجات و متصرف حقیقی اللہ عزوجل ہے۔ اور صاحب قبر درمیان میں صرف ایک وسیلہ ہے۔ اگر اس قسم کی امداد و استمداد کو شرک کہا جائے۔ تو چاہیئے کہ حالتِ حیات میں بھی صالحین سے توسل اور طلبِ دُعا و مدد ممنوع ہو حالانکہ وہ منع نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ وتعاونوا علی البرّ والتقوی (اور آپس میں مدد کرو نیکی اور پرہیز گاری پر)۔ اور حضرت عیسٰے علٰی نبینا و علیہ الصلٰوۃ والسلام سے حکایۃً مذکور ہے۔ من انصاری الی اللہ (کون میرے مددگار ہیں اللہ کی راہ میں)۔ جس کے جواب میں حواری کہتے ہیں۔ نحن انصار اللہ (ہم اللہ کے مددگار ہیں)۔ اسی طرح قصۂ ذوالقرنین میں ہے فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردما (کہف۔ ع۱۱) یعنی سو مدد کرو میری محنت میں بنا دوں تمہارے ان کے بیچ ایک دھابا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ تحریر فرماتے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی میگوید کہ ہر کہ در حیات وے بوے توسل و تبرک جویند۔ بعد از موتش نیز تواں جست۔ وایں سخن موافق دلیل است۔ چہ بقاے روح بعد از موت بدلالت احادیث و اجماع علماء ثابت است۔ و متصرف در حیات و بعد از ممات روح است نہ بدن۔ و متصرف حقیقی حق تعالےٰ است و ولایت عبارت از فنا فی اللہ و بقا بدوست۔ وایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔ و نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ روح زائر با روح مزور موجب انعکاس اشعہ لمعات انوار و اسرار شود در رنگ مقابلہ مرائت بمرائت۔

و اولیارا ابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بداں ظہور نمایند و امداد و ارشاد طالبان کنند۔ و منکران را دلیل و برہان بر انکار آں نیست (تکمیل الایمان۔ صـ۳۴)۔
اگر منکرین اپنے انکار کی وجہ یہ بتائیں کہ موتے سنتے نہیں۔ تو اس کی تردید کما حقہ ہو چکی ہے۔ اور اگر یوں کہیں کہ موت کے بعد تصرف منقطع ہو جاتا ہے تو اس کا جواب بھی عبارت شیخ میں مذکور ہے۔ بلکہ اس کتاب میں اس سے پہلے بھی آچکا ہے۔ کہ ارواح کا تصرف موت کے بعد حیات کی منسبت زیادہ ہوتا ہے۔
شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ (جزء اول۔ باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ۔ صـ۳۴) میں طبقات اہل برزخ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وربما اشتغل ھؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ و نصر حزب اللہ و ربما کان لھم لمۃ خیر بابن آدم۔ یعنی کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور خدا کے لشکر کو مدد دینے میں مشغول ہوتی ہیں۔ اور کبھی بنی آدم پر افاضہ خیر کے لئے نازل ہوتی ہیں انتہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں آیہ ثم اماتہ فاقبرہ کی تفسیر میں مردے کو جلانے کے عیوب ذکر کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔ ونیز در سوختن بآتش تفریق اجزاے بدن میت است کہ بسبب آں علاقۂ روح از بدن انقطاع کلی مے پذیرد۔ و آثار ایں عالم بآں روح کمتر میرسد و کیفیات آں روح بایں عالم کمتر سرایت میکنند۔ و در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجا مے باشند۔ علاقہ روح بابدن از راہ نظر و عنایت بحال مے ماند۔ و توجہ روح بزائرین و مستانسین و مستفیدین بسہولت مے شود کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است۔ و آثار ایں عالم از صدقات و فاتحہ ہا و تلاوت قرآن مجید چوں در آں بقعہ کہ مدفن بدن او ست واقع شود بسہولت نافع مے شود۔ پس سوختن گویا روح راے مکان کردن است و دفن کردن گویا مسکنے براے روح ساختن۔ بنابر این است کہ از اولیائے مدفونین و دیگر صلحائے مومنین انتفاع و استفادہ جاری است۔ و آنہارا افادہ

واعانت نیز متصور بخلاف مردہ ہاے سوختہ کہ ایں چیزہا اصلا نسبت باآنہا در اہل مذہب آنہا نیز واقع نیست انتہٰی۔ شاہ صاحب دوسری جگہ (سورۂ انشقاق) یوں تحریر فرماتے ہیں۔ و بعضے از خواص اولیاء اللہ راکہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ۔ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیگردد واویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند۔ وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از آنہا مے طلبند ومے یابند۔ وزبان حال آنہا درآنوقت ہم مترنم بایں مقالات است۔ ع من آیم بجاں گرتو آئی بہ تن۔ انتہٰی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات شریف (جلد دوم۔ مکتوب ۵۸) میں تحریر فرماتے ہیں۔ ہرگاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال عجیبہ بوقوع آرند۔ ارواح کمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر۔ ازیں قبیل است آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل میکنند کہ دریک آن در امکنہ متعددہ حاضر میگردند وافعال متبائنہ بوقوع مے آرند انتہٰی۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ (باب زیارۃ القبور) میں ہے۔ سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہا وعلما ومشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقوی است یا امداد میت۔ من بگفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی تر است ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر ست۔ پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است ودر حضرت اوست۔ ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر واحصاء کردہ شود۔ ویافتہ نمیشود در کتاب وسنت واقوال سلف صالح کہ منافی ومخالف ایں باشد ورد کند ایں را انتہٰی۔ علامہ شطنوفی بہجۃ الاسرار میں شیخ عقیل منبجی رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں۔ وھو احد الاربعۃ الذی قال

فیہم الشیخ علی القرشی رضی اللہ عنہ رأیت اربعۃ من المشائخ یتصرفون
فی قبورہم کتصرف الاحیاء الشیخ عبد القادر والشیخ معروف الکرخی
والشیخ عقیل المنبجی والشیخ حیاۃ بن قیس الحرانی رضی اللہ عنہم یعنی یہ
ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں شیخ علی قرشی رضی اللہ عنہ نے
یوں فرمایا ہے کہ میں نے مشائخ میں سے چار کو دیکھا جو اپنی قبروں میں زندوں
کی طرح تصرف فرماتے ہیں اور وہ یہ ہیں شیخ عبد القادر شیخ معروف کرخی۔
شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالے عنہم۔
بعض لوگ مزارات اولیاء اللہ کی طرف سفر کرنے کو منع کرتے ہیں۔ اور منع پر
بطور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد
مسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصی (نہ باندھے جائیں کجاوے مگر
تین مسجدوں کی طرف یعنی مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصےٰ)۔ یہ حدیث
بے شک صحیح ہے۔ مگر اس کے معنے وہ نہیں جو مانعین خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ
شیخ ابن حجر مکی ابن تیمیہ کے قول کی تردید میں لکھتے ہیں۔ قلت لیس معنے
الحدیث ما فہم لما یاتی موضحا وانما معناہ لا تشد الرحال الی مسجد
لاجل تعظیمہ والتقرب بالصلاۃ فیہ الا الی المساجد الثلاثۃ
لتعظیمہا بالصلاۃ فیہا وھذا التقدیر لا بد منہ عند کل احد لیکون
الاستثناء متصلا ولان شد الرحل الی عرفۃ لقضاء النسک واجب
اجماعا وکذا الجہاد والہجرۃ من دار الکفر بشرطہا وھو لطلب العلم سنۃ او
واجب وقد اجمعوا علی جواز شدھا للتجارۃ وحوائج الدنیا فحوائج الآخرۃ
لاسیما ما ھو آکدھا وھو الزیارۃ للقبر الشریف اولی ومما یدل ایضا
لتاویل الحدیث بما ذکر التصریح بہ فی حدیث سندہ حسن وھو قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان تشد رحالہا الی مسجد یبتغی فیہ
الصلوۃ غیر المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصی (الجوھر

المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم - ص۱۶) ترجمہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معنے وہ نہیں جو ابن تیمیہ سمجھا ہے بنا بر اس دلیل کے جو بوضاحت آگے آتی ہے۔ اس کے معنے تو یہ ہیں کہ کسی مسجد کی طرف اس کی تعظیم اور اس میں نماز کے ساتھ تقرب کے لئے کجاوے نہ باندھے جائیں سوائے تین مسجدوں کے کہ جن کی طرف ان میں نماز کے ساتھ تقرب کے لئے کجاوے باندھنے چاہئیں۔ ہر ایک کے نزدیک یہ تقدیر ضروری ہے تاکہ استثناء متصل ہو اور اس لئے کہ عرفات کی طرف فریضۂ حج کے ادا کرنے کے لئے سفر کرنا بالاتفاق واجب ہے۔ اور اسی طرح جہاد کرنا اور دار الکفر سے ہجرت کرنا (جبکہ ہجرت کی شرط پائی جائے اور وہ طلب علم کے لئے ہوتا ہے) سنت یا واجب ہے۔ اور اس امر پر اجماع ہے کہ تجارت اور دُنیوی حوائج کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ لہٰذا اُخروی حوائج کے لئے اور بالخصوص اس کے لئے جو ان میں سب سے آکد و اہم ہے اور وہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت ہے سفر کرنا بطریق اولے جائز ہوا۔ ہم نے اس حدیث کی جو تاویل کی وہ درست ہے کیونکہ اس کی تصریح دوسری روایت میں موجود ہے جس کی سند حسن ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے۔ لاینبغی[1] للمطی ان تشد رحالها الی مسجد یبتغی فیہ الصلٰوۃ الحدیث (نہ چاہئے کہ اونٹنی کے

---

[1] وقد روی ابن شبۃ بسند حسن ان اباسعید یعنی الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکر عندہ الصلٰوۃ فی الطور فقال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاینبغی للمطی ان تشد رحالها الی مسجد یبتغی فیہ الصلٰوۃ غیر المسجد الحرام و مسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ (وفاء الوفا للسمہودی جزء ثانی - ص۴۱۲)

ترجمہ - ابن شبہ نے بسند حسن روایت کی کہ حضرت ابوسعید خدری کے پاس کوہ طور میں نماز کا ذکر آیا - تو آپ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ چاہئے کہ اونٹنی کے کجاوے کسی مسجد کی طرف باندھے جائیں - الخ - ۱۲ *

کجاوے کسی مسجد کی طرف باندھے جائیں جس میں نماز مقصود ہو سوائے مسجد حرام اور میری اس مسجد اور مسجد اقصےٰ کے) انتہے۔ علامہ شہاب خفاجی حنفی شفائے قاضی عیاض کی شرح میں لکھتے ہیں۔ والصحیح انہ مأول أی لا تشد الرحال لنذر العبادة الا فیہا ولذا قالوا لو نذر الصلاة فی غیرھا لم تلزمہ فلا یکرہ لم شد الرحل لبعض الاماکن المتبرک بہا او لزیارة من فیہا من الصالحین او لطلب العلم بل قد یکون ھذا واجبا علیہ (نسیم الریاض جزء ثالث صفحہ ۵۵۵)۔ ترجمہ۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مأول ہے۔ یعنی نذر عبادت کے لئے ان تین مسجدوں کے سوا اور کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں۔ اسی واسطے علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سوا کسی اور مسجد میں نماز کی نذر مانے۔ تو اُسے لازم نہیں۔ پس بعض متبرک مکانوں کے لئے یا وہاں کے صالحین کی زیارت کے لئے یا طلب علم کے لئے سفر کرنا مکروہ نہیں بلکہ بعض وقت یہ واجب ہوتا ہے انتہے۔ علامہ شامی (رد المحتار۔ جزء اول۔ صفحہ ۶۶۳) لکھتے ہیں۔ وردہ الغزالی بوضوح الفرق فان ما عدا تلک المساجد الثلاثة مستویة فی الفضل فلا فائدة فی الرحلة الیہا۔ واما الاولیاء فانہم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالےٰ و نفع الزائرین بحسب معارفہم و اسرارھم قال ابن حجر فی فتاواہ ولا تترک لما یحصل عندھا من منکرات و مفاسد کاختلاط الرجال بالنساء و غیر ذلک لان القربات لا تترک لمثل ذلک بل علی الانسان فعلہا و انکار البدع بل و ازالتہا ان امکن۔ ترجمہ اور مانعین کے منع کو امام غزالی نے رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ فرق ظاہر ہے کیونکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور مسجدیں فضیلت میں یکساں ہیں۔ پس ان کی طرف سفر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ رہے اولیائے کرام۔ سو وہ قُربِ الٰہی اور زائرین کو فائدہ پہنچانے میں بحسب معارف و اسرار متفاوت ہیں۔ ابن حجر نے اپنے فتاوے میں کہا کہ مزارات

اولیاء کو اس لئے نہ چھوڑنا چاہئے کہ اُن پر منکرات و مفاسد وقوع میں آتے ہیں مثلاً مردوں کا عورتوں سے اختلاط وغیرہ کیونکہ ایسی وجہ سے قربات کو ترک کرنا چاہئے۔ بلکہ انسان پر لازم ہے کہ ایسی قربات بجا لائے۔ اور بدعتوں کو بُرا جانے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو بدعتوں کو دور کرے انتہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ مزارات انبیاء و اولیا و صالحین کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں۔ اما التقرب لمشاهد الانبياء والائمة عليهم الصلاة والسلام فان المقصود منه الزيارة والاستمداد من سؤال المغفرة وقضاء الحوائج من ارواح الانبياء والائمة عليهم السلام والعبارة من هذا الامداد الشفاعة وهذا يحصل من جهتين الاستمداد من هذا الجانب والامداد من الجانب الآخر ولزيارة المشاهد اثر عظيم فى هذين الركنين اما الاستمداد فهو بانصراف همة صاحب الحاجة باستيلاء ذكر الشفيع والمزور على الخاطر حتى تصير كلية همته مستغرقة فى ذلك ويقبل بكليته على ذكره وخطوره بباله وهذه الحالة سبب منبه لروح ذلك الشفيع اوالمزور حتى تمده تلك الروح الطيبة بما يستمد منها ومن اقبل فى الدنيا بهمته وكليته على انسان فى دار الدنيا فان ذلك الانسان يحس باقبال ذلك المقبل عليه خبره بذلك فمن لم يكن فى هذا العالم فهو اولى بالتنبيه وهو مهيأ لذلك التنبيه فان اطلاع من هو خارج من احوال العالم الى بعض احوال العالم ممكن كما يطلع فى المنام على احوال من هو فى الآخرة اهو مثاب او معاقب فان النوم صنو الموت واخوه فبسبب النوم صرنا مستعدين لمعرفة احوال لم نكن مستعدين فى حالة اليقظة لها فكذلك من وصل الى الدار الآخرة ومات موتا حقيقيا كان بالاطلاع على هذا العالم اولى واحرى فاما كلية احوال هذا العالم فى جميع الاوقات لم تكن مندرجة فى سلك معرفتهم كما لم تكن احوال الماضين حاضرة فى معرفتنا فى منامنا عند الرؤيا

ولآحاد المعارف معينات ومخصصات منها همة صاحب الحاجة وهی استیلاء صاحب تلك الروح العزيزة على صاحب الحاجة وكما تؤثر مشاهدة صورة الحى فی حضور ذكره وخطور نفسه بالبال فكذلك تؤثر مشاهدة ذلك الميت ومشاهدة تربته التی هی حجاب قالبه فان اثر ذلك الميت فی النفس عند غيبة قالبه ومشهده ليس كاثره فی حال حضوره ومشاهدة قالبه ومشهده ومن ظن انه قادر على ان يحضر فی نفس ذلك الميت عند غيبة مشهده كما يحضر عند مشاهدة مشهده فذلك ظن خطأ فان للمشاهدة اثرا فينا ليس للغيبة مثله ومن استعان فی الغيبة بذلك الميت لم تكن هذه الاستعانة ايضا جزافا ولا تخلو من اثر ما (المصنون الكبير ص۲۸-۲۹) - ترجمہ انبیاء وائمہ علیہم الصلاۃ والسلام کے مزارات پر حاضر ہونے سے مقصود ان کی زیارت اور ان کی ارواح سے استمداد یعنی مغفرت و قضاے حاجات کا سوال ہے - اور اس امداد سے مراد شفاعت ہے - اور یہہ مطلب دو جہت سے حاصل ہوتا ہے یعنی اس طرف سے مدد مانگنا اور دوسری طرف سے مدد دینا - اور ان دونوں رکنوں میں زیارت مزارات کا بڑا اثر ہے - استمداد کا طریق یہہ ہے کہ صاحب حاجت کی ہمت یوں مصروف ہو کہ شفیع ومزور کا ذکر اُس کے دل پر غالب آجائے یہانتک کہ اس کی کلی ہمت اس مزور میں مستغرق ہو جائے - اور وہ بتمامہ اُس مزور کے ذکر اور اُسے اپنے دل میں لانے پر متوجہ ہو - یہہ حالت اس شفیع یا مزور کی آگاہی کا سبب ہوتی ہے یہانتک کہ وہ پاک روح اس کی مدد کرتی ہے اس چیز کے ساتھ جو اُس سے طلب کی گئی ہے - اور جو شخص اس دُنیا میں اپنی ہمت سے ہمہ تن کسی انسان کے دنیوی گھر پر متوجہ ہو - وہ انسان اس کے آنے کو محسوس کرتا ہے اور اسے اس کی خبر دیتا ہے - پس جو شخص اس جہان میں نہ ہو - وہ مطلع ہونے کا زیادہ سزاوار ہے اور اس میں اس آگاہی کی استعداد ہے - کیونکہ جو شخص اس عالم کے احوال سے خارج ہو اُس کا

اِس عالم کے بعض حالات سے آگاہ ہو جانا ممکن ہے جیساکہ خواب میں اُس شخص کے حالات سے آگاہی ہو جاتی ہے جو آخرت میں ہو کہ آیا وہ نعیم میں ہے یا عذاب میں ہے۔ کیونکہ موت نیند کی بہن ہے۔ پس جس طرح نیند کے سبب ہم میں اُن حالات کے جاننے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ جن کی معرفت کی استعداد ہم میں حالت بیداری میں نہ تھی۔ اسی طرح جو شخص دار آخرت میں پہنچ جاتا ہے اور حقیقی موت مرتا ہے۔ وہ اِس عالم کے حالات سے مطلع ہونے کا زیادہ سزاوار ہے۔ لیکن تمام اوقات میں اِس عالم کے تمام حالات سے واقف ہونا اُن کی معرفت کے سلسلے میں مندرج نہیں جیساکہ سوتے وقت خواب میں تمام گذشتہ لوگوں کے حالات ہماری معرفت میں حاضر نہیں ہوتے۔ اور (عالم برزخ میں) آحاد معارف کی تعیین وتخصیص کرنے والے کئی امر ہیں۔ منجملہ اُن کے صاحب حاجت کی ہمت ہے۔ اور وہ صاحب روح کا صاحب حاجت پر غلبہ پانا ہے۔ اور جس طرح زندے کی صورت کا مشاہدہ اس کا ذکر حاضر ہونے اور دل میں آنے میں اثر کرتا ہے۔ اسی طرح اُس میت کا مشاہدہ اور اس کی قبر کا مشاہدہ جو اس کے قالب کا حجاب ہے اثر کرتا ہے۔ کیونکہ میت کے قالب اور مزار کی غیبوبت کے وقت اس کا اثر ایسا نہیں ہوتا جیساکہ اس کے حضور اور اس کے قالب و مزار کے مشاہدے کی حالت میں ہوتا ہے۔ جو شخص یہہ گمان کرتا ہے کہ میں اس میت کے نفس میں مزار کی غیبوبت کے وقت اسی طرح حاضر ہونے پر قادر ہوں جیساکہ اُس کے مزار کے مشاہدے کے وقت قادر ہوں۔ اُس کا یہہ گمان غلط ہے۔ کیونکہ مشاہدے کا ہم میں وہ اثر ہوتا ہے جو غیبوبت کا نہیں ہوتا۔ اور جو شخص غیبوبت میں اُس میت سے مدد طلب کرے۔ وہ استعانت بھی بیفائدہ نہیں۔ اور کسی نہ کسی اثر سے خالی نہیں۔ انتہے۔

علامہ شہاب الدین احمد سجاعی اپنے رسالۂ[1] اثبات کرامات الاولیاء میں لکھتے ہیں

[1] یہہ رسالہ شفاء السقام للسبکی مطبوعۂ مصر کے اخیر میں منضم ہے ۔۔

قال صاحب الحصن الحصين وجربت استجابة الدعاء عند قبور الصالحين بشروط معروفة وقال العارف بالله تعالے سیدی محمد بن عبد القادر الفاسی وقد کان الامام الشافعی یقول قبر موسی الکاظم التریاق المجرب قال العارف بالله احمد زروق قال ابو عبد الله واذا کانت الرحمة تنزل عند ذکرهم فما ظنك بمواطن اجتماعهم علی ربهم ویوم قدومهم علیه بالخروج من هذه الدار وهو یوم وفاتهم فزیارتهم فیه تهنئة لهم وتعرض لما یتجدد من نفحات الرحمة علیهم فهی اذا مستحبة ان سلمت من محرم او مکروه فی اهل الشرع کاجتماع النساء وتلك الامور التی تحدث۔ ترجمہ۔ صاحب حصن حصین نے کہا کہ شروط معروفہ کے ساتھ صالحین کی قبروں کے پاس دعا کے قبول ہونے کا میں نے تجربہ کیا ہے۔ اور عارف ربانی سیدی محمد بن عبد القادر فاسی نے کہا کہ امام شافعی فرماتے تھے کہ امام موسٰے کاظم کی قبر تریاق مجرب ہے[1]۔ عارف ربانی احمد زروق نے کہا کہ ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ جب صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ تو تیرا کیا گمان ہے صالحین کے مزارات کی نسبت (جو ان کے اپنے رب سے ملنے کے مواطن ہیں) اور ان کے یوم وفات کی نسبت (جو ان کے اس دار فانی سے نکل کر اپنے رب کے آگے جانے کا دن ہے)۔ پس اس دن ان کی زیارت کرنا اُن کو مبارکباد کہنا ہے اور ان نفحات رحمت کو طلب کرنا ہے جو ان پر نئے وارد ہوتے ہیں۔ پس اس

---

[1] علامہ دمیری حیات الحیوان (جزء ثانی۔ صفحہ ۱۱۱) میں لکھتے ہیں۔ واما معروف فهو ابن قیس الکرخی کان مشهورا باجابة الدعاء واهل بغداد یستسقون بقبره و یقولون قبر معروف تریاق مجرب۔ یعنی حضرت معروف بن قیس کرخی اجابت دعا میں مشہور تھے۔ اور اہل بغداد آپ کی قبر مبارک سے طلب باراں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معروف کی قبر تریاق مجرب ہے ۱۲ +

صورت میں زیارت مستحب ہے بشرطیکہ ایسی بات سے خالی ہو جو شرع میں مکروہ یا حرام ہے مثلاً عورتوں کا اجتماع اور وہ امور جو نئے پیدا ہوتے ہیں انتہے۔
قرآن مجید میں حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت وارد ہے۔ وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا (اور سلام اُس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن وفات پائے گا اور جس دن زندہ اُٹھایا جائیگا)۔ اور حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے حکایۃً آیا ہے۔ والسلام علیّ یوم ولدتّ ویوم اموت ویوم ابعث حیا (اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرونگا اور جس دن زندہ اُٹھایا جاؤنگا) قرآن کی ان آیتوں میں بھی یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ یوم میلاد ویوم وفات میں خاص نفحات رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور یوم بعث میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ کیسے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو صالحین کے مزارات پر بالخصوص ان کے میلاد و وفات کے روز حاضر ہو کر انوار خاصہ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل قبور سے استمداد جائز بلکہ مستحسن ہے بعض مبتدی آیہ وایاک نستعین سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا منع ہے۔ ہم کہتے ہیں بے شک منع ہے جبکہ ہم اولیاء اللہ کو حقیقی حاجت روا اور بالاستقلال متصرف ومعین سمجھیں۔ مگر جب ان کو وسیلہ ومظہر عون الٰہی سمجھا جائے۔ تو منع نہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تفسیر عزیزی میں اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں۔ در اینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد و اورا مظہر عون الٰہی ندانہ حرام است۔ واگر التفات محض بجانب حق است واورا یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکارخانۂ اسباب وحکمت او تعالےٰ درآں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود۔ ودر شرع نیز جائز وروا است انتہے۔
ایک مرد خدا کی وصیت ذیل قابل غور ہے۔ وقال سیّدی محمد رضی اللہ عنہ

فی مرض موتہ من کانت لہ حاجۃ فلیأت الی قبری و یطلب حاجتہ اقضہا لہ فانہ ما بینی و بینکم غیر ذراع من تراب وکل رجل یحجبہ عن اصحابہ ذراع من تراب فلیس برجل (طبقات الکبری للشعرانی جزء ثانی - صفحہ) ترجمہ - سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ عنہ (متوفی ۸۴۷ھ) نے اپنے مرض موت میں فرمایا - جس کو کوئی حاجت ہو - وہ میری قبر پر آئے اور اپنی حاجت طلب کرے - میں اس کی حاجت پوری کروں گا - کیونکہ میرے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہاتھ مٹی ہوگی - جس شخص کو ایک ہاتھ مٹی اپنے اصحاب کی مدد سے مانع ہو - وہ مرد نہیں ہے - انتہے - مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کاملین سے استمداد کا طریق یوں تحریر فرماتے ہیں طریق استمداد از ایشاں آنست کہ جانب سر قبر او سورہ بقرہ انگشت بر قبر نہادہ تا مفلحون بخواند - باز بطرف پائیں قبر بیاید و آمن الرسول تا آخر سورہ بخواند و بزبان گوید اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجا و دعا میکنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید - باز رو بقبلہ آرد و مطلوب خود را از جناب باری خواہد - (فتاوے عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی - جلد اول - صفحہ ۱۷۱)

مسافت بعید سے اولیاء اللہ کو مدد کے لئے پکارنا اور ان سے توسل کرنا بھی جائز ہے - بعض نادان جہالت میں یہانتک ڈوبے ہوئے ہیں کہ جہاں کسی نے یا رسول اللہ کہا - انہوں نے جھٹ کہہ دیا کہ یہہ شرک ہے حالانکہ یہہ خود حضور اقدس بابی ہو وامی کی تعلیم ہے - چنانچہ خصائص کبرے للسیوطی (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن - جزء ثانی - صفحہ ۲۰۱) میں ہے اخرج البخاری فی تاریخہ والبیہقی فی الدلائل والدعوات وصححہ وابو نعیم فی المعرفۃ عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریرا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ تعالی لی ان یعافینی قال ان شئت اخرت

ذٰلك وهو خير لك وان شئت دعوت الله قال فادعه فامره ان يتوضأ فيحسن الوضوء ويصلي ركعتين ويدعو بهذا الدعاء اللّهمّ انّي اسألك و اتوجه اليك بنبيك محمّد صلّى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد انّي اتوجه بك الى ربّي في حاجتي هذه ليقضيها لي اللّهمّ شفعه فيّ ففعل الرجل فقام وقد ابصر - واخرج البيهقي وابو نعيم في المعرفة عن ابي امامة بن سهل بن حنيف ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان في حاجة وكان عثمان لا يلتفت اليه ولا ينظر في حاجته فلقي عثمان بن حنيف فشكا اليه ذٰلك فقال له ائت الميضأة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل ركعتين ثم قل اللّهمّ اني اسألك واتوجه اليك بنبيك محمّد صلّى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمّد انّي اتوجه بك الى ربّي ليقضي لي حاجتي واذكر حاجتك فانطلق الرجل وصنع ذٰلك ثم اتى باب عثمان بن عفان فجاء البواب فاخذ بيده فادخله على عثمان فاجلسه معه على الطنفسه فقال انظر ما كانت لك من حاجة ثم ان الرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيرا ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت الي حتى كلمته قال ما كلمته ولكني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وجاءه ضرير فشكا اليه ذهاب البصر فقال له او تصبر قال يا رسول الله ليس لي قائد وقد شق علي فقال ائت الميضأة فتوضأ وصل ركعتين ثم قل اللّهم اني اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد صلّى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد انّي اتوجه بك الى ربّي ليجلي لي عن بصري اللّهم شفعه في وشفعني في نفسي قال عثمان فوالله ما تفرقنا حتى دخل الرجل كان لم يكن به ضرر

ترجمہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے دلائل و دعوات میں (اور بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے) اور ابو نعیم نے معرفت میں بروایتؔ عثمان بن حنیف

---

لہ یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ - باب جامع الدعاء فصل ثانی)

نقل کیا ہے کہ ایک نابینا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی
کہ میرے حق میں اللہ تعالے سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے شفا دے۔ آپنے فرمایا اگر تو چاہے میں اس
میں تاخیر کرتا ہوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے دُعا
کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی۔ آپ اللہ سے دعا کریں۔ پس آپ نے اس سے
فرمایا کہ وضو کرو اور اچھی طرح وضو کرو۔ اور دو رکعت نفل پڑھکر یوں دُعا
مانگو۔ "خداوندا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں
بوسیلہ تیرے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو نبی الرحمۃ ہیں۔ یا محمد میں متوجہ
ہوتا ہوں بوسیلہ آپ کے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں تاکہ وہ اسے
میرے لئے پورا کر دے۔ خداوندا میرے حق میں حضور کی شفاعت کو قبول کر"
اُس نابینا نے ایسا ہی کیا۔ پس وہ اُٹھا۔ تو بینا تھا۔ اور بیہقی نے اور
حافظ ابونعیم نے معرفت میں بروایت ابوامامہ بن سہل بن حنیف نقل کیا
ہے کہ ایک شخص کسی حاجت کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی
خدمت میں آیا کرتا تھا۔ مگر آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اس کی حاجت
میں غور نہ فرماتے۔ پس وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا۔ اور اُن سے
اِس امر کی شکایت کی۔ پس حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا کہ وضو کی
جگہ جا کر وضو کرو۔ پھر مسجد میں آکر دو رکعت نفل پڑھو۔ پھر یہ دُعا مانگو۔
اللھم انی اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد صلے الله عليه وسلم
نبي الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربى ليقضى لى حاجتى۔ اور اپنی
حاجت بیان کرو۔ پس وہ شخص چلا گیا۔ اور اسی طرح کیا۔ پھر حضرت عثمان بن
عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا۔ پس دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور
اُسے حضرت عثمان غنی کے پاس لے گیا۔ آپ نے اُسے اپنے ساتھ فرش پر بٹھایا۔
اور فرمایا کہ تیری جو حاجت ہے میں اُس میں غور کرتا ہوں۔ پھر وہ شخص وہاں سے
نکلا۔ اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملا۔ اور کہنے لگا۔ اللہ تجھے نیک جزا دے۔

وہ میری حاجت میں غور نہ کرتے تھے اور میری طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ یہانتک کہ آپ نے وہ عمل بتایا۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا میں نے وہ عمل نہیں بتایا بلکہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک نابینا آپ کی خدمت اقدس میں آیا۔ اور آپ سے شکایت کی کہ میری بینائی جاتی رہی۔ حضور نے فرمایا۔ کیا تو صبر کر سکتا ہے؟۔ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کوئی میرا عصا پکڑنے والا نہیں مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وضو کی جگہ جاکر وضو کر اور دو رکعت نفل پڑھ۔ پھر یوں دعا مانگ۔ اللھم انی اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد انی اتوجه بك الى ربی ليجلی لی عن بصری اللھم شفعه فی وشفعنی فی نفسی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا۔ اللہ کی قسم ہم جدا نہ ہوتے یہانتک کہ وہ شخص آیا گویا کہ اُسے کوئی ضرر ہی نہ تھا انتہے۔ یہی دعا اور بزرگوں کا بھی معمول بہ رہی ہے۔ چنانچہ علامہ یوسف نبھانی یوں نقل فرماتے ہیں۔ وقال کثیر بن محمد بن کثیر بن رفاعة جاء رجل الی عبد الملك بن سعيد بن خيار بن الجبر فجس بطنه فقال بك داء لا يبرأ قال ما هو قال الدبيلة فتحول الرجل فقال الله الله الله ربی لا اشرك به شيئا اللھم انی اتوجه اليك بنبيك محمد صلے الله عليه وسلم نبی الرحمة يا محمد انی اتوجه بك الى ربك وربی ان يرحمنی مما بی رحمة يغنينی بها عن رحمة من سواه ثلاث مرات ثم عاد الى ابن الجبر فجس بطنه فقال قد برأت ما بك علة (حجة الله على العالمين فی معجزات سيد المرسلين۔ صفحہ ۷۹) ترجمہ کثیر بن محمد بن کثیر بن رفاعہ نے کہا کہ ایک شخص عبد الملک بن سعید بن خیار بن الجبر کے پاس آیا۔ پس اُس نے اُس شخص کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ تجھے لاعلاج بیماری ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا بیماری ہے۔ ابن الجبر نے کہا۔ دُبیلہ[1]۔ پس وہ شخص پھرا اور اُس نے یہ دعا مانگی اللہ اللہ اللہ میرا پروردگار ہے

---

[1] ایک پیٹ کی بیماری کا نام ہے۔

میں کسی کو اُس کا شریک نہیں ٹھیراتا۔ خداوندا میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو نبی الرحمۃ ہیں۔ یا محمد میں متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ آپ کے آپ کے رب اور اپنے رب کی طرف کہ اس بیماری سے وہ مجھ پر ایسی رحمت کرے کہ جس سے وہ مجھے کسی غیر کی رحمت سے بے نیاز کردے یہ دُعا تین بار کی۔ پھر وہ ابن الجبر کی طرف لوٹا۔ اُس نے جو اس کا پیٹ ٹٹولا تو کہا۔ تو تندرست ہوگیا ہے۔ تجھے کوئی بیماری نہیں لہٰذا۔ حروب و مصائب میں اس طرح حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور آپ سے توسل کرنا ہر زمانے میں صالحین کا مسلک رہا ہے۔ بطور توضیح چند اور مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) جب حضرت کعب بن ضمرہ کا یوقنا حاکم حلب سے مقابلہ ہوا۔ تو اس جنگ میں اہل اسلام یوں پکارتے تھے۔ یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل یعنی اے محمد اے محمد اے اللہ کی مدد تو نازل ہو۔ (مجموعہ کامل ترجمہ تاریخ واقدی۔ فتوح الشام۔ ص۲۹۵)

(۲) ابن جریر طبری ۱۸ھ کے واقعات میں یوں لکھتے ہیں۔ کتب الی السری عن شعیب عن سیف عن مبشر بن الفضیل عن جبیر بن صخر عن عاصم بن عمر بن الخطاب قال قحط الناس زمان عمر عاما فهزل المال فقال اهل بيت من مزينة من اهل البادية لصاحبهم قد بلغنا فاذبح لنا شاة قال ليس فيهن شيئ فلم يزالوا به حتى ذبح لهم شاة فسلخ عن عظم احمر فنادى يا محمداه الخ (تاریخ الامم والملوک لابن جریر الطبری۔ جزء ۱ بج۔ ص۲۲۲) ترجمہ میری طرف سری نے لکھا بروایت شعیب از سیف از مبشر بن فضیل از جبیر بن صخر از عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ کہا عاصم نے کہ ایک سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں امساک باراں ہوا۔ پس مواشی لاغر ہوگئے۔ اہل بادیہ سے قبیلہ مزینہ کے ایک اہل خانہ نے اپنے صاحب سے کہا کہ

ہمیں غایت درجہ کی تکلیف ہے۔ تو ہمارے واسطے ایک بکری ذبح کر۔ اُس نے کہا کہ بکریوں میں کچھ رہا نہیں۔ وہ اہل خانہ اصرار کرتے رہے یہانتک کہ اُس نے اُن کیلئے ایک بکری ذبح کی۔ جب کھال اُتاری۔ تو سُرخ ہڈیاں دکھائی دیں۔ پس اُس نے یوں پکارا یا محمداہ الخ۔

(۳) امام نووی کتاب الاذکار (باب ما یقولہ اذا خدرت رجلہ ص۱۳۵) میں لکھتے ہیں۔ روینا فی کتاب ابن السنی عن الھیثم بن حنش قال کنا عند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فخدرت رجلہ فقال لہ رجل اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکانما نشط من عقال وروینا فیہ ایضاً عن مجاھد قال خدرت رجل رجل عند ابن عباس فقال ابن عباس رضی اللہ عنہما اذکر احب الناس الیک فقال محمد صلی اللہ علیہ وسلم فذھب خدرہ۔ ترجمہ۔ ابن السنی (متوفی سنہ ۳۶۴ھ) کی کتاب میں ہیثم بن حنش سے روایت ہے کہ اس نے کہا۔ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ پس ان کا پاؤں سو گیا۔ ایک شخص نے ان سے کہا۔ آپ اُس کو یاد کیجئے جو آپ کو سب لوگوں سے پیارا ہے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس گویا آپ بند سے کھول دئے گئے۔ اور کتاب ابن سنی ہی میں مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا۔ پس آپ نے اس سے کہا۔ تو یاد کر اُس کو جو تجھے سب لوگوں سے پیارا ہے۔ پس اس نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اس کے پاؤں کی خوابیدگی جاتی رہی انتہے۔

(۴) علامہ یوسف نبہانی (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین۔ ص۸۰۷) لکھتے ہیں۔ قال ابو عبد اللہ سالم عرف بخواجہ رأیت فی النوم کأنی فی بحر النیل وانا بجزیرۃ فاذا بتمساح اراد ان یقفز علی فخفت منہ فاذا بشخص وقع لی انہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی اذا کنت

فی شدۃ فقل انا مستجیر بک یارسول اللہ فاراد بعض الاخوان السفر
لزیارۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکان ضریراً فحکیت لہ الرؤیا وقلت
لہ اذا کنت فی شدۃ فقل انا مستجیر بک یارسول اللہ فسافر فی تلک الایام
فجاء الی رابغ وکان الماء بہ قلیلا وکان لہ خادم فراح فی طلب الماء قال
لی فبقیت القربۃ فی یدی وانا فی شدۃ من طلب الماء فتذکرت ما
قلت لی وقلت انا مستجیر بک یارسول اللہ فبینا انا کذلک اذ سمعت
صوت رجل وھو یقول لی زم قربتک وسمعت خریر الماء فی القربۃ الی
ان استلأت ولا اعلم من این اتی الرجل۔ ترجمہ ابو عبد اللہ سالم
معروف بہ خواجہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں دریاے نیل
میں ایک جزیرہ میں ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے
پس میں اس سے ڈر گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم ہیں مجھ سے فرمایا۔ جب تو کسی سختی ہو۔ تو یوں کہا کر۔ انا مستجیر بک
یارسول اللہ (یارسول اللہ میں آپ سے مدد مانگنے والا ہوں)۔ پس کسی
بھائی نے جو نابینا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں نے
اپنا خواب اس سے بتادیا اور اس سے کہا کہ جب تو کسی سختی میں ہو۔ تو یوں کہا کر۔
انا مستجیر بک یارسول اللہ۔ ان دنوں میں وہ روانہ ہو گیا۔ پس رابغ میں
آیا۔ اور وہاں پانی تھوڑا تھا۔ اور اس کا ایک خدمتگار تھا۔ پس وہ پانی کی تلاش
میں چلا گیا۔ اس نابینا نے مجھ سے کہا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی۔ اور
میں پانی کی تلاش سے تنگ آگیا۔ پس مجھے تیرا قول یاد آیا اور میں نے کہا۔ انا
مستجیر بک یارسول اللہ۔ میں اسی حال میں تھا کہ ناگاہ میں نے ایک
شخص کی آواز سنی جو مجھ سے کہہ رہا تھا۔ تو اپنی مشک بھر لے۔ اور میں نے
مشک میں پانی کی آواز سنی یہانتک کہ وہ بھر گئی۔ اور میں نہیں جانتا کہ وہ
شخص کہاں سے آگیا انتہے۔

(۵) کتاب حجۃ اللہ علی العالمین للنبہانی ص۸۰۳ میں ہے - قال علی بن مصطفی العسقلانی ابو الحسن رکبنا فی باحۃ بحر عیذاب نطلب جدۃ فہاج علینا البحر ورمینا ما معنا فی البحر واشرفنا علی التلف فجعلنا نستغیث بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم ونحن نقول یا محمداہ یا محمداہ وکان معنا رجل مغربی صالح فقال ارفقوا یا حجاج انتم سالمون الساعۃ رأیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی المنام فقلت یا رسول اللہ امتک امتک یستغیثون بک قال فالتفت الی ابی بکر وقال یا ابا بکر انجدہ قال فان عینی تریٰ ابابکر وقد خاض البحر وادخل یدہ فی مقدم الجلبۃ ولم یزل یجذبہا حتی دخل بہا البر فبسکم تستغیثون فالستم سالمون فسلمنا فبعد ھذا المرنا الاخیرا ودخلنا البر سالمین - ترجمہ ابو الحسن علی بن مصطفی العسقلانی نے کہا کہ ہم بحر عیذاب کے پانی میں جدہ کو کشتی میں روانہ ہوئے - پس سمندر میں طغیانی آگئی - اور ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا - اور قریب الہلاک ہوگئے - پس ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے لگے - اور یوں پکارنے لگے - یا محمداہ یا محمداہ - اور ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک شخص تھا - اس نے کہا - اے حاجیو گھبراؤ مت - تم بچ جاؤگے ابھی میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا - پس میں نے عرض کی - یا رسول اللہ آپ کی اُمت آپ سے مدد مانگتی ہے - پس آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے - اور فرمایا - اے ابو بکر تو اس کی مدد کر - کہا مغربی نے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سمندر میں گھس گئے اور انہوں نے کشتی کی پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا - اور اُسے کھینچتے رہے - یہانتک کہ خشکی سے جالگے - پس وہ تم کو نرمی سے کھینچ گئے - حالانکہ تم فریاد کرتے رہے - اور تم بچ رہے - پس ہم سلامت رہے اور اس کے بعد ہم نے بجز خیر کچھ نہ دیکھا اور خشکی پر صحیح و سالم پہنچ گئے - انتہی -

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی کرامتیں حضور کے غلاموں کو بھی عطا کی ہیں۔ اولیائے کرام سے ایسی کرامت کا ظہور حقیقت میں حضور ہی کا معجزہ ہے کیونکہ کسی امتی کی کرامت اس امت کے نبی کا معجزہ ہوا کرتا ہے۔ امام نووی کتاب الاذکار صفحہ ۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ روینا فی کتاب ابن السنی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا فان للہ عزوجل فی الارض حاصرا سیحبسہ قلت حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انہ انفلتت لہ دابۃ اظنہا بغلۃ وکان یعرف ہذا الحدیث فقالہ فحبسہا اللہ علیہم فی الحال وکنت انا مرۃ مع جماعۃ فانفلتت منا بہیمۃ وعجزوا عنہا فقلتہ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی ہذا الکلام۔ ترجمہ کتاب ابن سنی میں بروایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کا چارپایہ کسی بیابان میں بھاگ جائے۔ تو اسے چاہیئے کہ یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو روکو۔ اے اللہ کے بندو روکو۔ کیونکہ اس زمین میں اللہ عزوجل کی طرف سے ایک گھیرنے والا ہوتا ہے جو اسے جلد روک لے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے شیوخ

---

لہ حصن حصین میں علامہ جزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے یہ حدیث بروایت طبرانی یوں نقل فرمائی ہے۔ اذا انفلتت دابۃ احدکم فلیناد یا عباد اللہ اعینونی۔ یعنی جب تم میں سے کسی کا چارپایہ بھاگ جائے۔ تو اسے چاہیئے کہ یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو انتہے اور حصن حصین ہی میں ہے۔ ان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یعنی جب مدد چاہے۔ تو یوں کہے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو انتہے۔ ۱۲

میں سے ایک بڑے عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ میرا چارپایہ جسے میں خچر گمان کرتا ہوں بھاگ گیا۔ مجھے یہہ حدیث معلوم تھی۔ میں نے کہا۔ یاعباداللہ احبسوا (اے اللہ کے بندو روکو)۔ پس اللہ نے اُسے اُسی وقت روک لیا۔ میں ایک دفعہ ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ ہمارا ایک چارپایہ بھاگ گیا۔ اور لوگ اس سے عاجز آگئے میں نے یہی عمل کیا۔ وہ اُسی وقت ٹھیر گیا اور اس کلام کے سوا کوئی اور سبب نہ تھا انتہے۔ اس حدیث میں عباداللہ سے مراد فرشتے سمجھو یا رجال غیب ابدال وغیرہ یا مسلمان جن۔ بہرحال ندائے غیراللہ موجود ہے۔ علامہ نووی نے دو واقعہ سے اس حدیث کی صحت کی تصدیق بھی کردی ہے۔ حضرت ساریہ بن زنیم کا قصہ مشہور ہے۔ جس کا خلاصہ یہہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ کو ایک لشکر کا سردار بناکر بلاد فارس کی طرف بھیجا تھا۔ باب نہاوند میں لشکر اسلام کو سخت مقابلہ پیش آیا۔ حضرت ساریہ نے شہر نہاوند کو جو ہمدان سے تین دن کی راہ ہے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ مگر دشمن کی تعداد زیادہ تھی۔ اور مسلمانوں کو شکست ہونے کو تھی۔ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے دو تین بار باآواز بلند فرمایا۔ یاساریۃ الجبل من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم۔ یہہ آواز

---

ترجمہ۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف کو ہو جاؤ۔ جس نے بھیڑیے کو بھیڑوں کا چرواہا بنایا۔ اُس نے ظلم کیا انتہے یعنی بھیڑوں پر ظلم کیا۔ اور یہہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اس نے بھیڑیے پر ظلم کیا کیونکہ اس کو ایسے کام کی تکلیف دی جو اس کی طبیعت میں نہ تھا۔ یہہ مثل پہلے اکثم بن صیفی نے کہی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر استعمال کی (حیوۃ الحیوان تحت ذئب)۔ کتاب جمہرۃ الامثال لابی ہلال العسکری (متوفی ۳۹۵ھ) میں اس مثل کے یہہ معنے لکھے ہیں۔ ای من استرعی الذئب فقد وضع الامانۃ فی غیر موضعہا والظلم وضع الشیئ فی غیر موضعہ یعنی جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا۔ اس نے امانت کی امانت کی جگہ کے سوا رکھا۔ اور ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو غیر محل میں رکھنا۔ ۱۲

نہاوند میں حضرت ساریہ اور لشکر اسلام نے سنی۔ اور وہ پہاڑ کی طرف کو ہو گئے۔
ایک مہینہ کے بعد قاصد فتح کی خوشخبری لایا۔ اس نے بیان کیا کہ جمعہ کے دن
فلاں وقت جبکہ ہم پہاڑ سے آگے بڑھ گئے تھے ہم نے ایک آواز سُنی جو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی۔ اور وہ یہ تھی۔ یا ساریۃ الجبل
من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم۔ یہ آواز سُنکر ہم پہاڑ کی طرف مُڑ آئے۔
پس اللہ تعالےٰ نے ہم کو فتح دی۔ یہ قصہ دلائل حافظ ابی نعیم میں باسناد
متصل مذکور ہے۔ اور تہذیب الاسماء والصفات للنووی اور طبقات الشافعیۃ
الکبرے للتاج السبکی اور حیاۃ الحیوان للدمیری وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ علامہ
تاج سبکی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں۔ قلت عمر رضی اللہ عنہ لم یقصد اظہار
هذہ الکرامۃ وانما کشف له ورأی القوم عیانا وکان کمن هو بین اظهرهم
اوطویت الارض وصار بین اظهرهم حقیقه وغاب عن مجلسه بالمدینۃ
وانتقلت حواسه بمادهم المسلمین بنهاوند فخاطب امیرهم خطاب من
هو معه اذ هو حقیقه او کمن هو معه۔ (طبقات الشافعیۃ الکبرے۔
جزء ثانی۔ صـ ۶۵ ترجمہ میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس
کرامت کے ظاہر کرنے کا قصد نہ کیا تھا۔ آپ کو کشف ہو گیا اور آپ نے لشکر
اسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور آپ مثل اس شخص کے ہو گئے جو اُنکے
درمیان ہو۔ یا زمین لپیٹی گئی اور آپ حقیقت میں اُن کے درمیان ہو گئے۔
اور مدینہ میں مجلس سے غائب ہو گئے اور نہاوند میں مسلمانوں کی مصیبت کے
سبب آپ کے حواس منتقل ہو گئے۔ پس آپ نے سردار لشکر کو خطاب کیا مثل
اُس شخص کے جو اُس کے ساتھ ہو کیونکہ آپ حقیقۃً اس کے ساتھ یا اس شخص
کی مثل تھے جو اُس کے ساتھ ہو۔ انتہےٰ۔

علامہ شطنوفی بہجۃ الاسرار (مطبوعہ مصر۔ صـ ۱۰۲) میں بالاسناد یوں
تحریر فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے

نے فرمایا۔ من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسّل بی الی اللہ عزّ وجلّ فی حاجۃ قضیت۔

ترجمہ جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگی۔ وہ مصیبت اس سے دُور ہو گئی جس نے کسی سختی میں مجھے میرا نام لے کر پکارا۔ وہ سختی اس سے جاتی رہی۔ اور جس نے کسی حاجت میں اللہ عزوجل کی طرف میرا وسیلہ پکڑا۔ وہ حاجت پوری ہو گئی۔ انتہے۔ اسیواسطے مشائخ سلسلۂ قادریہ میں وظیفہ[1] یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ معمول ہے۔ اسی طرح جامع حقیقت و شریعت سیدنا ابو العباس احمد زروق (متوفی ۸۹۹ھ) نے ایک قصیدے میں جو قصیدہ جیلانیہ کے طرز پر ہے یوں فرمایا ہے ؎

انا لمریدی جامع لشتاتہ - اذا ما سطا جور الزمان بنکبۃ
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ - فناد بیا زروق آت بسرعۃ

ترجمہ میں اپنے مرید کی پریشانیوں کو دُور کرنے والا ہوں۔ جب زمانے کا ستم سختی کے ساتھ حملہ آور ہو اور اگر تو تنگی اور تکلیف اور وحشت میں ہو۔ تو یا زروق کہکر پکاریں فوراً آموجود ہوں گا انتہے (دیکھو بستان المحدثین مصنفہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ۔ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ صـ ۱۲۱)

اس مقام پر یہہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اولیا واللہ ہزاروں کو سوچ کیونکر سن سکتے ہیں اور کس طرح آسکتے ہیں۔ اس اعتراض کا منشا یہہ ہے کہ معترض عالم برزخ کو دارِ دُنیا پر قیاس کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ جس طرح پیکر استخوانی میں مقید ہونے کی حالت میں روح کے قوے محدود ہوتے ہیں اسی طرح موت کے بعد بھی محدود ہوتے ہیں۔ مگر یہہ قیاس غلط ہے کیونکہ حقیقت

[1] اس وظیفہ کے جواز پر علمائے کبار نے فتوے دیا ہے۔ یہہ فتوے ایک رسالہ کی شکل میں انجمن نعمانیہ ہند نے شائع کیا ہے جو انجمن مذکور کے دفتر سے مل سکتا ہے۔ ۱۲

حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے کہ موت کے بعد روح کے قوے میں حیرت انگیز ترقی پائی جاتی ہے۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ اگر کوئی زائر کسی مومن کی قبر پر جا کر سلام کہے۔ تو اس کی روح خواہ وہ علیین میں ہو اُس زائر کو پہچانتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ اور یہہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ روح ایسی سریع الحرکت ہے کہ ایک لمحہ میں آسمان پر ہوتی ہے اور دوسرے لمحہ میں زمین پر آ جاتی ہے۔ جب عامۂ مومنین کی روحوں کا یہہ حال ہے۔ تو اولیاء اللہ پر جنہیں حالت حیات ہی میں خدائی شنوائی حاصل ہو جاتی ہے[1] یہہ اعتراض کیونکر وارد ہو سکتا ہے کہ وہ ہزاروں کوسوں سے کس طرح سنتے ہیں اور کیونکر جلد آ موجود ہوتے ہیں۔

[1] بخاری شریف (کتاب الرقاق۔ باب التواضع) میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضتہ علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا الحدیث۔ ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اُس کو آگاہ کرتا ہوں کہ میں اس سے لڑائی کرنے والا ہوں۔ اور میرے بندے نے میری طرف کسی چیز سے نزدیکی نہ ڈھونڈی جو مجھ کو ادائے فرائض سے زیادہ محبوب ہو۔ اور وہ میرا بندہ نوافل سے میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ تو میں اُس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے۔ الحدیث ۱۲

# دسواں باب

## مسائلِ متفرقہ

اس باب میں چند ضروری مسائل بعنوان سوال و جواب بیان کئے جاتے ہیں۔

## (۱) سوال

کیا صوم و صلوٰۃ وغیرہ عمل نیک کا ثواب بصورتِ ایصال مُردے کو پہنچتا ہے یا نہیں

## جواب

درمختار (باب الحج عن الغیر) میں ہے۔ الاصل ان کل من اتی بعبادۃ ماله جعل ثوابها لغیرہ وان نواها عند الفعل لنفسه بظاهر الادلة یعنی اصل یہہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے۔ اس کو جائز ہے کہ اُس کا ثواب غیر کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو۔ یہہ اصل ثابت ہے قرآن و حدیث کی ظاہر دلالت سے انتہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ (قوله بعبادۃ ما) ای سواء کانت صلوٰۃ اوصوما اوصدقة اوقراءۃ اوذکرا اوطوافا اوحجا اوعمرۃ اوغیر ذٰلك من زیارۃ قبور الانبیاء علیهم الصلوٰۃ والسلام والشهداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتٰی وجمیع انواع البر کما فی الهدایة ط وقدمنا فی الزکاۃ عن التاترخانیه عن المحیط الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجرہ شیٔ۔ یعنی ہر عبادت کا

ثواب دوسرے کو پہنچتا ہے خواہ وہ عبادت نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأت یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ یا اس کے سوا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور شہدا و اولیا و صالحین کی قبروں کی زیارت اور مُردوں کا کفنانا اور جمیع انواع خیر جیساکہ فتاوے ہندیہ میں ہے (طحطاوی) اور ہم نے کتاب الزکوٰۃ میں تاتر خانیہ سے اور اس نے محیط سے نقل کیا ہے کہ جو شخص کوئی نفلی عبادت صدقہ کرے۔ اس کے لئے افضل یہہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ وہ صدقہ اُن سب کو پہنچتا ہے۔ اور اس کے اجر سے کچھ کم نہیں ہوتا انتہے اور (قولہ لغیرہٖ) ای من الاحیاء والاموات بحر من البدائع یعنی وہ دوسرا خواہ مُردوں سے ہو خواہ زندوں سے (بحر الرائق بحوالہ بدائع) انتہے۔ خلاصہ یہہ کہ ہر عمل نیک کا ثواب بصورت ایصال مردے اور زندے کو پہنچتا ہے۔ مگر معتزلہ وصول ثواب کے منکر ہیں۔ اور اپنے انکار پر آیۂ لیس للانسان الا ما سعیٰ (نہیں ہے انسان کے لئے مگر جو اُس نے سعی کی) کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ابن قیم نے جس جواب کو بہت پسند کیا ہے اس کا خلاصہ یہہ ہے کہ انسان جو ایمان لاتا ہے اور تمام مسلمانوں کے ساتھ عقد اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ یہی اس کی طرف دُعا وغیرہ کے وصول کا سبب ہے گویا کہ وصول ثواب اسی کی سعی سے ہے۔ ابن تیمیہ نے جس جواب کو ترجیح دی ہے وہ یہہ ہے کہ قرآن نے غیر کی سعی سے نفع اُٹھانے کی نفی نہیں کی۔ البتہ غیر کی سعی کے مالک ہونے کی نفی کی ہے۔ اور ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ انسان بجز اپنی سعی کے مالک نہیں ہے۔ رہی غیر کی سعی۔ سو وہ غیر اُس کا مالک ہے۔ چاہے دوسرے کو عطا کردے۔ اور چاہے تو اپنے لئے رکھ لے (کتاب الروح۔ صفحہ ۲۰۶)۔ اسی طرح انکار پر بعض دفعہ یہہ آیت پیش کی جاتی ہے۔ ولا تجزون الا ما کنتم تعملون (یٰس ع ۴) مگر یہہ آیت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ اس کا سیاق غیر کے عمل سے مواخذہ کی نفی کرتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - فالیوم لا تظلم نفس شیئا ولا تجزون الا ما کنتم
تعملون (پس آج کے دن ظلم نہ ہوگا کسی جی پر کچھ اور تم وہی بدلہ پاؤگے جو
کرتے تھے) - پس اس میں نفی ہے اس امر کی کہ کوئی شخص ظلم کیا جائے بدیں
طور کہ اُس کی برائیوں میں زیادتی کی جائے یا اُس کی نیکیوں میں کمی کردی
جائے - یا دوسرے کے عمل کی سزا پائے - اور اس امر کی نفی نہیں کہ انسان
غیر کے عمل سے جزائے عمل کے سوا کسی اور طرح فائدہ اُٹھائے - کیونکہ انسان کا
اس چیز سے نفع اُٹھانا جو اس کو ہدیہ کردی جائے اس کے عمل کی جزا نہیں
بلکہ یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے بغیر اس کی سعی کے کیا ہے بلکہ اپنے کسی
بندے کے ہاتھ سے جزائے عمل کے طور کے سوا عنایت کیا ہے (کتاب الروح
صـــ۲۰۷) - تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل (مطبوعہ مصر - جزو رابع - صـــ۲۳۶)
میں یوں لکھا ہے - قال الشیخ تقی الدّین ابو العباس احمد بن تیمیہ
من اعتقد ان الانسان لا ینتفع الا بعملہ فقد خرق الاجماع و ذٰلك
باطل من وجوہ کثیرۃ احدھا ان الانسان ینتفع بدعاء غیرہ وھو
انتفاع بعمل الغیر ثانیھا ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یشفع لاھل الموقف
فی الحساب ثم لاھل الجنّۃ فی دخولھا ثالثھا لاھل الکبائر فی الخروج
من النّار وھذا انتفاع بسعی الغیر رابعھا ان الملائکۃ یدعون ویستغفرون
لمن فی الارض و ذٰلك منفعۃ بعمل الغیر خامسھا ان اللہ تعالےٰ یخرج
من النّار من لم یعمل خیرا قط بمحض رحمتہ وھذا انتفاع بغیر عملھم
سادسھا ان اولاد المومنین یدخلون الجنّۃ بعمل آبائھم و ذٰلك انتفاع
بمحض عمل الغیر سابعھا قال تعالےٰ فی قصۃ الغلامین الیتیمین وکان ابوھما
صالحا فانتفعا بصلاح ابیھما ولیس من سعیھما ثامنھا ان المیت ینتفع
بالصدقۃ عنہ وبالعتق بنص السنۃ والاجماع وھو من عمل الغیر
تاسعھا ان الحج المفروض یسقط عن المیت بحج ولیہ بنص السنۃ وھو

انتفاع بعمل الغير عاشرها ان الحج المنذور او الصوم المنذور يسقط عن
الميت بعمل غيره بنص السنة وهو انتفاع بعمل الغير حادى عشرها المدين
قد امتنع صلے اللہ علیہ وسلم من الصلاة عليه حتی قضی دینه ابو قتادة و
قضى دين الآخر على بن ابى طالب وانتفع بصلاة النبى صلے اللہ علیہ وسلم
وهو من عمل الغير ثانى عشرها ان النبي صلے اللہ علیہ وسلم قال لمن صلى
وحده الا رجل يتصدق على هذا فيصلى معه فقد حصل له فضل الجماعة
بفعل الغير ثالث عشرها ان الانسان تبرأ ذمته من ديون الخلق اذا
قضاها قاض عنه وذلك انتفاع بعمل الغير رابع عشرها ان من عليه
تبعات ومظالم اذا حلل منها سقطت عنه وهذا انتفاع بعمل الغير
خامس عشرها ان الجار الصالح ينفع فى المحيا والممات كما جاء فى الاثر وهذا
انتفاع بعمل الغير سادس عشرها ان جليس اهل الذكر يرحم بهم وهو
لم يكن منهم ولم يجلس لذلك بل لحاجة عرضت له والاعمال بالنيات
فقد انتفع بعمل غيره سابع عشرها الصلاة على الميت والدعاء له فى الصلاة
انتفاع للميت بصلاة الحى عليه وهو عمل غيره ثامن عشرها ان الجمعة تحصل
باجتماع العدد وكذلك الجماعة بكثرة العدد وهو للبعض بالبعض تاسع عشرها
ان الله تعالے قال لنبيه صلے اللہ علیہ وسلم وما كان الله ليعذبهم وانت
فيهم وقال تعالے ولولا رجال مومنون ونساء مؤمنات وقال تعالى ولولا
دفع الله الناس بعضهم ببعض فقد رفع الله تعالے العذاب عن بعض الناس
بسبب بعض وذلك انتفاع بعمل الغير عشروها ان صدقة الفطر تجب
على الصغير وغيره ممن يونه الرجل فانه ينتفع بذلك من يخرج عنه
ولا سعى له فيها حادى وعشروها ان الزكاة تجب فى مال الصبى والمجنون
ويثاب على ذلك ولا سعى له ومن تأمل العلم وجد من انتفاع الانسان
بما لم يعمله ما لا يكاد يحصى فكيف يجوز ان تتاول الآية الكريمة على
خلاف صريح الكتاب والسنة واجماع الامة انتهى ـ ترجمہ شیخ تقی الدین

ابو العباس احمد بن تیمیہ نے کہا کہ جو اعتقاد رکھے کہ انسان اپنے عمل کے سوا فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ اس نے اجماع کا خلاف کیا۔ اور یہ اعتقاد کئی طرح سے باطل ہے۔ (۱) انسان دوسروں کی دُعا سے نفع اُٹھاتا ہے۔ یہ غیر کے عمل سے فائدہ اُٹھانا ہے۔ (۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم اہل موقف کے لئے حساب میں پھر اہل جنت کے لئے دخول بہشت میں شفاعت فرمائیں گے۔ (۳) نبی صلے اللہ علیہ وسلم اہل کبائر کے لئے دوزخ سے نکلنے میں شفاعت فرمائیں گے۔ یہ غیر کی سعی سے فائدہ اُٹھانا ہے۔ (۴) فرشتے اہل زمین کے لئے دُعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہ غیر کے عمل سے منفعت ہے۔ (۵) اللہ تعالےٰ اپنی محض رحمت سے اُن کو دوزخ سے نکالے گا جنہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔ (۶) مومنوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے بہشت میں داخل ہوگی۔ یہ محض عمل غیر سے انتفاع ہے۔ (۷) اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں دو یتیم لڑکوں کے قصے میں فرمایا ہے کہ اِن کا باپ نیک تھا۔ پس انہوں نے اپنے باپ کی نیکی سے نفع پایا اور یہ نیکی ان کی سعی نہ تھی۔ (۸) مردہ زندے کے صدقہ اور غلام آزاد کرنے سے نفع پاتا ہے جیسا کہ نص سنت و اجماع سے ثابت ہے۔ اور یہ غیر کا عمل ہے (۹) میت کا ولی اگر میت کی طرف سے حج کرے۔ تو میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ نص سنت سے ثابت ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔ (۱۰) حج منذور یا صوم منذور میت سے ساقط ہو جاتا ہے اگر کوئی دوسرا شخص اُس کی طرف سے ادا کرے جیسا کہ نص سنت سے ثابت ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔ (۱۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مقروض پر نماز جنازہ نہ پڑھی یہانتک کہ ابو قتادہ نے اس کا قرض ادا کر دیا۔ اور ایک اور میت کا قرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ادا کیا۔ پس وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صلاۃ سے منتفع ہوا۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔ (۱۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کی نسبت فرمایا جس نے اکیلے نماز پڑھی۔ کیا کوئی ہے جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ پس اس کو غیر کے فعل سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوگئی۔ (۱۳) جب ایک شخص دوسرے کا دین ادا کردے

تو ادا ہو جاتا ہے ۔ یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے ۔ (۱۴) جس شخص پر مظالم ہوں ۔ اگر معاف کر دئے جائیں ۔ تو ساقط ہو جاتے ہیں ۔ یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے ۔ (۱۵) نیک ہمسایہ حیات و ممات میں نفع دیتا ہے جیساکہ حدیث میں آیا ہے ۔ یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے ۔ (۱۶) جو شخص حلقہ ذکر میں بیٹھ جائے خواہ وہ کسی اور حاجت کے لئے آیا ہو اور بیٹھا ہو ۔ اس پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے ۔ (۱۷) زندوں کا مُردے پر نماز پڑھنا اور دُعا کرنا میت کے لئے مفید ہوتا ہے ۔ یہہ غیر کا عمل ہے ۔ (۱۸) جمعہ اور جماعت کثرت عدد سے حاصل ہوتی ہے ۔ یہہ ایک کا دوسرے سے انتفاع ہے ۔ (۱۹) اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی نشان میں فرمایا ہے وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیھم (اور نہیں ہے اللہ تعالےٰ کہ عذاب دے اُن کو اور تو اُن میں ہو) ۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے ۔ ولولا[1] رجال مؤمنون ونساء مؤمنات ۔ اور ایک اور جگہ یوں ہے ۔ ولولا[2] دفع اللہ النّاس بعضہم ببعض ۔ پس اللہ تعالےٰ نے بعض کے سبب بعض سے عذاب دور کر دیا ۔ یہہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے ۔ (۲۰) صدقۂ فطر واجب ہے صغیر پر اور غیر صغیر پر جو انسان کے عیال و مؤنت میں ہو ۔ پس اس سے وہ فائدہ اُٹھاتا ہے جس کی طرف سے نکالا جائے ۔ حالانکہ اس میں اُس کی کوئی سعی نہیں ۔ (۲۱) لڑکے اور دیوانے کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے اور اُس سے اس کو ثواب ملتا ہے ۔ حالانکہ اس کی کوئی سعی نہیں ۔ جو شخص قرآن و حدیث پر غور کرے گا ۔ وہ غیر کے عمل سے انتفاع کی بیشمار مثالیں پائے گا ۔ پس یہہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ ہم آیہ لیس للانسان الا ما سعی کی تاویل صریح قرآن وحدیث و اجماع کے خلاف کریں ۔ انتہٰی ۔

## (۳) سوال

کیا میت کا تیسرا ساتواں چہلم وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں ۔

---

[1] دیکھو سورہ فتح ۔ رکوع ۳ ۔ [2] سورۂ حج ۔ رکوع ۶ ۔

# جواب

عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم
ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام
او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ
تعالیٰ لیدخل الی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال وان
ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لہم رواہ البیہقی فی شعب الایمان[1]
(مشکوٰۃ-کتاب اسماء اللہ تعالیٰ-باب الاستغفار والتوبۃ-فصل ثالث)

ترجمہ-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا-نہیں مُردہ قبر میں مگر مثل ڈوبتے فریاد کرنے والے
کی-وہ انتظار کرتا ہے دُعا کا کہ پہنچے اُس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست
سے-پس جب اُس کو دُعا پہنچتی ہے-تو وہ دُعا کا پہنچنا اس کو دنیا وما فیہا
سے محبوب تر ہے-اور تحقیق اللہ تعالے البتہ اہل زمین کی دُعا سے اہل
قبور پر پہاڑوں کی مثل (ثواب ورحمت) بھیجتا ہے-اور تحقیق زندوں کا
تحفہ مُردوں کی طرف اُن کے لئے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے-اس حدیث
کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے انتہے-علامہ دمیری حیوۃ الحیوان
(جزء ثانی-صفحہ) میں لکھتے ہیں-روی احمد عن طاؤس فی کتاب
الزھد انہ قال ان الموتیٰ یفتنون فی قبورھم سبعۃ ایام فکانوا
یستحبون ان یطعم عنھم تلک الایام یعنی امام احمد بن حنبل نے کتاب
الزہد میں حضرت طاؤس تابعی سے روایت کی کہ فرمایا-مُردے اپنی قبروں
میں سات دن آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں-اس لئے صحابہ کرام ان دنوں میں
مُردوں کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے انتہے-اشعۃ اللمعات-ترجمہ مشکوٰۃ

---

[1] اس حدیث کو حافظ ابو نعیم نے بھی کتاب حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے (شرح الصدور
للسیوطی-باب فتنۃ القبر وسوال الملکین-صفحہ)- ۱۲

(باب زیارۃ القبور- جلد اول صـ۶۳۷) میں ہے- ومستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز انتہےٰ- شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے آیہ والقمر اذا اتسق کی تفسیر کرتے ہوئے مردہ کی تین حالتیں بیان کی ہیں- اُن میں سے پہلی حالت کے ضمن میں یوں لکھا ہے- ونیز وارد است کہ مُردہ دراں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی مے برد- وصدقات وادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او مے آید- وازینجا است کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام مینمایند- وروح مردہ نیز در قرب موت در خواب وعالم تمثل ملاقات زندگان میکند وما فی الضمیر خود را اظہار مینماید انتہےٰ- امام ابو بکر احمد بن محمد خلال البغدادی حنبلی (متوفی سنہ ۳۱۱ھ) نے اپنی کتاب جامع العلوم الامام احمد بن حنبل میں بروایت امام شعبی نقل کیا ہے کہ جب انصار میں کوئی میت ہو جاتی تھی- تو وہ اس کی قبر پر جا کر قرآن پڑھا کرتے تھے (کتاب الروح لابن القیم- صـ۱۱- شرح الصدور للسیوطی صـ۱۳۳) - علامہ عینی بنایہ بشرح ہدایہ (مطبوعہ نول کشور- الجزء الثانی من المجلد الاول- باب الحج عن الغیر- صـ۱۶۱۲) میں لکھتے ہیں- ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان ویقرؤن القرآن ویہدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذاھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولا ینکر ذلک منکر فکان اجماعا- ترجمہ مُسلمان ہر زمانے میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے رہے ہیں- اور اس کا ثواب مردوں کو بطور تحفہ بھیجتے رہے ہیں- اور تمام مذاہب کے اہل صلاح و دیانت مالکیہ و شافعیہ وغیرہم اسی مسلک پر ہیں- اور کوئی منکر اس کا انکار نہیں کرتا پس یہ اجماع ہے انتہےٰ-

عبارت مذکورۂ بالا سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد انسان دعا کا محتاج ہوتا ہے- اور اپنے اقربا و احباب سے دعا و صدقہ وغیرہ کی توقع رکھتا ہے- اسی واسطے

بالخصوص سات روز تک اس کی طرف سے کھانا کھلانا اور قرآن پڑھنا اور اس کے لئے استغفار کرنا مستحب ہے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو چالیس دن یا اس سے بھی زائد خیرات وغیرہ سے میت کی امداد مناسب ہے۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے۔ تو تیسرا ساتواں وغیرہ حسب استطاعت سب کریں۔ یہہ تیسرا ساتواں وغیرہ محض عوام کی سہولت کے لئے رواج پا گیا ہے۔ اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چنانچہ صحیحین میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ہاں یہہ عقیدہ نہ ہونا چاہیئے کہ اور دنوں میں مردے کو ثواب پہنچتا ہی نہیں۔ ایسا عقیدہ لغو ہے۔ اس مقام پر یہہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اہل میت کے ہاں سے کھانا جائز نہیں۔ مگر حدیث ذیل اس کی تردید کرتی ہے۔

عن عاصم بن كليب عن ابيه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى جنازة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على القبر يوصى الحافر يقول اوسع من قبل رجليه واوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعى امرأته فاجاب ونحن معه فجئى بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فاكلوا فنظرنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يلوك لقمة فى فيه ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها فارسلت المرأة تقول يارسول الله انى ارسلت الى النقيع وهو موضع يباع فيه الغنم ليشترى لى شاة فلم توجد فارسلت الى جارلى قد اشترى شاة ان يرسل بها الى بثمنها فلم يوجد فارسلت الى امرأته فارسلت الى بها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اطعمى هذا الطعام الاسرى رواه ابوداؤد والبيهقى فى دلائل النبوة (مشكوة۔ كتاب الفتن۔ باب فى المعجزات) ترجمہ عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اور اس نے انصار میں سے ایک شخص سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے۔ پس میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ قبر کے نزدیک تشریف رکھتے تھے

کہ کھودنے والے کو وصیت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میت کے پاؤں کی طرف سے کشادہ کر۔ اور اس کے سر کی طرف سے کشادہ کر۔ پس جب آپ واپس ہوئے۔ تو میت کی عورت کی طرف سے دعوت کرنے والا آپ کے آگے آیا۔ پس آپ نے دعوت کو قبول فرمایا۔ اور ہم آپ کے ساتھ تھے۔ پس کھانا لایا گیا۔ اور آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ڈالا۔ پھر صحابہؓ کرام نے اپنے ہاتھ ڈالے۔ اور کھانا کھایا۔ پس ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے منہ مبارک میں لقمہ چبا رہے ہیں اور نگلتے نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں اس گوشت کو اس بکری کا گوشت پاتا ہوں جو اپنے مالک کے اذن کے بغیر لی گئی ہے۔ پس اس عورت نے کسی کے ہاتھ یہہ کہلا بھیجا۔ یا رسول اللہ میں نے اپنے خادم کو نقیع (یہہ ایک مقام کا نام ہے جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں) میں بھیجا تاکہ میرے لئے ایک بکری خرید لائے۔ پس بکری نہ ملی۔ پس میں نے کسی کو اپنے ہمسائے کے پاس بھیجا کہ جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری اس قیمت پر میرے پاس بھیجدے۔ مگر وہ ہمسایہ نہ ملا۔ پس میں نے اس کی عورت کے پاس بھیجا۔ پس اس عورت نے وہ بکری میرے پاس بھیجدی۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے انتہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اہل میت کی دعوت قبول کرنا اور کھانا جائز ہے۔ بعض فقہاء نے جو اسے مکروہ لکھا ہے۔ اس کی خاص وجہیں ہیں۔ چنانچہ ملا علی القاری نے حدیث عاصم بن کلیب کی شرح میں (مرقات۔ جزء خامس۔ صلاہ) یوں لکھا ہے۔ ھذا الحدیث بظاھرہ یرد علی ما قررہ اصحاب مذھبنا من انہ یکرہ[1] اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او الثالث او بعد الاسبوع کما فی البزازیۃ و

---

[1] فتاوے بزازیہ مطبوعہ مصر میں یہہ عبارت یوں ہے۔ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ ۱۲ +

ذکر فی الخلاصۃ انہ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام وقال الزیلعی ولا باس بالجلوس للمصیبۃ الی ثلاث من غیر ارتکاب محظور من فرش البسط والاطعمۃ من اهل المیت وقال ابن الهمام یکرہ اتخاذ الضیافۃ من اهل المیت والکل عللوہ بانہ شرع فی السرور لا فی الشرور قال وهی بدعۃ مستقبحۃ روی الامام احمد وابن حبان باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ انتہی فینبغی ان یسید کلامہم بنوع خاص من اجتماع یوجب استحیاء اهل بیت المیت فیطعمونہم کرها او یحمل علی کون بعض الورثۃ صغیرا او غائبا او لم یعرف رضاہ او لم یکن الطعام من احد معین من مال نفسہ ولا من مال المیت قبل قسمتہ و نحو ذلک۔ ترجمہ یہہ حدیث بظاہر بطور اعتراض وارد ہوتی ہے اُس پر جو ہمارے اصحاب مذہب نے کہاہے کہ پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد دعوت کھانا مکروہ ہے جیسا کہ فتاوے بزازیہ میں ہے۔ اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ تین دن ضیافت کھانا مباح نہیں۔ اور زیلعی نے کہا کہ مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کچھ ڈر نہیں۔ مگر کسی امر ممنوع یعنی فرش بچھانے اور اہل میت کی دعوت کھانے کا مرتکب نہ ہونا چاہیئے۔ اور ابن ہمام نے کہا کہ اہل میت کی دعوت کھانا مکروہ ہے۔ اور سب نے کراہت کی وجہ یہہ بیان کی ہے کہ ضیافت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ مصیبتوں میں۔ اور کہا (ابن ہمام نے) کہ یہہ بری بدعت ہے کیونکہ امام احمد اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جریر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ ہم اہل میت کے پاس جمع ہونے اور ان کے طعام تیار کرنے کو نوحہ سے شمار کرتے تھے انتہے۔ پس چاہیئے کہ ان فقہاء کا کلام ایک طرح کے خاص اجتماع کے ساتھ مقید ہوکر

جس سے میت کے اہل بیت کو شرم و حیا[1] آئے پس وہ مجبوراً ان کو کھانا کھلائیں۔ یا ان فقہاء کا کلام اس صورت پر محمول ہو کہ جب وارثوں میں سے کوئی نابالغ ہو یا غائب ہو یا اس کی رضامندی معلوم نہ ہو یا کھانا کسی ایک معین شخص کی طرف سے اس کے مال میں سے نہ ہو اور نہ بانٹنے سے پہلے میت کے مال میں سے ہو اور اس طرح کی اور صورتیں ہیں انتہے۔ اسی طرح کبیری شرح منیۃ المصلے (مطبوعہ لاہور۔ صد ۵۱۲) میں فتاوے بزازیہ کی عبارت یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول الخ نقل کرکے یوں لکھا ہے۔ ولا یخلوا عن نظر لانہ لادلیل علی الکراھۃ الاحدیث جریر بن عبداللہ المتقدم وانما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط علی انہ قد عارضہ ما رواہ الامام احمد بسند صحیح وابو داؤد عن عاصم بن کلیب۔ ترجمہ اور بزازیہ کا قول بحث سے خالی نہیں۔ کیونکہ حدیث جریر بن عبداللہ کے سوا جو اوپر آچکی ہے کراہت کی کوئی دلیل نہیں۔ اور وہ حدیث بھی فقط موت کے وقت ضیافت کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی معارض ہے حدیث عاصم بن کلیب جسے امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہے۔ غرض فقہاء نے بعض عوارض کی وجہ سے اہل میت کے طعام کو مکروہ کہا ہے۔ اگر یہہ عوارض یا کوئی اور محظور شرعی دعوت میں نہ ہو۔ تو وہ طعام ہرگز مکروہ نہ ہوگا۔ مگر یہہ خیال رہے کہ ویسی دعوت میں اولٰے یہہ ہے کہ فقراء و مساکین ہی شامل ہوں یا وہ لوگ جو تدفین و تکفین میں مشغول رہے ہوں یا جو دور سے آئے ہوں اور اُسی روز وطن میں واپس نہ پہنچ سکتے ہوں۔ اس ملک میں جو رواج ہے کہ

[1] میت کو اہل میت شرم کے مارے بدیں خیال کھانا کھلائیں کہ اپنے بیگانے سب لوگ جمع ہیں اگر بھوکے واپس جائیں گے۔ تو ہماری بدنامی ہوگی۔ ۱۲ *

چالیس روز کے بعد یا چھ ماہ یا سال کے بعد اپنے اقارب کو جمع کرکے کھانا کھلاتے ہیں۔ اور رسوم بھاجی کے مطابق نقدی یا غلہ جو دیا ہو وہ وصول کرتے ہیں۔ اس سے مُردے کے لئے ثواب کی امید نہیں ہو سکتی۔

# سوال (۳)

اِس ملک میں رواج ہے کہ جمعہ کی رات کو فاتحۂ اموات کرتے ہیں۔ اِس کی کیا وجہ ہے۔

# جواب

اخرج ابن المبارك فی الزہد والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن ابی الدنیا وابن مندہ عن سعید بن المسیب عن سلمان قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت و نفس الکافر فی سجین قال ابن القیم البرزخ هو الحاجز بین الشیئین فکانه اراد فی ارض بین الدنیا والآخرة واخرج ابن ابی الدنیا عن مالك بن انس قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلة تذهب حیث شاءت۔ (شفاء الصدور للسیوطی۔ باب مقر الارواح۔ صـ ۹۳)۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کتاب الزہد میں اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی الدنیا اور ابن مندہ نے بروایت سعید بن المسیب نقل کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مومنوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں۔ جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں۔ اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے۔ ابن قیم نے کہا کہ برزخ دو چیزوں کے درمیان حاجز کو کہتے ہیں۔ پس گویا ابن قیم کی مراد یہ ہے کہ مومنوں کی روحیں دنیا و آخرت کے درمیان زمین میں ہوتی ہیں۔ اور ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے

کہ حضرت مالک بن انس نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ مومنوں کی روحیں آزاد ہوتی ہیں۔ چلی جاتی ہیں جہاں چاہتی ہیں انتہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت مے آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدق میکند از وے یا نہ (اشعۃ اللمعات۔ جزء اول باب زیارت القبور۔ صفحہ ۷۶۳)۔ اسیواسطے جمعہ کی رات کو طعام پر فاتحہ پڑھکر ہر دو کا ثواب ایصال کرتے ہیں تاکہ روح محروم و مایوس واپس نہ جائے۔

## سوال (۴)

میت کی طرف سے اسقاط کرنے کا کیا حکم و طریقہ ہے۔

## جواب

اگر میت کے ذمہ فرائض و واجبات ہوں۔ تو اُس پر واجب ہے کہ ان کے فدیہ کی وصیت کرے جو ثلث ترکہ میں نافذ ہوگی۔ اگر اس کے ذمہ واجبات نہ ہوں۔ تو اس کے لئے وصیت کرنا مستحب ہے۔ اسقاط کا طریق یہ ہے کہ مرد کے لئے بارہ سال اور عورت کے لئے نو سال کل عمر میں سے وضع کر کے باقی عمر کے نماز روزے وغیرہ کا فدیہ شمار کیا جائے۔ اگر ثلث ترکہ اس تمام کو کفایت کرے۔ تو وہ ثلث دیدیا جائے۔ اگر ثلث بہت کم ہو یا ترکہ کچھ بھی نہ ہو۔ تو ورثہ حیلہ کو عمل میں لائیں۔ کیونکہ حیلہ کا جواز بروئے قرآن قصہ یمین ایوب علیہ السلام سے ظاہر ہے۔ مثلاً ہر نماز کے لئے نصف صاع گیہوں جو قریباً پونے دو سیر انگریزی کے برابر ہوتے ہیں شمار کریں۔ اور روزانہ چھ نمازوں کے حساب سے ایک مدت معینہ کی نمازوں کے فدیہ کا حساب لگاویں۔ پھر اس کے عوض نقدی یا قرآن شریف قرار دیں۔ اور کسی مسکین کو یہ کہہ کر دیں کہ یہ فلاں بن فلاں یا فلانہ بنت فلاں کی نمازوں کا فدیہ ہے۔ وہ

شخص قبول کرے۔ اور پھر معطی کو ہبہ کردے۔ اسی طرح یہہ دَور جاری رکھا جائے یہانتک کہ تمام نمازیں میت کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں۔ نماز کی طرح ہر روزے کے لئے بھی نصف صاع گیہوں محسوب کیا جائے۔ اگر میت وصیت نہ کرے اور ورثہ تبرعًا اسقاط کرائیں۔ تو یہہ بھی جائز ہے۔ روح البیان (جزء اول۔ صفحہ ۹۴۶) میں مذکور ہے کہ مسئلہ اسقاط میں یہہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ نماز کے فدیہ میں قدر طعام معتبر ہے نہ کہ عدد مساکین حتے کہ اگر ایک دن ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں سے زائد دیا جائے۔ تو جائز ہے۔ مگر کفارہ صوم اور کفارہ ظہار اور کفارہ یمین میں عدد مساکین معتبر ہے۔ اور بقدر نصاب یا نصاب سے زائد ایک فقیر غیر مقروض کو دینا مکروہ ہے۔ ہاں اگر فقیر مقروض یا صاحب عیال ہو۔ تو مکروہ نہیں۔ غرض اسقاط کے جواز میں کلام نہیں۔ زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ کتب فقہ کا مطالعہ کیجیئے۔

## (۵) سوال

کیا بزرگوں کا عرس کرنا جائز ہے؟

## جواب

عرس کرنے سے مراد یہہ ہے کہ کسی بزرگ کی وفات کے دن قرآن شریف پڑھکر یا طعام و شیرینی تقسیم کرکے اس کا ثواب اُس بزرگ کی روح کو بخشا جائے۔ یہہ جائز بلکہ مستحسن ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحہ نے ماثبت بالسنہ میں اس کو مستحسنات متاخرین سے شمار کیا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دیگر اکابر سے بھی عُرس ثابت ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو عرس کی اصل خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ حضور انور ہر سال شہدائے اُحد کی قبور پر حاضر ہوکر دعا فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کے بعد حضرات

خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔ اور یہہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ وفات و میلاد کے دن تہنیت و افادہ کے علاوہ زائرین بھی ان خاص انوار سے مستفیض ہوتے ہیں جو اُس دن وارد ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نسبت اویسیہ کے بیان میں یوں لکھتے ہیں۔

وصاحب این نسبت را لابد بہ نسبت آں ارواح محبت و عشق حاصل شود۔ و فنا فی الشیخ دست دہد۔ واین سر در جمیع احوال وے داخل شود در رنگ آنکہ آب در بیخ نہالے میریزند و تازگی آں در ہر شاخ و برگ و گل و میوہ سرایت میکند۔ و در ہر کسے حالے دیگر و واقعہ دیگر ظاہر شود۔ از ینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشان و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں و اعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشان (ہمعات مطبوعہ اسلامی پریس تحفہ محمدیہ۔ صفحہ ۲۴)۔

مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالےٰ تحریر فرماتے ہیں۔ رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند۔ این قدر از روے روایات ثابت است و در تفسیر در منثور نقل نمودہ کہ ہر سر سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بر مقابر میرفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور مے نمودند۔ این قدر ثابت و مستحب است۔ دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند۔ و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند۔ این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بود۔ اگر کسے اینطور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست بلکہ فائدہ احیا و اموات را حاصل میشود۔ سوم طور جمع شدن بر قبور اینست کہ مردمان یک روز معین نمودہ و لباس ہائے فاخرہ و نفیس پوشیدہ مثل روز عید شادمان شدہ بر قبرہا جمع میشوند۔ رقص و مزامیر و دیگر (بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور

وطواف کردن قبور مینمائند۔ ایں قسم حرام وممنوع است بلکہ بعضے بحد کفر میرسند وہمین است محل ایں دو حدیث ولا تجعلوا قبری عیدا چنانچہ در مشکوۃ شریف موجود است واللہم لا تجعل قبری وثنا یعبد ایں ہم در مشکوۃ است (فتاوے عزیزیہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۳۳) بعض لوگ حدیث لا تجعلوا قبری عیدا (میری قبر کو عید نہ بناؤ) کو منع عرس کی دلیل ٹھیراتے ہیں۔ جس کا جواب شاہ صاحب کی عبارت بالا سے ظاہر ہے۔ علامہ سمہودی وفاء الوفا (جزء ثانی۔ صفحہ ۱۲۴) میں یوں لکھتے ہیں۔ وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری عیدا۔ قال الحافظ المنذری یحتمل ان یکون المراد بہ الحث علی کثرۃ زیارۃ قبرہ صلے اللہ علیہ وسلم وان یہمل حتی لا یزار الا فی بعض الاوقات کالعید الذی لا یاتی فی العام الا مرتین قال ویؤیدہ قولہ لا تجعلوا بیوتکم قبورا ای لا تترکوا الصلوۃ فیہا حتی تجعلوہا کالقبور التی لا یصلی فیہا۔ قال السبکی یحتمل ان یکون المراد لا تتخذوا لہ وقتا مخصوصا لا تکون الزیارۃ الا فیہ ویحتمل ایضا ان یراد لا تتخذوہ کالعید فی العکوف علیہ واظہار الزینۃ والاجتماع وغیر ذلک مما یعمل فی الاعیاد بل لا یاتی الا للزیارۃ والسلام والدعاء ثم ینصرف عنہ۔

ترجمہ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا قول لا تجعلوا قبری عیدا۔ حافظ منذری نے کہا۔ احتمال ہے کہ اس سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کی کثرت پر ترغیب ہو اور اس امر پر کہ وہ یوں نہ چھوڑی جائے۔ کہ بجز بعض اوقات کے زیارت نہ کی جائے مثل عید کے جو سال میں دو دفعہ کے سوا نہیں آتی۔ کہا منذری نے اس معنے کی تائید کرتا ہے قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ یعنی ان میں نماز پڑھنا ترک نہ کرو یہانتک کہ تم ان کو قبروں کی مثل بنادو۔ کہ جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی امام سبکی نے کہا۔ احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ تم قبر شریف کے لئے خاص وقت مقرر نہ کرو

کہ بجز اُس وقت کے زیارت نہ ہو۔ اور یہہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہہ ہو کہ تم قبر شریف کو مثل عید کے نہ سمجھو کہ اس کی پوجا کرنے لگو۔ اور زینت و اجتماع وغیرہ ظاہر کرنے لگو جو عیدوں میں معمول ہیں۔ بلکہ زائر فقط زیارت اور سلام اور دُعا کے لئے آئے۔ پھر وہاں سے چلا جائے۔ انتہےٰ۔ پس اس حدیث سے عرس زیر بحث ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

## سوال (۶)

عام لوگ بکرا وغیرہ بنام اولیاء اللہ نذر کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں کہ یہہ پیر کا بکرا ہے۔ ایسے بکرے کا کیا حکم ہے۔

## جواب

اس قول سے عوام کی مراد یہہ ہوتی ہے کہ نذر تو اللہ کے واسطے ہے۔ اور اس کا ثواب اُس بزرگ کی روح کے لئے ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر احمدی یوں فرماتے ہیں۔ وما اھل بہ لغیر اللہ معناہ ذبح بہ لاسم غیر اللہ مثل لات وعزی واسماء الانبیاء (الی ان قال) ومن ھٰھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونہا لہ۔ ترجمہ۔ اور جس پر نام پکارا جاوے اللہ کے سوا کا اس کے معنے یہہ ہیں کہ اللہ کے سوا لات وعزے اور پیغمبروں کے نام لیکر ذبح کیا جاوے (یہانتک کہ مصنف نے کہا) اور یہاں سے معلوم ہوا کہ وہ گائے جو اولیاء کی نذر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رسم ہے حلال طیب ہے۔ کیونکہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کے سوا کا نام نہیں لیا جاتا۔ اگرچہ غیر اللہ کے لئے نذر کرتے ہیں انتہےٰ صاحب تفسیر احمدی نے آیۂ (وما اھل بہ لغیر اللہ) کے جو معنے بیان کئے ہیں وہی تفسیر جلالین و مدارک و خازن و معالم وغیرہ میں موجود ہیں۔ پس اس تقریر سے

ظاہر ہوا کہ کسی حلال جانور کا غیر اللہ کے لئے محض مشہور کیا جانا اس کی حرمت کا باعث نہیں بن سکتا۔ بلکہ ذبح کے وقت اگر بجائے تکبیر کے غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ تو وہ حرام ہو جائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام الآیہ (مائدہ ۷۔ ع۱۴) یعنی اللہ نے نہیں ٹھیرایا بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی۔ اس آیت پر حاشیہ موضح القرآن میں ہے۔ یہہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھتے بت کی۔ تو اس کا کان پھاڑ دیتے نشان کو اور اس کو بحیرہ کہتے۔ اور کوئی جانور بت کے نام پر آزاد کرتے۔ اس کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیتے وہ سائبہ تھا۔ اور بعض شخص نے ٹھیرایا کہ جو بچہ نر ہو۔ وہ بت کی نیاز ذبح کروں۔ اور جو مادہ ہو میں رکھوں۔ پھر اگر نر و مادہ ملے ہوتے۔ تو نر بھی آپ رکھتا مادہ کے ساتھ۔ یہہ وصیلہ تھا۔ اور جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے لائق سواری کے اور بوجھ کے۔ اس اونٹ کو لادنا موقوف کرتے۔ اور جاری پانی پر سے نہ ہانکتے۔ وہ حامی تھا۔ یہہ سب غلط رسمیں ڈالکر اس کو حکم شرعی سمجھتے تھے نتیجہ یہہ بحیرہ سائبہ وصیلہ حامی اگر تکبیر سے ذبح کئے جائیں۔ تو حلال ہیں جیسا کہ آیہ یاایھا الناس[1] کلوا مما فی الارض حللا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین۔ (بقرہ ۲۔ ع۲۰) کے شان نزول سے ظاہر ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے۔ نزلت فی ثقیف و خزاعۃ و عامر بن صعصعۃ و بنی مدلج فیما حرموا علی انفسہم من الحرث والانعام والبحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام۔ یعنی یہہ آیت قبیلہ ثقیف اور خزاعہ اور عامر بن صعصعہ اور بنو مدلج کی شان میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے نفسوں پر کھیتی اور مواشی اور بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ

---

[1] ترجمہ۔ اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے ستھرا۔ اور نہ چلو قدموں پر شیطان کے۔ وہ تمہارا دشمن ہے صریح ۱۲

اور حام کو حرام کر دیا تھا۔ انتہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے۔ نزلت فی المشرکین الذین حرموا علی انفسھم البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام کما ذکرہ ابن جریر وابن عباس رضی اللہ عنہما۔ یعنی یہ آیت ان مشرکین کی شان میں اتری جنہوں نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو اپنے نفسوں پر حرام کردیا تھا جیسا کہ ابن جریر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے انتہے۔ اب غور کیجئے کہ جو جانور کان چیر کر بتوں کی نذر کئے جائیں یا ویسے ہی بتوں کے نام پر چھوڑ دئے جائیں۔ وہ تو بحکم الٰہی اس فعل سے حرام نہ ہوں اور جو اولیاء اللہ کی نذر مشہور کر دئے جائیں۔ وہ حرام ہو جائیں۔ یہ صریح بے انصافی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہدایت دے

ترسم آں قوم کہ بر دُردکشاں میخندند ؛ در سرِ کارِ خرابات کنند ایماں را

## سوال (۷)

کیا اولیاء اللہ اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا اور غلاف ڈالنا اور چراغ جلانا جائز ہے ؟

## جواب

شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ شرح سفر السعادت (مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۷۲) میں اس متن (ونہی فرمود کہ بر سر قبرہا مساجد بنا کنند و یا بر گورہا چراغ افروزند و بر فاعل آں لعنت کرد ونہی فرمود از نماز گزاردن در گورستان و در برابر گور ونہی فرمود از خوار داشتن گور بجے کہ پامال کنند یا براں تکیہ کنند یا بالاے آں نشینند) کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ آنچہ مصنف ذکر کردہ حق است واحادیث صحیحہ دریں باب وارد۔ واصل سنت در زمان نبوت و خلفاے راشدین وصحابہ ہمیں بود۔ ولیکن بعد ازاں ایں تکلفات در مقابر پیدا شد۔ ومفاخرت ومباہات بداں راہ یافتہ۔ ودر آخر زمان بجہت اقتصار

نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظما دیدہ چیزہا افزودند۔ تا ازانجا ابہت و شوکت اہل اسلام و ارباب صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند۔ و ترویج و اعلائے شان ایں مقامات باعثِ رعب و انقیاد ایشان است۔ و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ در آخر زمان از مستحسنات گشتہ۔ و اگر جہال و عوام چیزے کنند۔ یقین کہ ارواح بزرگان ازاں راضی نخواہد بود۔ و ساحت کمال و دیانت ایشاں منزہ است ازاں۔ و دفن در جوارِ قبور صلحا و حضور و شہود در ساحت عزت ایشان موجب برکت و نورانیت و صفا است۔ و زیارت مقامات متبرکہ و دعا در آنجا متوارث است۔ امام شافعی گفتہ اند کہ قبر امام موسے کاظم سلام اللہ علیہ و علی آبائہ الکرام تریاق مجرب است برائے اجابتِ دعا۔ و در زیارتِ قبور احترام اہلِ آں را در استقبال و جلوس و تادب ہماں حکم است کہ در حالت حیات بود کذا قال الطیبی۔ و در بعضے ازیں امور مذکورہ ببعض وجوہ در کتب فقہ متاخرین توسعہ و ترخیصے نیز میتواں یافت واللہ اعلم انتہے۔

تفسیر روح البیان (جزء اول۔ صـ۸۲۹ـ) میں ہے۔ قال الشیخ عبد الغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ماخلاصتہ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمی سنۃ۔ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورھم جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضا للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن۔ ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم ومحبۃ فیھم جائز ایضا لاینبغی النھی عنہ۔

ترجمہ- شیخ عبد الغنی نابلسی نے جو کشف النور عن اصحاب القبور میں فرمایا-
اس کا خلاصہ یہہ ہے کہ بدعت حسنہ جو مقصود شرع کے موافق ہو سنت
کہلاتی ہے- پس علما و اولیا و صلحا کی قبروں پر گنبد بنانا اور اُن کی قبروں
پر پردے اور عمامے اور کپڑے ڈالنا جائز ہے جبکہ اس سے مقصود عوام کی
نظروں میں تعظیم ہو تاکہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ سمجھیں- اور اسی طرح اولیا
و صلحا کی قبروں کے پاس قنادیل و شمع کا جلانا بھی ان کی تعظیم و قدر افزائی
کی قسم سے ہے- پس اس میں نیک مقصد ہے- اور اولیاء اللہ کے لئے ازروئے
تعظیم و محبت روغن زیتون اور شمع کی نذر بھی جو ان کی قبروں کے پاس
جلائی جائے جائز ہے- ایسی نذر سے منع نہ کرنا چاہیئے انتہے- مرقات شرح
مشکوۃ (جزء اول- صک۳۷۲) میں ہے- وقد اباح السّلف البناء علی قبر
المشائخ والعلماء المشہورین لیزورھم النّاس ویستریحوا بالجلوس
فیہ- یعنی سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبر پر عمارت کو روا رکھا ہے
تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں- اور اس میں بیٹھکر آرام پائیں انتہے-
رد المحتار حاشیہ در مختار (مطبوعہ مصر- جزء خامس- کتاب الحظر والاباحۃ فصل
فی اللبس- صک۲۵۱) میں ہے- کرہ بعض الفقہاء وضع السّتور والعمائم والثیاب
علی قبور الصّالحین والاولیاء- قال فی فتاوی الحجۃ و تکرہ السّتور علی
القبور اھ ولکن نحن نقول الآن اذا قصد بہ التعظیم فی عیون العامۃ
حتی لا یحتقروا صاحب القبر و لجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین
فھو جائز لان الاعمال بالنّیات وان کان بدعۃ فھو کقولھم بعد طواف
الوداع یرجع القھقری حتّی یخرج من المسجد اجلالا للبیت حتی قال فی
منہاج السالکین انہ لیس فیہ سنۃ مرویۃ ولا اثر محکی وقد فعلہ
اصحابنا اھ کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للاستاد عبد الغنی النابلسی
قدس سرہ- ترجمہ بعض فقہاء نے صالحین اور اولیاء کی قبروں پر پردوں عماموں

اور کپڑوں کے ڈالنے کو مکروہ کہا ہے۔ فتاوے حجہ میں کہا کہ قبروں پر پردے مکروہ ہیں انتہے۔ لیکن ہم اب کہتے ہیں کہ جب اس سے مقصود عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم ہو اور یہہ غافل زائرین کے ادب وخشوع پیدا کرنے کے لئے ہو۔ تو جائز ہے کیونکہ اعمال نیتوں پر موقوف ہیں۔ اگرچہ یہہ بدعت ہے۔ پس یہہ امر فقہاء کے اس قول کی مثل ہے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کے لئے طواف وداع کے بعد رجعت قہقری کرے یہانتک کہ مسجد حرام سے نکل جائے۔ حتے کہ منہاج السالکین میں کہا کہ اس بارے میں نہ کوئی سنت آئی ہے نہ کوئی اثر۔ حالانکہ اس کو ہمارے اصحاب نے کیا ہے انتہے کشف النور عن اصحاب القبور مصنفہ استاد عبدالغنی نابلسی قدس سرہ میں ایسا ہی لکھا ہے اھ

## سوال (۸)

دستور ہے کہ مُردے کے کفن کو آب زمزم سے تر کرتے ہیں۔ اور ستر کعبہ یا کوئی اور تبرک کفن میں شامل کر دیتے ہیں۔ اور عہد نامہ یا کلمہ شریف کفن پر لکھتے ہیں کیا یہہ جائز ہیں۔

## جواب

حجۃ الاسلام امام غزالی اپنے رسالہ مضمون کبیر صفحہ ۲۹-۳۰ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ لو وضع شعر رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم او عصاہ او سوطہ علی قبر عاص او مذنب نجا ذلک المذنب ببرکات تلک الذخیرۃ من العذاب وان کانت فی دار انسان او بلدۃ لا یصیب تلک الدار داھلھا وتلک البلدۃ وسکانھا ببرکاتھا بلاء وان لم یشعر بھا صاحب الدار وساکن البلدۃ (الی ان قال) وکل من اطاع سلطانا وعظمہ فاذا دخل بلدتہ ورای فیھا سھما من جعبۃ ذلک السلطان او سوطالہ فانہ یعظم تلک البلدۃ فالملائکۃ علیھم السلام یعظمون النبی فاذا رأوا ذخائرہ فی دار او بلدۃ

او قبر عظموا صاحبه وخففوا عليه العذاب و لذلك السبب ينفع الموتیٰ ان توضع علی قبورهم المصاحف ويتلی القرآن علی رؤس قبورهم ويكتب القرآن علی قراطيس وتوضع القراطيس فی ايدی الموتیٰ۔ ترجمہ۔ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا موے مبارک یا آپ کا عصا مبارک یا آپ کا کوڑا مبارک کسی عاصی یا گنہگار کی قبر پر رکھا جائے۔ تو وہ گنہگار اس ذخیرے کی برکتوں سے عذاب سے نجات پاتا ہے۔ اگر یہ ذخیرہ کسی انسان کے گھر یا کسی شہر میں ہو۔ تو اس گھر اور گھر والوں اور اس شہر اور باشندگان شہر کو اس کی برکتوں سے کوئی بلا نہیں پہنچتی۔ اگرچہ صاحب خانہ اور باشندۂ شہر کو اس ذخیرہ کا علم نہ ہو (یہانتک کہ کہا مصنف نے) اور جو شخص کسی بادشاہ کی اطاعت و تعظیم کرتا ہو۔ جب وہ اس بادشاہ کے شہر میں داخل ہو اور اس میں اس بادشاہ کی ترکش کا ایک تیر دیکھے یا اس کا کوڑا دیکھے۔ تو وہ اس شہر کی تعظیم کرے گا۔ اسی طرح ملائکہ علیہم السلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس جب وہ کسی گھر یا شہر یا قبر میں آپ کے ذخائر کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ صاحب قبر کی عزت کرتے ہیں اور اس پر عذاب ہلکا کر دیتے ہیں۔ اسی سبب سے مردوں کی قبروں پر قرآن مجید کا رکھا جانا اور ان کی قبروں کے پاس قرآن مجید کا پڑھا جانا اور کاغذوں پر قرآن شریف لکھکر مردوں کے ہاتھوں میں رکھا جانا فائدہ دیتا ہے انتہے۔ تفسیر روح البیان (جزء اول۔ ص۵۵۳) میں بحوالہ اسرار محمدیہ وان لم یشعر بہا کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔ ومن هذا القبيل ماء زمزم والكفن المبلول به وبطانة استار الكعبة والتكفن بها۔ یعنی اسی قبیل سے ہیں آب زمزم اور آب زمزم سے تر کیا ہوا کفن اور ستر کعبہ کا استر اور اس کو کفن بنانا انتہے۔

طبقات ابن سعد (جزء خامس ترجمہ عمر بن عبد العزیز۔ ص۳۰۳) میں ہے۔ اخبرنا محمد بن عمر قال نا محمد بن مسلم بن جماز عن عبد الرحمن بن محمد بن عبد الله

قال اوصی عمر بن عبد العزیز عند الموت فدعا بشعر من شعر النبی صلے اللہ علیہ وسلم واظفار من اظفارہ وقال اذا مت فخذوا الشعر والاظفار ثم اجعلوہ فی کفنی ففعلوا ذلک۔ ترجمہ۔ خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے۔ کہا خبر دی ہم کو محمد بن مسلم بن جمار نے عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اللہ سے کہ کہا اُس نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت وصیت کی۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موے مبارک اور ناخن مبارک طلب کئے۔ اور فرمایا کہ جب میں مر جاؤں۔ ان موے مبارک و ناخن مبارک کو لے کر میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا انتہے۔

در مختار میں لکھا ہے کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالے اس میت کو بخش دے۔ اس پر شامی نے بحث کی ہے اور نظر بر احترام قرآن مجید و اسماے حسنے اس کے جواز میں تامل کیا ہے۔ (دیکھو رد المحتار۔ جزء اول۔ صـ ۶۶۲)۔ مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالے لکھتے ہیں۔ شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است۔ لیکن ایں را دو طریق است۔ اول اینکہ بر سینہ مُردہ درون کفن یا بالاے کفن گزارند۔ ایں طریق را فقہاء منع میکنند و میگویند کہ از بدن مردہ خون و ریم سیلان مے کند و موجب سوء ادب با سماء بزرگان میشود۔ و طریق دوم اینست کہ جانب سر مردہ اندرون قبر طاقچہ بگذارند۔ و در آں کاغذ شجرہ را نہند (فتاوے عزیزیہ۔ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ جلد اول۔ صـ ۱۷۴)۔ پس اگر عہد نامہ کو بھی قبر کے اندر مُردے کے سرہانے ایک طاقچہ میں رکھ دیں۔ تو اس کے جواز میں کسی کو بھی کلام نہیں۔

## (۹) سوال

کیا والدین اور اولیاء صالحین کی قبروں کو بوسہ دینا اور اماکن متبرکہ اور بزرگوں کے ہاتھوں کو چومنا جائز ہے؟

## جواب

بہ نیت تبرک جائز بلا کراہت ہے۔ چنانچہ فتاوے عالمگیری (کتاب الکراہیۃ۔ باب ۱۶)

میں ہے۔ ولا یمسح القبر ولا یقبلہ فان ذٰلک من عادۃ النصاریٰ ولا بأس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب۔ یعنی قبر پر ہاتھ نہ ملے اور نہ اُس کو بوسہ دے۔ کیونکہ یہہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ اور والدین کی قبر کے بوسہ دینے میں کچھ ڈر نہیں انتہٰی۔ علامہ ابن مرزوق قصیدہ بردہ کی بیت لاطیب یعدل کی شرح میں لکھتے ہیں۔ فلیس المراد بہ تقبیل القبر الشریف فانّہ مکروہ یعنی التشام سے مراد قبر شریف کو بوسہ دینا نہیں کیونکہ یہہ مکروہ ہے۔ اس پر علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔ الا لقصد تبرک فلا کراھۃ کما اعتمدہ الرملی۔ یعنی اگر بقصد تبرک قبر شریف کو بوسہ دے۔ تو بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ علامہ رملی نے فتوےٰ دیا ہے (شرح زرقانی علی المواہب۔ جزء ثامن۔ صفحہ ۳۱۵)۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (جزء رابع۔ صفحہ ۶۰۷) میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقال (شیخنا زین الدین) ایضا و امّا تقبیل الاماکن الشریفۃ علی قصد التبرک وکذٰلک تقبیل ایدی الصّالحین وارجلھم فھو حسن محمود باعتبار القصد والنیّۃ وقد سأل ابو ھریرۃ الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یکشف لہ المکان الذی قبلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو سرتہ فقبلہ تبرکا باٰثارہ وذرّیتہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد کان ثابت البنانی لایدع ید انس رضی اللہ عنہ حتّٰی یقبلھا و یقول ید مست ید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال ایضًا واخبرنی الحافظ ابو سعید بن العلائی قال رأیت فی کلام احمد بن حنبل فی جزء قدیم علیہ خط ابن ناصر وغیرہ من الحفاظ ان الامام احمد سئل عن تقبیل قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم وتقبیل منبرہ فقال لا بأس بذلک قال فاریناہ للشیخ تقی الدّین بن تیمیہ فصار یتعجب من ذٰلک ویقول عجبت احمد عندی جلیل یقولہ ھذا کلامہ او معنی کلامہ وقال وای عجب فی ذٰلک وقد روینا عن الامام احمد انہ غسل قمیصا للشافعی وشرب الماء الذی غسلہ بہ واذا کان

هذا تعظیمه لاهل العلم فکیف بمقادیر الصحابة وکیف بآثار الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام ولقد احسن مجنون لیلےٰ حیث یقول ؎

امر علی الدیار دیار لیلےٰ - اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی - ولکن حب من سکن الدیارا

وقال المحب الطبری ویمکن ان یستنبط من تقبیل الحجر واستلام الارکان جواز تقبیل ما فی تقبیله تعظیم الله تعالےٰ فانه ان لم یرد فیه خبر بالندب لم یرد بالکراهیة قال وقد رأیت فی بعض تعالیق جدی محمد بن ابی بکر عن الامام ابی عبد الله محمد بن ابی الصیف ان بعضهم کان اذا رأی المصاحف قبلها و اذا رأی اجزاء الحدیث قبلها واذا رأی قبور الصالحین قبلها قال ولا یبعد هذا والله اعلم فی کل ما فیه تعظیم الله تعالےٰ۔ ترجمہ - اور ہمارے شیخ زین الدین نے یہ بھی کہا کہ تبرک کے ارادے سے اماکن شریفہ کا بوسہ دینا اور اسیطرح صالحین کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ دینا ارادے اور نیت کے اعتبار سے اچھا پسندیدہ ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ میرے لئے وہ جگہ برہنہ کردیں جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ اور وہ آپ کی ناف مبارک تھی۔ پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت اور آپ کے آثار کو متبرک سمجھکر اُسے بوسہ دیا۔ اور حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہاتھ بوسہ دئے بغیر نہ چھوڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو چھوا ہے۔ اور شیخ زین الدین نے یہ بھی بیان کیا کہ مجھے حافظ ابو سعید بن العلائی نے خبر دی۔ کہا (حافظ موصوف نے) کہ میں نے امام احمد بن حنبل کے کلام میں ایک پرانے جزء میں جس پر ابن ناصر وغیرہ حفاظ کی تحریر تھی یہ لکھا دیکھا ہے کہ امام احمد سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف

اور منبر شریف کے بوسہ دینے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کچھ ڈر نہیں۔ حافظ موصوف کا بیان ہے کہ ہم نے یہ مسئلہ ابن تیمیہ کو دکھایا۔ وہ اس پر تعجب کرنے لگا اور کہنے لگا۔ مجھے تعجب ہے۔ امام احمد میرے نزدیک بزرگ شخص ہیں۔ یہ ابن تیمیہ کا کلام ہے یا اس کے کلام کے معنے ہیں۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ اس میں کیا عجب ہے۔ ہم سے امام احمد کی نسبت روایت کی گئی کہ آپ نے امام شافعی کی قمیص کو دھویا۔ اور اُس کا غسالہ پی لیا۔ جب آپ اہل علم کی اتنی تعظیم کرتے تھے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے آثار اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے آثار کی کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے۔ اور لیلےٰ کے عاشق مجنوں نے اچھا کہا ہے ؎

| | |
|---|---|
| امر علی الدیار دیار لیلی | اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا |
| میں لیلےٰ کے گھروں پر گذرتا ہوں۔ | تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اُس دیوار کو |
| وما حب الدیار شغفن قلبی | ولکن حب من سکن الدیارا |
| اور گھروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا | بلکہ گھروں میں رہنے والوں کی محبت نے |

اور محب طبری نے کہا کہ حجر اسود اور ارکان کعبہ کے بوسہ دینے سے یہ مسئلہ نکل سکتا ہے کہ جس شے کے بوسہ دینے میں اللہ تعالےٰ کی تعظیم ہو اس کا بوسہ دینا جائز ہے۔ کیونکہ اگر اس کے استحباب میں کوئی حدیث نہیں آئی۔ تو اس کی کراہیت میں بھی کوئی حدیث وارد نہیں۔ کہا (محب طبری نے) کہ میں نے اپنے جد بزرگوار محمد بن ابی بکر کی ایک تعلیق میں بروایت امام ابو عبد اللہ محمد بن ابی الصیف دیکھا ہے کہ ایک بزرگ جب قرآن کریم کو دیکھتا تو اُسے بوسہ دیتا۔ اور جب حدیث کے اجزاء کو دیکھتا۔ تو انہیں بوسہ دیتا۔ اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتا۔ تو انہیں بوسہ دیتا۔ اور جس شے میں اللہ تعالےٰ کی تعظیم ہو اس میں یہ بعید نہیں واللہ اعلم انتہے۔ بزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کی اور بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن کے ایراد کی یہاں گنجائش نہیں۔

# (۱۰) سوال

کیا بزرگان دین کے مزارات پر خوشبودار پھول رکھنے جائز ہیں ؟

# جواب

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انهما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول وفی روایة لمسلم لا یستنزہ من البول و اما الآخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة ثم غرز فی کل قبر واحدة قالوا یا رسول اللہ لم صنعت هذا فقال لعلہ ان یخفف عنهما ما لم ییبسا متفق علیہ (مشکوٰۃ۔ کتاب الطہارۃ۔ باب آداب الخلاء)۔ ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دو قبروں سے گزرے۔ پس آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دئے جاتے ہیں۔ اور کسی بڑے[۱] گناہ کے سبب عذاب نہیں دئے جاتے۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا۔ اور غیبت کے لئے لوگوں کی طرف جایا کرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ترشاخ لی۔ اور اُسے دو ٹکڑے کیا۔ پھر ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دیا صحابہ کرام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا۔ آنحضرت صلے اللہ

---

[۱] عذاب کردہ نمے شوند بجہت گناہے بزرگ یعنی در گمان ایشان یا در کاریکہ شاق ودشوار بود پرہیز کردن ازآں نہ آنکہ آں چیز در دین کارے آسان است وشناعتے ندارد۔ چنیں باشد کہ تلوث ببول وتلبس بہ نمیمہ از شنائع وقبائح عظیمہ اند در دین (اشعۃ اللمعات)

علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدیں امید کہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے۔ یہانتک کہ یہہ دو ٹکڑے خشک ہوجائیں انتہے۔

شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ اس حدیث کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں۔ و در توجیہ ایں حدیث علمارا اختلاف است کہ بنائے امید داشت تخفیف عذاب تامدت رطوبت آن شاخہا برچیست۔ بعض مردم برآنند کہ بنائے آں برآن است کہ نباتات تازمانیکہ تر و تازہ اند تسبیح مے گویند حق را۔ و مراد بشی در کریمہ (وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ) شیٔ حی است وحیات ہر چوب تازمانے است کہ خشک نہ شدہ است وحیات سنگ تاشکستہ نشدہ یا تسبیح خاص مخصوص بحی است وآنکہ عام است ہر شے را بمعنی دلالت بر وجود صانع و وحدت وصفات کمال اوست۔ و تمسک کنند ایں جماعہ بایں حدیث در انداختن سبزہ وگل وریحان بر قبور۔ وخطابی کہ از ائمہ اہل علم و قدوہ شراح حدیث است ایں قول را رد کردہ است۔ و انداختن سبزہ وگل را بر قبور بہ تمسک بایں حدیث انکار نمودہ وگفتہ کہ ایں سخن اصلے ندارد و در صدر اول نبودہ انتہے بقدر الحاجۃ (اشعۃ اللمعات۔ جلد اول۔ ص ۲۱۵)۔

علامہ ابن حجر شافعی نے خطابی کے اعتراض کا یوں جواب دیا ہے۔ قولہ لا اصل لہ ممنوع بل ھذا الحدیث اصل اصیل لہ ومن ثم افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث (مرقات شرح مشکوۃ۔ جزء اول۔ ص ۲۸۶) ترجمہ۔ خطابی کا یہہ قول کہ قبروں پر سبزہ وگل ڈالنے کی کوئی اصل نہیں ممنوع ہے۔ بلکہ یہہ حدیث اس عمل کے لئے اصل اصیل ہے۔ اسیواسطے ہمارے اصحاب متاخرین میں سے بعض ائمہ نے فتوے دیا ہے کہ قبر پر شاخ خرما اور ریحان کا رکھنا اس حدیث کی رو سے سنت ہے انتہے۔

علامہ ابن عابدین اس حدیث کی بحث میں لکھتے ہیں۔ ویوخذ من ذٰلك ومن الحدیث ندب وضع ذٰلك للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ وصرح بذلك ایضا جماعۃ من الشافعیۃ وھذا اولی مما قالہ بعض المالکیۃ من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکۃ یدہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم او دعائہ لھما فلا یقاس علیہ غیرہ وقد ذکر البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الخصیب رضی اللہ عنہ اوصی بان یجعل فی قبرہ جریدتان واللہ تعالیٰ اعلم۔ (رد المحتار۔ جزء اول ۔ صفحہ ۶۶۷) ۔ ترجمہ۔ نباتات کی تسبیح اور اس حدیث سے یہہ مسئلہ لیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے شاخ کا قبر پر رکھنا مستحب ہے۔ اور یہہ جو ہمارے زمانے میں عادت ہے کہ قبروں پر آس کی شاخیں اور اس طرح کی اور چیزیں رکھتے ہیں وہ اسی پر قیاس کیا جاتا ہے اور شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ اور یہہ بہتر ہے اُس سے۔ جو بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ دونوں قبروں سے تخفیف صرف حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی برکت سے یا آپ کی دُعا سے ہوئی۔ اس لئے اس پر غیر کو قیاس نہ کیا جائے۔ اور امام بُخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بریدہ بن الخصیب رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میری قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں۔ واللہ اعلم انتہے۔

جب میں بعونِ الٰہی یہہ کتاب یہاں تک لکھ چکا۔ تو مجھے بسبیل ڈاک مولوی محمد فاضل صاحب کا اشتہار ملا۔ جو بلفظہ مع جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے

باسمہ سبحانہ و تعالےٰ

## (کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس مسئلہ میں)

کہ عام مُردگان یا اولیاء اللہ بعد الموت زیارت کرنے والوں کا سلام کلام سُنتے

ہیں یا نہ جو کچھ جواب ہووے بمعہ نام کتاب و نقل عبارت ہووے - بینوا توجروا عند اللہ الوہاب یوم الحساب

# الجواب

علاوہ انبیاء علیہم السلام و شہدائے کرام تمام مُردگان عموماً کچھ نہیں سُنتے - اور نہ اُن میں سُننے سمجھنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے - لان المقصود من کلام الافہام والموۃ ینافیہ ہدایہ یوسفی آخرین صفحہ ۲۸۳/۳ والموۃ ینافیہ لانہ لایسمع ولایفہم فتح القدیر نولکشوری باب الایمان صفحہ ۵۶/۴ والموۃ ینافی الکلام لان المراد من الکلام الاسماع والمیت لیس باھل للاسماع عینی شرح ہدایہ نولکشوری جلد ۲ صفحہ ۶۴۰/۲ لان المقصود من الکلام الافہام والموۃ ینافیہ شامی جلد ۳ صفحہ ۱۴۳/۱۶ انما السماع یستلزم الحیاۃ وھی مفقودہ وانما تجیبی عند السوال طحطاوی علی المراقی الفلاح ۳۲۷/۱۲ عند اکثر مشائخنا ھو ان المیت لایسمع فتح القدیر باب الجنائز نولکشوری جلد ۱ صفحہ ۴۷۳/۲ لان المیت لایسمع بنفسہ شرح فقہ اکبر علی قاری صفحہ ۱۵۹/۶ ولھذا شبہ الکفار بالموتی لان المیت لایسمع ولایتکلم خازن جلد ۲ صفحہ ۱۵ ومعنی الآیۃ انھم لفرط اعراضھم عما یدعون الیہ کالمیت الذی لاسبیل الی سماعہ خازن جلد ۳ صفحہ ۲۱۶/۹ -

اکثر عدم جواز استمداد کے قائل ہیں اس بنا پر کہ سماع اموات ثابت نہیں فتاوے عبد الحی جلد اول صفحہ ۱۳۳۸/۱۴ یہ تمام عبارتیں کتب فقہائے حنفی المذہب کی ہیں جو کہ متفق اللفظ ہو کر حکم سناتی ہیں کہ مراد کلام کرنے سے مخاطب کا سُننا یا سمجھنا ہوتا ہے اور موت سُننے و سمجھنے دونوں کو اُڑا دیتی ہے - جس بناء پر تمام فقہائے حنفیہ و بعض شافعیہ فرماتے ہیں کہ مُردہ کچھ نہیں سُنتا - والسلام علی من اتبع الھدے

المشتہر خادم العلماء محمد فاضل امام مسجد چک نمبر ۲۸۷ شمالی گوگیرہ برانچ ڈاکخانہ چک ۲۵۶ براستہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور -

# اقول و باللہ التوفیق

مجیب نے جو عبارات کتب فقہ سے نقل کی ہیں۔ وہ مسئلہ یمین کے متعلق ہیں مسئلہ یمین یوں ہے کہ اگر کوئی قسم کھائے۔ کہ میں فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا۔ تو یہ قسم اس شخص کی حیات پر مقصور ہوگی۔ اصل مسئلہ صرف اتنا ہی ہے۔ اور یہی کتب ظاہر روایت میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ امام صاحب کے بہت مدت بعد اِس متن کی شرح میں قسم زیر بحث کے حالت حیات پر مقصور ہونے کی یہ وجہ درج کر دی گئی۔ کہ کلام سے مقصود سمجھانا ہوتا ہے۔ مگر مردہ نہ سُنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ پس اگر موت کے بعد اُس شخص سے کلام کرے گا۔ تو حانث نہ ہوگا۔ یہی وجہ مجیب نے مختلف کتابوں سے نقل کی ہے۔ ہم اس پر بحوالہ کتب مفصل بحث کر آئے ہیں۔ لہذا یہاں اس کا بقدر ضرورت خلاصہ مگر مع الاضافہ درج کیا جاتا ہے۔ عبارات مندرجۂ اشتہار سے تو مجیب کی سمجھ کے مطابق انبیاے کرام و شہداے عظام کا سماع بھی ثابت نہیں ہوتا۔ ان عبارتوں میں اگر میت سے مراد فقط بدنِ مُردہ ہے۔ تو اس کے عدم سماع میں کسی کو کلام نہیں۔ ہاں اگر اس سے مراد بدن مردہ کے ساتھ روح کی موت بھی ہے۔ تو روح کی موت بدیں معنے کہ اس کو بدن سے مفارقت کے سبب فقط تالم ہوتا ہے مسلّم ہے۔ اور سماع موتے کے یہی معنے ہیں کہ روح جس پر اس طرح کی موت وارد ہو چکی ہے بتوسط ابدان یا بلا توسط ابدان سُنتی ہے۔ مگر بدیں معنے کہ بدن کی موت کے ساتھ روح کے ادراکات زائل ہو جاتے اور وہ نیست و نابود ہو جاتی ہے مسلّم نہیں۔ کیونکہ یہ حنفیہ کرام کا مذہب نہیں۔ بلکہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ حنفیۂ کرام کیا بلکہ تمام اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے کہ موتے کے لئے ادراکات مثل علم و سمع ثابت ہیں۔ اور یہی قرآن کریم اور آثار و احادیث صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا عبارات زیر بحث میں میت

سے شارحین کی مراد بدن مُردہ ہے۔ جس سے روح پرواز کر چکی ہو۔ اور سیاق (قبر میں حیات کا دیا جانا) بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی حنفی بھائی اصرار کرے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ نہ بدن مردہ سُنتا ہے اور نہ روح مردہ سُنتی ہے۔ تو میں نہایت ادب سے یہہ گزارش کروں گا۔ کہ جن مشائخ کی طرف ایسے عدم سماع کا قول منسوب ہے۔ وہ یقیناً معتزلی الاصول حنفی الفروع اصحاب ہیں جو مشائخ حنفیہ میں شمار ہوتے رہے ہیں جیساکہ جواہر مضیہ فی طبقات الحنفیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں معتزلہ کا یہہ قول سہواً کسی شرح میں درج ہو گیا۔ پھر بغیر تدبر و تنبیہ کے یکے بعد دیگرے اسی کو نقل کرتے چلے آئے۔ ایسا ہونا کچھ محال نہیں۔ امام ابوالبرکات عبدالله نسفی کو دیکھئے۔ کہ تفسیر مدارک میں اللہ یتوفی الانفس الآیہ کی تفسیر میں جاراللہ زمخشری کی تفسیر کشاف کی عبارت لفظ بلفظ نقل کر گئے۔ جس کا مطلب یہہ ہے۔ کہ موت سے روح کے ادراکات سلب ہو جاتے ہیں۔ بریں تقدیر عبارات زیر بحث سے یہہ خیال نہ کیا جائے۔ کہ علامہ شامی و طحطاوی و علی القاری و عینی وغیرہ سماع موتے کے قائل نہیں۔ کیونکہ سماع موتے تو اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ یہہ بزرگ کس طرح اس کی خلاف ورزی کر سکتے تھے۔ توضیح مطلب کے لئے ہم ان کی دوسری عبارتیں نقل کرتے ہیں۔

علامہ شامی زیارتِ قبور کے آداب کو یوں لکھتے ہیں۔ وفی شرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارة ما قالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل رأسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ لکن ھذا اذا امکنہ والا فقد ثبت انہ علیہ الصلاة والسلام قرأ اول سورة البقرة عند رأس میت و

آخرها عند رجلیه ومن آدابها ان یسلم بلفظ السلام علیکم علی الصحیح لا علیکم السلام فانه ورد السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ونسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ ثم یدعو قائما طویلا وان جلس جلس بعیدا او قریبا بحسب مرتبتہ فی حال حیاتہ اھ (رد المحتار جزء اول صفحہ ۶۶۴)

ترجمہ۔ لباب المناسک کی شرح جو ملا علی القاری نے لکھی ہے اس میں یہہ لکھا ہے۔ پھر زیارت قبور کے آداب میں سے فقہا نے یہہ بتایا ہے۔ کہ زائر میت کے پاؤں کی طرف سے آئے۔ اور سر کی طرف سے نہ آئے۔ کیونکہ سر کی طرف سے آنا میت کی بصر کے لئے زیادہ مشقت کا باعث ہے بخلاف صورت اول کے کیونکہ وہ میت کی بصر کے مقابل ہوگا۔ مگر یہہ حکم جب ہے کہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ ورنہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ کا اول میت کے سر کے پاس اور اسی سورہ کا آخر میت کے پاؤں کے پاس پڑھا۔ اور آداب زیارت سے یہہ ہے۔ کہ بنا بر قول صحیح لفظ السلام علیکم سے سلام کرے۔ نہ کہ علیکم السلام سے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ونسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ پھر دیر تک کھڑے ہو کر دعا مانگے۔ اگر زائر بیٹھے۔ تو حالت حیات میں جو میت کا مرتبہ تھا اسے ملحوظ رکھ کر دور یا نزدیک بیٹھے انتہی۔ اس عبارت میں سلام کہنے والے کو زائر کہا گیا۔ اگر مزور کو زیارت کا علم نہ ہو۔ تو اس کے سلام کہنے والے کو زائر نہیں کہتے۔ اور آداب زیارت میں سے ایک یہہ بتایا گیا۔ کہ میت کو سلام کے وقت زندہ شخص کی طرح جو سنتا سمجھتا ہو خطاب کرنا چاہئے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور

میت کا دیکھنا بھی مذکور ہے - اور پھر یہہ بھی حکم ہے - کہ میت کی تعظیم حالت حیات کی طرح کرنی چاہیئے - شامی نے اسی صفحہ (جزء اول - صفحہ ۶۴۴) پر محمد بن واسع کا یہہ قول نقل کر کے برقرار رکھا ہے کہ مُردے جمعہ کو اور اس سے ایک دن آگے پیچھے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں - اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ شامی سماع موتے کے قائل ہیں - اسی طرح علامہ ابن الہمام آداب زیارۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں - وقالوا فی زیارۃ القبور مطلقا الاولی ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسہ فانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ لان بصرہ ناظر الی جہتہ قدمیہ اذا کان علی جنبہ (فتح القدیر - جزء ثالث - صفحہ ۹۵)

ترجمہ - اور فقہاء نے مطلق زیارت قبور میں فرمایا ہے کہ اولے یہہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے آئے نہ کہ اُس کے سر کی طرف سے - کیونکہ سر کی طرف سے آنا میت کی بصر کے لئے زیادہ مشقت کا باعث ہے بخلاف صورت اول کے کیونکہ وہ میت کی بصر کے مقابل ہوگا - اس لئے کہ میت کی بصر اس کے قدموں کی طرف دیکھنے والی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے پہلو پر ہوتا ہے انتہے - مجیب نے حاشیہ طحطاوی علے مراقی الفلاح کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی ہے - وہ اُس میں نہیں ہے - بلکہ اس میں تو زیارت القبور کے بیاں میں یوں لکھا ہے - واخرج ابن ابی الدنیا والبیہقی فی الشعب عن محمد بن واسع قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ وقال ابن القیم الاحادیث والآثار تدل علے ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع سلامہ وأنس بہ ورد علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم وانہ لا توقیت فی ذٰلک قال وھو اصح من اثر الضحاک الدال علی التوقیت (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصر - صفحہ ۳۴۰) -

ترجمہ۔ ابن ابی الدنیانے اورامام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن واسع سے روایت کی کہ کہا محمد بن واسع نے کہ مجھے یہہ روایت پہنچی ہے کہ مُردے جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن پیچھے اپنے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں۔ اور ابن قیم نے کہا۔ کہ احادیث وآثار دلالت کرتے ہیں۔ کہ زیارت کرنے والا جب آتا ہے۔ تو مزور کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کا سلام سُن لیتا ہے۔ اور اس سے میت کا دل بہلتا ہے۔ اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہہ (یعنی میت کو علم ہو جانا اور زائر کے سلام کا جواب دینا وغیرہ) شہدا اور غیر شہدا کے حق میں عام ہے۔ اور اس کے لئے کسی خاص وقت کی قید نہیں۔ اور ابن قیم نے کہا کہ یہہ روایت زیادہ صحیح ہے ضحاک کی روایت سے جو توقیت پر دلالت کرتی ہے انتہے۔ اس سے علامہ طحطاوی کا عقیدہ درباب سماع موتےٰ ظاہر ہے۔ مجیب نے جو شرح فقہ اکبر کا حوالہ دیا ہے۔ وہ اُسے مُفید نہیں۔ اہل سنت وجماعت کا قول ہے کہ میت کو غیر کے عمل کا ثواب بصورت ایصال پہنچتا ہے۔ جو اس کے منکر ہیں۔ وہ ایک تو آیہ وان لیس للانسان الا ما سعی پیش کرتے ہیں۔ اور دوسرے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة الحدیث۔ ملا علی القاری نے آیت کا جواب دے کر اس حدیث کا جواب یوں دیا ہے۔ واما الحدیث فیدل علی انقطاع عمله ونحن نقول به۔ وانما الکلام فی وصول ثواب غیره الیه والموصل للثواب الی المیت هو الله

---

**۵۶** عن ابی هریرة رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له رواه مسلم (مشکوٰة کتاب العلم۔ فصل اول)۔ ترجمہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے۔ تو اس سے اس کے عمل کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین عمل سے صدقہ جاریہ یا علم جس سے نفع اُٹھایا جائے یا نیک فرزند جو اس کے حق میں دُعا کرے انتہے

تعالیٰ سبحانہ لان المیت لا یسمع بنفسہ والقرب والبعد سواء فی قدرۃ الحق سبحانہ (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ صفحہ ۱۵۹) ترجمہ رہی حدیث۔ سو وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مُردے کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں کلام تو صرف اس میں ہے کہ غیر کے عمل کا ثواب مُردے کو پہنچتا ہے۔ اور میت کو ثواب پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کیونکہ مُردہ بالذات سُنتا نہیں۔ اور اللہ پاک کی قدرت میں نزدیکی اور دُوری برابر ہے انتہے۔ یہ عبارت شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر اور مطبوعہ لاہور میں بھی اسی طرح ہے۔ مگر میرے خیال میں یہاں کاتب کی غلطی ہے۔ کیونکہ عدم سماع بالذات اپنے ماقبل کی علت نہیں ٹھیر سکتا۔ پس لا یسمع بنفسہ کی جگہ لا یتمتع بنفسہ (یعنی مُردہ بذات خود فائدہ نہیں اُٹھا سکتا) ہونا چاہیے شیخ اسماعیل حقی اس حدیث کے ط۔ق فرماتے ہیں۔ والحاصل ان المراد بھذا الحدیث عملہ المضاف الی نفسہ فھو منقطع واما العمل المضاف الی غیرہ فلا ینقطع فللغیر ان یجعل مالہ من اجر عملہ الی من اراد (تفسیر روح البیان۔ جزء رابع۔ صفحہ ۱۶۸)۔ ترجمہ۔ حاصل کلام یہ کہ اس حدیث سے مراد مُردے کا عمل ہے جو اس کی ذات کی طرف منسوب ہو۔ سو یہ منقطع ہے۔ رہا وہ عمل جو غیر کی طرف منسوب ہو۔ وہ منقطع نہیں۔ غیر کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب جس کو چاہے بخش دے انتہے۔ اگر لا یسمع بنفسہ کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو ہمیں مضر نہیں اور مجیب کو مفید نہیں۔ کیونکہ سماع بالذات کا کوئی قائل نہیں۔ مجیب نے اس مقام پر تدبر سے بالکل کام نہیں لیا۔ اس سے چند سطریں پہلے یہ عبارت ہے۔ والشافعی رحمہ اللہ جوز ھذا فی الصدقۃ والعبادۃ المالیۃ وجوزہ فی الحج واذا قرئ فللمیت اجر المستمع ومنع وصول ثواب القرآن الی الموتی وثواب الصلوٰۃ والصوم وجمیع الطاعات والعبادات غیر المالیۃ وعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ و

اصحابہ یجوزن ذلک وثوابہ الی المیت (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۱۵۸) ترجمہ - اور امام شافعی اس کو جائز رکھتے ہیں کہ صدقہ اور عبادت مالیہ اور حج کا ثواب مُردے کو پہنچ جاتا ہے - اور جب (قبر پر) قرآن پڑھا جائے تو مُردے کو سُننے والے کا ثواب ملتا ہے - اور وہ (یعنی امام شافعی) عبادت مالیہ کے سوا تمام طاعات وعبادات اور صوم وصلوٰۃ اور قرآن کا ثواب مردے کو پہنچنے کے قائل نہیں - اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک یہہ سب جائز ہے - اور اس کا ثواب مُردے کو ملتا ہے انتہے -

فخر الملۃ والدین قاضیخان محمود اورجندی حنفی (متوفی ۵۹۲ھ) تحریر فرماتے ہیں - وان قرأ القرآن عند القبور ان نوی بذلک ان یونسھم صوت القرآن فانہ یقرأ - وان لم یقصد ذلک فاللہ تعالےٰ یسمع قراءۃ القرآن حیث کانت (فتاوے قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ - فصل فی التسبیح والتسلیم والصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ترجمہ - اگر قبروں کے پاس قرآن پڑھے - تو اگر اس سے یہہ نیت کرے کہ قرآن کی آواز مُردوں کا جی بہلائیگی - بے شک پڑھے - اگر یہہ مقصود نہ ہو - تو اللہ تعالےٰ قرآن کی قرأت سُنتا ہے جہاں وہ قرأت ہو انتہے - حاصل کلام یہہ کہ امام شافعی کے نزدیک چونکہ عبادات بدنیہ محضہ مثلاً نماز وتلاوت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا - اس لئے ان کے نزدیک میت کو صرف قرآن سُننے والے کا ثواب ہوگا - اور حنفیہ کرام چونکہ قائل ہیں کہ مُردے کو عبادات مالیہ وبدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے - اس لئے ان کے نزدیک اس صورت میں میت کو نفس ثواب قاری ملے گا - اور مُردہ اگرچہ قرأت سُنتا ہے - مگر سُننے کا ثواب نہ ملے گا - کیونکہ اس کا عمل منقطع ہوچکا ہے -

ہاں اس قرأت سے میت کا جی بہلے گا۔ پس اس مسئلے سے ثابت ہوگیا کہ حنفیہ و شافعیہ بالاتفاق سماع موتے کے قائل ہیں۔ اگر اختلاف ہے۔ تو اس میں کہ مردہ جو قرآن سنتا ہے آیا اس کو سننے والے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ قال القرطبی وقد قیل ان ثواب القراءۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذلک تلحقہ الرحمۃ قال اللہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ قال ولا یبعد فی کرم اللہ تعالیٰ ان یلحقہ ثواب القراءۃ والاستماع معا ویلحقہ ثواب ما یھدی الیہ من القراءۃ وان لم یسمع کالصدقۃ والدعاء (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور مطبوعہ مصر۔ ص۱۲۳۔ تفسیر روح البیان جزء رابع۔ ص۱۶۲)۔ ترجمہ۔ امام قرطبی (ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری اندلسی قرطبی متوفی ۶۷۱ھ) نے فرمایا۔ البتہ کہا گیا ہے کہ قرأت کا ثواب قاری کے لئے ہے۔ اور مردے کے لئے سننے کا ثواب ہے۔ اسی واسطے مردے پر رحمت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اور جب قرآن پڑھا جائے۔ تو تم اس کے لئے کان لگاؤ اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ"۔ کہا امام قرطبی نے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے بعید نہیں کہ مردے کو قرأت اور سننے دونوں کا ثواب ملے۔ اور مردے کو قرأت کا ثواب جو بخشا جائے ملتا ہے خواہ وہ نہ سنے جیسا کہ صدقہ اور دعا انتہے۔ امام ابوبکر احمد بن محمد خلال بغدادی حنبلی (متوفی ۳۱۱ھ) نے اپنی کتاب جامع لعلوم الامام احمد بن حنبل میں بروایت امام شعبی نقل کیا ہے کہ جب انصار[1] مدینہ منورہ میں کوئی میت ہو جاتی۔ تو وہ اس کی قبر

---

[1] کانت الانصار اذا مات لھم المیت اختلفوا الی قبرہ یقرؤن عندہ القرآن

پر جاکر قرآن پڑھا کرتے تھے (کتاب الروح لابن القیم۔ صلا۔ شرح الصدور للسیوطی صسسا) - امام احمد بن حنبل کا ایک نابینا کو قبر پر قرآن پڑھنے کی اجازت دینا اس کتاب میں پہلے آچکا ہے - سماع موتے کے متعلق مسئلۂ قرأت سے ملتا جلتا دفن کے بعد عمل تلقین ہے - چنانچہ علامہ طحطاوی اسکی بابت لکھتے ہیں - سئل القاضی محمد الکرمانی عنه فقال ما رآه المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن کذا فی القھستانی وکیف لا یفعل مع انه لاضرر فیه بل فیه نفع للمیت لانه یستأنس بالذکر علی ما ورد فی بعض الآثار ففی صحیح مسلم عن عمرو بن العاص قال اذا دفنتمونی اقیموا عند قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استأنس بکم وانظر ماذا اراجع رسل ربی (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح - طسسا) - ترجمہ - قاضی محمد کرمانی سے دفن کے بعد تلقین کی نسبت دریافت کیا گیا - پس آپ نے فرمایا کہ جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے - قہستانی میں ایسا ہی لکھا ہے - اور تلقین کیوں نہ کی جائے باوجودیکہ اس میں کوئی نقصان نہیں - بلکہ اس میں مُردے کے لئے فائدہ ہے - کیونکہ وہ ذکر سے انس و آرام پاتا ہے جیسا کہ بعض آثار میں آیا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے وصیت کی - کہ جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر کے پاس اتنا ٹھیرو کہ جتنی دیر میں اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے اُنس پاؤں اور جان لوں کہ اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دوں انتہے - اس حدیث مسلم سے معلوم ہو گیا کہ ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے - اور یہ بغیر سماع کے متصور نہیں - اس مقام پر ایک اور فقہ کا مسئلہ قابل غور ہے - مراقی الفلاح میں ہے - وکرہ قلع الحشیش الرطب وکذا الشجر من المقبرۃ لانه مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت و

تنزل بذکر اللہ تعالیٰ الرحمۃ (فصل فی زیارۃ القبور- ص۳۴۲)

ترجمہ- ہری گھاس اور درخت کا مقبرے سے اکھاڑنا مکروہ ہے- کیونکہ جب تک وہ ہری رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی پاکی بولتی ہے- پس مردے کا جی بہلاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے انتہے- یہی عبارت علامہ شامی نے بحوالہ امداد نقل کی ہے اور اُسے برقرار رکھا ہے (رد المحتار- جزء اول- ص۶۶۲)- فتاوے قاضیخان میں ہے- یکرہ قلع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسا لا باس بہ لانہ ما دام رطبا یسبح فیونس المیت (کتاب الصلوٰۃ- باب غسل المیت وما یتعلق بہ)

ترجمہ- مقبرے سے جلانے کی لکڑی اور گھاس کا اکھاڑنا مکروہ ہے- اگر وہ خشک ہو- تو اس کا کچھ ڈر نہیں- کیونکہ جب تک سبز و تازہ رہتی ہے- اللہ کی پاکی بولتی ہے- پس مُردے کا جی بہلاتی ہے انتہے- فتاوے بزازیہ میں ہے- قطع الحشیش الرطب من المقابر یکرہ لانہ یسبح ویندفع بہ العذاب عن المیت او لیستانس بہ المیت (فتاوے بزازیہ بہامش الفتاوے العالمگیریہ مطبوعہ مصر- جزء سادس- ص۳۵۲) ترجمہ مقبروں سے ہری گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے- کیونکہ وہ اللہ کی پاکی بولتی ہے- اور اس سے مُردے سے عذاب دور ہوتا ہے یا اس سے مُردے کا جی بہلتا ہے انتہے- مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں- ومکروہ است خارے یا گیاہے یا چوبے راکہ بر قبر روئیدہ برکندن- زیرا کہ آن تسبیح میکند ما دام کہ تراست- وموجب تخفیف عذاب وانس میت میباشد- چنانچہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام دو شاخ نو از خرما بر سر قبرہا نہادہ فرمودند ما دام کہ خشک نشود بہ برکت تسبیح در عذاب ایں تخفیف ماند (فتاوے عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی- جلد دوم- ص۱۰۶)- فتاوے مولوی عبد الحی صاحب (جلد سوم- ص۶) میں ہے- ما دام کہ تر است تسبیح میکند- وموجب تخفیف عذاب وانس میت میشود لہذا برکندن

آں بکروہ است - وہرگاہ کہ خشک شود برکندن آں درست است انتہے - ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ مردہ گھاس کی تسبیح تک کو سنتا ہے - اور حدیث صحیح کے حوالہ سے یہہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب دفن کر کے گھر کو لوٹتے ہیں - تو مردہ جنازے کے ہمراہیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے - شرح فقہ اکبر میں مولانا علی القاری روح کو بدن کے ساتھ پانچ طرح کا تعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں -
والرابع تعلقها به فی البرزخ فانها وان فارقته وتجردت عنه لم تفارقه فراقا کلیا بحیث لا یبقی لها الیه التفات البتة فانه ورد ردها الیه وقت سلام المسلم علیه وورد انه یسمع خفق نعالهم حین یولون عنه وهذا الرد اعادة خاصة لا یوجب حیوة البدن قبل یوم القیامة (شرح فقہ اکبر - مجتبائی دہلی ص۱۰۴) ترجمہ - چوتھا تعلق روح کا بدن کے ساتھ برزخ میں ہے - کیونکہ روح اگرچہ بدن سے جدا اور الگ ہو جاتی ہے - مگر اس طرح بالکل جدا نہیں ہوتی کہ اس کو بدن کی طرف ہرگز کوئی التفات باقی نہ رہے - کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مردے کو سلام کہتا ہے - تو روح اس کے بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے - اور حدیث میں آیا ہے کہ جب جنازے کے ہمراہی لوگ دفن کر کے پیٹھ پھیرتے ہیں تو وہ اُن کے جوتوں کی آواز سُنتا ہے - یہہ روح کا لوٹایا جانا خاص اعادہ ہے جو قیامت کے دن سے پہلے بدن کی حیات کا موجب نہیں انتہے - حدیث سلام کو علامہ عینی یوں نقل فرماتے ہیں - وعند ابن عبد البر بسند صحیح ما من احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری - جزء رابع - ص۳۷۵) ترجمہ ابن عبد البر کے نزدیک سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا گزرتا ہے اور اُسے سلام کہتا ہے - وہ بھائی اُسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے انتہے - اسی حدیث کو علامہ طحطاوی نے یوں نقل کیا ہے - واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمهید

بسند صحیح عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یمر بقبر اخیہ المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح۔ ص۳۴۱) ترجمہ۔ ابن عبد البر مالکی (متوفی سنہ ۴۶۳ھ) نے کتاب الاستذکار اور کتاب التمہید میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے الخ۔ علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض (جزء ثالث ص۵۵) میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح شیخ ابن حجر مکی شافعی نے اسے صحیح کہا ہے (جوہر المنظم مطبوعہ مصر۔ ص۳۲)۔ ابن ابی الدنیا (متوفی سنہ ۲۸۲ھ) نے کتاب القبور باب معرفۃ الموتی بزیارۃ الاحیاء میں اس حدیث کو باسناد متصل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نقل کیا ہے (کتاب الروح لابن القیم۔ ص۵)۔ حافظ ابو محمد عبد الحق اشبیلی (متوفی سنہ ۵۸۲ھ) نے اسے احکام صغریٰ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا اسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے صحیح ہے (وفاء الوفا للسمہودی۔ جزء ثانی ص۴۰۲)۔ علامہ سیوطی نے شرح الصدور (ص۔۔) میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تذکرۃ الموتی والقبور (ص۲۶) میں اسے نقل کیا ہے۔ اور ابن تیمیہ اور ابن قیم نے بھی اس سے استدلال کیا ہے جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔ اب فرمائیے کہ اس حدیث میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ مقتولین بدر کا قصہ جو سماع موتی پر نص ہے پہلے آچکا ہے۔ قصہ بدر سے ملتے جلتے دو اور قصے (قصہ قوم صالحؑ اور قصہ قوم شعیبؑ) قرآن کریم میں سے بیان ہو چکے ہیں جن سے سماع موتی اظہر من الشمس ہے۔ شیخ عبد الحق دہلوی فرماتے ہیں۔ بدانکہ تمامہ اہلسنت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را از آحاد بشر خصوصاً انبیاء را علیہم السلام (جذب القلوب مطبوعہ کلکتہ۔ ص۲۰۵)۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ واخرج الشیخ ابن حبان فی کتاب الوصایا عن قیس بن قبیصۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یؤمن لم یؤذن لہ فی الکلام مع الموتی قیل یا رسول اللہ وھل یتکلم الموتی قال نعم ویتزاورون (بشریٰ الکئیب بلقاء الحبیب بہامش شرح الصدور۔ ص۱۱) ترجمہ۔ شیخ محمد بن حبان

(متوفی ۷۵۴ھ) نے کتاب وصایا الاتباع و بیان الابتداع میں قیس بن قبیصہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو ایمان نہ لایا۔ اُسے مُردوں کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ عرض کی گئی۔ یارسول اللہ۔ کیا مُردے کلام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں انتہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی سیدی شمس الدین حنفی رحمہ اللہ تعالےٰ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وکان رضی اللہ عنہ اذا زار القرافہ سلم علی اصحاب القبور فیردون السلام علیہ بصوت یسمعہ من معہ (طبقات الکبریٰ جزء ثانی ۔ صــ) ترجمہ۔ سیدی شمس الدین حنفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب قرافہ (مصر) کی زیارت کرتے۔ تو اہل قبور کو سلام کہتے۔ پس وہ آپ کے سلام کا جواب ایسی آواز سے دیتے جسے آپ کے ہمراہی سن لیتے انتہے۔ مولوی محمد فاضل صاحب نے جو تفسیر خازن شافعی کی عبارت نقل کی ہے۔ اس میں میت سے مراد دھڑ ہے بے روح جو قبر میں پڑا ہے۔ فتاوے مولانا عبد الحی صاحب کی جو عبارت مجیب نے نقل کی ہے وہ مولانا صاحب کی نہیں۔ بلکہ مولوی محمد اسحاق بڑوسری بہاری کی ہے۔ مولانا عبد الحی صاحب تو سماع موتے کے قائل ہیں۔ چنانچہ جامع صغیر کے حاشیہ میں آپ نے مسئلہ یمین زیر بحث پر یوں لکھا ہے۔ قد وجہہ اکثر الشراح بان الکلام ما یخاطب بہ للافہام والاسماع وھو غیر متصور فی المیت وفہم منہ بعض اصحاب الفتاوے انہ مبنی علی عدم سماع الموتی فنسبوہ الی القدماء ومن ثم اشتہر بین العوام ان عند الحنیفۃ لا سماع للموتے والحق انہم بریئون عن ذلک کما حققہ ابن الہمام وغیرہ والمسئلۃ التی نحن فیہا لیست مبنیہ علیہ بل علی ان الکلام والخطاب فی العرف انما یطلق علی الخطاب مع الحی ومع المیت لا یعرف کلاما والایمان مبنیہ علی العرف فلذا لا یحنث بالکلام مع المیت اذا حلف لا یکلمہ وکیف ینکر قدماء اصحابنا سماع الموتی مع ظہور النصوص الدالۃ علیہ (جامع صغیر مطبوعہ مصطفائی ۔ صــ) ترجمہ۔ اکثر شارحین نے کلام کے حیات پر مقصور ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ کہ کلام وہ ہے جس کے ساتھ سمجھانے

اور سنانے کے لئے خطاب کیا جاتا ہے اور وہ مُردے میں متصور نہیں۔ اس تقریر سے بعض اصحاب فتاوے یہہ سمجھے ہیں کہ یہہ مسئلہ عدم سماع موتےٰ پر مبنی ہے۔ لہذا اُنہوں نے عدم سماع کو قدماء کی طرف منسوب کردیا۔ اور یہاں سے عوام میں مشہور ہوگیا۔ کہ حنفیہ کے نزدیک مردوں کے لئے سماع نہیں۔ اور حقیقت یہہ ہے کہ حنفیہ اس الزام سے بری ہیں جیساکہ ابن الہمام وغیرہ نے اسے تحقیق کیا ہے۔ اور مسئلہ یمین جو زیر بحث ہے۔ وہ عدم سماع پر مبنی نہیں۔ بلکہ اس امر پر مبنی ہے کہ عرف میں کلام وخطاب کا اطلاق زندہ کے ساتھ خطاب پر ہوتا ہے اور میت کے ساتھ کلام کو خطاب نہیں کہا جاتا۔ اور ایمان کا مبنی عرف پر ہوتا ہے۔ اسی واسطے جب کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا۔ تو وہ موت کے بعد اس شخص سے کلام کرنے سے حانث نہ ہوگا۔ قدماء حنفیہ سماع موتےٰ سے کیونکر انکار کرسکتے تھے حالانکہ سماع پر دلالت کرنے والے نصوص ظاہر ہیں انتہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودنِ او شبہ نیست (فتاوے عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی۔ جلد اول۔ صفحہ ۸۹) ترجمہ حاصل کلام یہہ کہ مُردوں کے ادراک وشعور کا انکار کرنا اگر کفر نہیں۔ تو اس کے الحاد (بیدینی) ہونے میں شک نہیں انتہے۔ بیان بالا سے ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث وفقہ واجماع اہل سنت وجماعت سے سماع موتے ثابت ہے۔ منکرین سماع جو شروح فقہ کی عبارت پیش کرتے ہیں اس میں میت سے شارحین کی مراد بے روح جسم ہے۔ یہہ ایک مسلّم امر ہے کہ حیات وممات میں علم وسمع وغیرہ ادراکات روح کا وظیفہ ہیں نہ کہ بدن کا۔ حالت حیات میں جب تک روح بدن میں مقید رہتی ہے۔ اس کے قوے محدود ہوتے ہیں اور بدن اس کے ادراکات کا آلہ ہوتا ہے۔ مگر جب موت کے سبب روح کو آزادی حاصل ہوجاتی ہے۔ تو اس کے قوے میں نہایت حیرت انگیز ترقی ہوجاتی ہے۔ جس کا ابن حزم ظاہری تک کو بھی اعتراف ہے۔ اس کی قوت سماع کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن وذکر تو درکنار وہ قبر پر ہری گھاس کی تسبیح تک کو سن لیتی ہے۔ اور آپ خواہ آسمانوں

پر یا بہشت میں ہو۔ قبر پر سلام کہنے والے کے سلام کو سُن لیتی ہے۔ اور اس کا جواب دیتی ہے۔ یہ تو عامہ مومنین کی روحوں کا حال ہے۔ آؤ ہم تمہیں اولیاء اللہ کی روحوں کا کچھ حال سنائیں۔ چونکہ بحث مسئلہ سماع میں ہے۔ لہٰذا یہاں نہایت اختصار سے حالت حیات و ممات میں اولیاء اللہ کے سننے اور سنانے کی قوت کا ذکر کیا جاتا ہے جو اللہ تعالےٰ نے انہیں عطا کی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ و ما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا (صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب التواضع) ترجمہ۔ اور میرا بندہ نوافل سے میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے۔ یہانتک کہ میں اُس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ تو میں اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے انتہےٰ۔ اس حدیث سے اولیاء اللہ کی قوت سماع کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔ مولانا روم نے اسی حدیث کے مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎

| | |
|---|---|
| مطلق آں آواز خود از شہ بود۔ | گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود |
| گفت او را من زبان و چشم تو | من حواس و من رضا و خشم تو |
| رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی | سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی |

اب اس حدیث کی توضیح کے لئے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اثنائے خطبہ میں آپ نے دو تین بار یوں فرمایا۔ یا ساریۃ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔) آپ کی یہ آواز نہاوند واقع ملک ایران میں حضرت ساریہ اور لشکر اسلام نے سن لی۔ اس قصے کا اسناد پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لہٰذا اعادہ کی

ضرورت نہیں۔ مولانا عبد الرحمٰن جامی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کرامات میں لکھتے ہیں۔ واز آنجملہ آنست کہ جیشے بہ یکے از بلاد بعید فرستادہ بود۔ روزے در مدینہ آواز برداشت کہ یا لبیکاہ یا لبیکاہ۔ وہیچکس ندانست کہ آں چیست تا آں وقت کہ آں جیش بمدینہ مراجعت نمود۔ وصاحب جیش فتحہائے را کہ خدا تعالےٰ توفیق آنش دادہ بود تعداد مے کرد۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ گفت۔ ایہارا بگذار۔ حال آں مرد کہ ویرا بزجر در آب فرستادی چہ شد۔ گفت واللہ یا امیر المومنین کہ من بوے شرے نخواستم۔ بآبے رسیدم کہ غور آنرا ندانستم۔ تا از آنجا بگذرم۔ وے را برہنہ ساختم و در آب فرستادم۔ ہوا خنک بود در وے سرایت کرد و فریاد برداشت کہ واعمراہ واعمراہ۔ وبعد از آں از شدت سرما ہلاک شد۔ چوں مردماں آنرا شنیدند۔ دانستند کہ لبیک وے در جواب ندائے آں مظلوم بودہ است۔ بعد ازاں صاحب جیش را گفت۔ اگر نہ آں بودے کہ ایں بعد از من دستورے بماندے ہر آئینہ گردن ترا بزدمے۔ برو و دیت ویرا باہل وے رساں و چناں مکن کہ دیگر ترا بہ بینم۔ پس گفت کشتن مسلمانے پیش من بزرگتر ست از ہلاک بسیارے (شواہد النبوۃ مطبوعہ نولکشور۔ ص۱۵۲) ترجمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپنے دور شہروں میں سے ایک میں لشکر بھیجا ہوا تھا۔ ایک دن مدینہ منورہ میں آپ نے بآواز بلند کہا۔ یا لبیکاہ یا لبیکاہ (اے فلاں میں تیری طرف متوجہ ہوں۔ اے فلاں میں تیری طرف متوجہ ہوں) اور کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کیا معاملہ ہے یہانتک کہ وہ لشکر مدینہ منورہ میں واپس آگیا۔ صاحب لشکر اُن فتحوں کو جو بتوفیق الٰہی اسے حاصل ہوئیں شمار کر رہا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ ان کا ذکر چھوڑ۔ اُس شخص کا حال جس کو تونے جھڑک کر پانی میں بھیجا کیا ہوا۔ اس نے عرض کی۔ اللہ کی قسم اے امیر المومنین میں نے اس کی کوئی بدخواہی نہیں کی۔ میں ایک پانی پر پہنچا جس کی تھاہ مجھے معلوم نہ تھی تاکہ وہاں سے

گزر جاؤں - میں نے اُس کو ننگا کیا اور پانی میں بھیجا - ہوا ٹھنڈی تھی - اس میں اثر کر گئی - اور اس نے فریاد کی - واعمراہ واعمراہ (اے عمر اے عمر) - اور اس کے بعد وہ جاڑے کی شدت سے مر گیا - جب لوگوں نے یہہ حال سنا - تو سمجھ گئے کہ امیر المومنین کی لبیک اس مظلوم کی فریاد کے جواب میں تھی - حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے بعد صاحب لشکر سے فرمایا - اگر یہہ بات نہ ہوتی کہ میرے بعد یہہ ایک قانون باقی رہجائیگا - میں البتہ تجھے قتل کر ڈالتا - جا اور اُس کا خون بہا اس کے اہل کو پہنچا دے - اور ایسا نہ کر کہ پھر میں تجھے دیکھوں - پھر فرمایا - میرے نزدیک ایک مسلمان کا قتل بہتوں کے ہلاک سے بڑا ہے انتہے -

مولانا جامی حضرت ابو قرصافہ جندرہ بن جشیہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حال میں لکھتے ہیں - وے در عسقلان بود و پسر وے قرصافہ در روم بغزا رفتہ بود - ہر گاہ کہ صبح شدے - ابو قرصافہ از عسقلان آواز دادے باواز بلند کہ یا قرصافہ یا قرصافہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ - قرصافہ از بلاد روم جواب دادے کہ لبیک یا ابتاہ - اصحاب وے گفتندے - ویحک کرا جواب میدہی - قرصافہ گفتے - پدر خود را سوگند برب الکعبہ کہ مرا از برائے نماز بیدار میکند (شواہد النبوۃ - صـ ۲۲۴) ترجمہ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عسقلان میں تھے - اور اُن کے صاجزادے حضرت قرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جہاد پر ملک روم میں گئے ہوئے تھے - جس وقت صبح ہوتی - حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عسقلان سے باواز بلند یوں پکارتے - یا قرصافہ یا قرصافہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ (اے قرصافہ اے قرصافہ نماز نماز) - حضرت قرصافہ روم کے شہروں سے یوں جواب دیتے - لبیک یا ابتاہ (میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں اے میرے باپ) - حضرت قرصافہ کے ہمراہی کہا کرتے - اے خرابی تیری تو کسے جواب دیتا ہے - حضرت قرصافہ فرماتے - اپنے باپ کو - رب کعبہ کی قسم کہ وہ مجھے نماز کے لئے جگاتے ہیں انتہے - ایک روز حضور غوث پاک قطب الاقطاب

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اثنائے وعظ میں فرمایا - قدمی
ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے) - اس پر
تمام حاضرین مجلس نے اپنی اپنی گردنیں حضور کے آگے جھکا دیں اور اسی وقت دنیا کے
مختلف مقامات میں تین سو تیرہ اولیاء اللہ نے آپ کا یہ قول سُن کر اپنی
گردنیں جُھکا دیں - جن کی تفصیل یوں ہے - حرمین شریفین ۱۷ - عراق ۶۰ -
عجم ۴۰ - شام ۳۰ - مصر ۲۰ - مغرب ۲۷ - یمن ۲۳ - حبشہ ۱۱ - سد
یاجوج و ماجوج ۷ - وادی سرندیب ۷ - کوہ قاف ۴۷ - جزائر
بحر محیط ۲۴ - اس واقعہ کو شیخ شطنوفی (متوفی ۷۱۳ھ) نے
باسناد متصل بہجۃ الاسرار (مطبوعہ مصر - ص ۷ تا ۱۰) میں بیان کیا ہے
شیخ ابو عبد اللہ محمد بن الازہری الحسینی ذکر کرتے ہیں کہ جو مشائخ
بغداد میں آتے - وہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کی مجلس میں
ضرور حاضر ہوتے - اور مجھے معلوم نہیں کہ شیخ عبد الرحمٰن طفسونجی بغداد
میں آئے ہوں - مگر میں نے ان کو کئی دفعہ طفسونج (واقع عراق)
میں دیکھا ہے کہ دیر تک خاموش رہتے اور فرماتے - کہ میں اس لئے
چپ رہتا ہوں کہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کا کلام سنوں - اور میں نے
کئی دفعہ شیخ عدی بن مسافر (متوفی ۵۵۸ھ) کو مقام بالس میں (جو
دریائے فرات پر واقع ہے) دیکھا ہے کہ آپ اپنے حجرے سے نکل کر پہاڑ
میں چلے جاتے - اور اپنے عصا سے دائرہ کھینچ کر اس میں داخل ہو جاتے
اور فرماتے کہ جو شخص سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کا کلام سننا چاہے -
وہ اس دائرے کے اندر آجائے - پس آپ کے بڑے بڑے اصحاب اس میں
داخل ہو جاتے - اور آپ کا کلام سُنتے - اور بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ حاضرین
میں سے کوئی شخص شیخ عدی کی تقریر کو بقید تاریخ و ماہ قلمبند کر لیتا -

اور بغداد میں آکر اس کا مقابلہ اس تحریر سے کرتا جو اہل بغداد نے اُسی دن سیدنا شیخ عبد القادر کی زبان مبارک سے سن کر لکھی ہوتی۔ تو دونوں کو بالکل یکساں پاتا۔ اور جس وقت شیخ عدی دائرے میں داخل ہوتے۔ تو سیدنا شیخ عبد القادر اپنے حاضرین مجلس سے فرماتے کہ عین شیخ عدی بن مسافر تم میں ہیں (بہجۃ الاسرار۔ ص۹۹)

شیخ عبد الوہاب شعرانی سیدنا شیخ احمد بن ابی الحسین الرفاعی (متوفی ۵۷۸ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ وکان رضی اللہ عنہ اذا صعد الکرسی لا یقوم قائماً وانما یتحدث قاعداً وکان یسمع حدیثہ البعید مثل القریب حتی ان اھل القریٰ التی حول ام عبیدۃ کانوا یجلسون علی سطوحھم یسمعون صوتہ ویعرفون جمیع ما یتحدث بہ حتی کان الاطروش والاصم اذا حضروا یفتح اللہ اسماعھم بکلامہ (طبقات کبریٰ۔ جزء اول۔ ص۱۲۱) ترجمہ۔ شیخ احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کرسی پر چڑھتے تو کھڑے نہ رہتے۔ اور بیٹھ کر کلام کرتے۔ اور آپ کے کلام کو دور بیٹھنے والے اسی طرح سنتے جس طرح قریب کے لوگ۔ یہانتک کہ ام عبیدہ کے گرد کے گاؤں والے اپنی اپنی چھت پر بیٹھ جاتے اور آپ کی آواز کو سُن لیتے اور آپ کے تمام کلام کو سمجھ لیتے یہانتک کہ گونگے اور بہرے جب حاضر ہوتے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کے کلام سے اُن کے کان کھول دیتا انتہی۔ امام حجۃ الاسلام غزالی صوفیہ کرام کے طریقہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ومن اول الطریقۃ تبتدئ المکاشفات والمشاھدات حتی انھم فی یقظتھم یشاھدون الملائکۃ وارواح الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام ویسمعون منھم اصواتا ویقتبسون منھم فوائد ثم یترقی الحال من مشاھدۃ الصور والامثال الی درجات یضیق عنھا نطاق النطق۔ (کتاب المنقذ من الضلال مطبوعہ مصر ص۲۳) ترجمہ۔ اس طریقہ میں اول سے مکاشفات ومشاہدات شروع ہو جاتے ہیں۔ یہانتک کہ صوفیہ کرام حالت بیداری میں فرشتوں اور پیغمبروں کی روحوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور اُن سے آوازیں سُنتے ہیں اور اُن سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ پھر یہ حال صور وامثال کے مشاہدے سے ترقی کرکے ایسے درجوں

تک پہنچ جاتا ہے جو احاطہ بیان میں نہیں آسکتے انتہے۔ حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر فرشتے سلام کیا کرتے تھے اور آپ اُن کا سلام سن لیا کرتے تھے (طبقات الشافعیۃ الکبرےٰ للتاج السبکی جزء ثانی ۔ ص۱۷۔ تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی والملک للسیوطی ص۶) یہ تو اولیاء اللہ کی حالت بیداری کا حال ہے۔ عالم خواب میں روح کے قوے اس سے بھی بڑھکر ہوتے ہیں۔ کیونکہ روح فرش سے عرش تک جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے۔ اور عالم برزخ تو عالم خواب سے بھی وسیع ہے کیونکہ اس میں بدن سے تجرد کے سبب روح کو قریباً قوت ملکیہ حاصل ہو جاتی ہے جتے کہ عامہ مومنین کی روحیں بہشت سے زائر کا سلام سن لیتی ہیں۔ اس سے دار برزخ میں ان ارواح طیبہ کی قوت سماع کا اندازہ ہو سکتا ہے جو دار دنیا میں مہینوں کی راہ سے سن سنا سکتی تھیں۔ تین طریق سے باسناد متصل مروی ہے کہ سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چارشنبہ ۲۷۔ ذی الحجہ ۵۲۹ھ میں مقابر شونزی کی زیارت کی۔ آپ کے ساتھ فقہاء و فقراء کی ایک بڑی جماعت تھی۔ آپ شیخ حماد دباس کی قبر کے پاس بہت دیر تک کھڑے رہے۔ یہانتک کہ گرمی زیادہ ہو گئی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ پھر آپ واپس ہوئے اور آپ کے چہرے میں بشاشت تھی۔ آپ سے طول قیام کا سبب دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں بغداد سے جمعہ کے دن بتاریخ ۱۵۔ شعبان ۴۹۹ھ شیخ حماد دباس کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا تاکہ ہم جامع رصافہ میں نماز جمعہ پڑھیں۔ اور شیخ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب ہم نہر کے پل کے پاس پہنچے۔ تو شیخ نے مجھے دھکیل کر پانی میں پھینک دیا۔ اور سردی زیادہ تھی۔ میں نے کہا۔ بسم اللہ نویت غسل الجمعۃ (بسم اللہ میں نے جمعہ کے غسل کی نیت کرلی)۔ مجھ پر صوف کا جبہ تھا۔ اور میری آستین میں کتاب کے چند اجزاء تھے۔ اس لئے میں نے اپنا ہاتھ اُٹھایا تاکہ بھیگ نہ جائیں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں پانی سے نکلا۔ جبہ کو نچوڑا۔ اور اُن کے پیچھے ہو لیا۔ سردی سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ شیخ کے اصحاب نے میری مدد کرنی چاہی۔ مگر شیخ نے انکو جھڑک دیا اور فرمایا۔ کہ میں نے

آزمائش کے لئے اُس کو اذیت دی۔ مگر اُسے ایسا پہاڑ پایا جو حرکت نہیں کرتا۔ آج میں نے شیخ کو قبر میں دیکھا۔ کہ ان پر جواہر سے مرصع حلّہ ہے۔ سر پر یاقوت کا تاج ہے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں۔ پاؤں میں سونے کا پاپوش ہے مگر دہنا ہاتھ ہلا نہیں سکتے۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یہ وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے تجھے پانی میں دھکیلا تھا۔ کیا تو مجھے معاف کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ شیخ نے فرمایا۔ تو اللہ سے دُعا مانگ کہ وہ میرا ہاتھ درست کر دے۔ پس میں دُعا کرنے کے لئے کھڑا رہا۔ اور پانچ ہزار اولیاء نے اپنی اپنی قبروں میں آمین کہی۔ اور اللہ تعالےٰ سے سوال کیا کہ وہ میری درخواست قبول کرے۔ میں اُس مقام میں اللہ سے دُعا کرتا رہا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے شیخ کا ہاتھ درست کر دیا۔ اور شیخ نے اُسی کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور اُسے اور مجھے کمال خوشی حاصل ہوئی (بہجۃ الاسرار۔ صـ۵۳)۔

بیان بالا سے معترضین کا وہ اعتراض بھی اُٹھ گیا کہ اولیاء اللہ سے مدد کیوں مانگتے ہو۔ وہ تو سُنتے ہی نہیں۔ استمداد کی نسبت اگرچہ پہلے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مگر مزید توضیح کے لئے یہاں بھی کچھ اضافہ کیا جاتا ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالےٰ تحریر فرماتے ہیں۔ حق تعالےٰ درحق شہدا میفرماید بل احیاء عند ربھم۔ اقول مراد شاید آن باشد کہ حق تعالےٰ ارواح شاں را قوت اجساد میدہد۔ ہر جا کہ خواہند سیر کنند۔ وایں حکم مخصوص بشہدا نیست۔ انبیا و صدیقان از شہدا افضل اند۔ و اولیا ہم درحکم شہدا اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ جہاد اکبر ست۔ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر ازاں کفایت ست۔ و لہٰذا اولیاء اللہ گفتہ اند۔ ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ما کار اجساد مے کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید و میگویند کہ رسول خدا را سایہ نبود صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ارواح ایشاں در زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند۔ و دوستان و معتقدان را در دُنیا و آخرت مددگاری

مے فرمائند- ودشمناں راہلاک مے نمائند- وازارواح شاں بطریق اویسیہ فیض باطنی میرسد- وبسبب ہمیں حیات اجساد ایشاں را در قبر خاک نمے خورد بلکہ کفن ہم مے ماند- ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ کہ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند- مراد از مومنین کاملین اند وحق سبحانہ تعالےٰ اجساد ایشاں را قوت ارواح میدہد کہ در قبور نماز میخوانند وذکر میکنند وقرآن میخواہند (تذکرۃ الموتےٰ والقبور مطبوعہ مجتبائی دہلی- صفحہ ۱۳۱) ترجمہ- اللہ تعالےٰ شہیدوں کے حق میں فرماتاہے- بل احیاء عند ربھم (بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک)- میں کہتاہوں- شاید مراد یہہ ہو کہ خداتعالےٰ اُن کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتاہے- وہ جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں- اور یہہ حکم شہیدوں کے لئے خاص نہیں- انبیا اور صدیقین شہیدوں سے افضل ہیں- اور اولیا بھی شہیدوں کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیاہے جو جہاد اکبر ہے- حدیث میں رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر (ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے) اس کی کافی دلیل ہے- اسیواسطے اولیاء اللہ نے فرمایاہے- ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا یعنی ہماری روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی ہمارے جسم نہایت لطافت کے سبب برنگ ارواح ظاہر ہوتے ہیں- اور کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا- ان کی روحیں زمین وآسمان وبہشت میں جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں- اور دُنیا وآخرت میں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی مدد کرتی ہیں- اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں- اور اُن کی روحوں سے بطریق اویسیہ باطنی فیض پہنچتاہے- اور اسی حیات کے سبب قبر میں ان کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی- بلکہ کفن بھی باقی رہتاہے- ابن ابی الدنیا نے امام مالک رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کی کہ مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں- مومنین سے مراد کاملین ہیں- اور خدا پاک ان کے جسموں کو روحوں کی قوت دیتاہے کہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ذکر الٰہی کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں

امام شعرانی سیدنا شیخ ابوالمواہب شاذلی رضی اللہ تعالے عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ۔ وکان یقول من الاولیاء من ینفع مریدہ الصادق بعد موتہ اکثر ما ینفعہ حال حیاتہ ومن العباد من تولی اللہ تربیتہ بنفسہ بغیر واسطۃ ومنہم من تولاہ بواسطۃ بعض اولیائہ ولو میتا فی قبرہ فیربی مریدہ وہو فی قبرہ ویسمع مریدہ صوتہ من القبر وللہ عباد یتولی تربیتہم النبی صلے اللہ علیہ وسلم بنفسہ من غیر واسطۃ بکثرۃ صلاتہم علیہ صلے اللہ علیہ وسلم (طبقات کبری۔ جزء ثانی صـ۶) ترجمہ ۔ اور شیخ شاذلی رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے تھے کہ بعض اولیاء اللہ اپنے مرید صادق کو موت کے بعد حالت حیات سے زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں ۔ اور بعض بندے ایسے ہیں کہ جن کی تربیت کا متولی خود خدا تعالے بغیر واسطہ ہوتا ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ ان کی تربیت کا متولی خدا تعالے کسی ولی کی وساطت سے ہوتا ہے خواہ وہ ولی بعد موت قبر میں ہو ۔ وہ قبر میں سے اپنے مرید کی تربیت کرتا ہے ۔ اور اس کا مرید قبر میں سے اس کی آواز سنتا ہے ۔ اور خدا کے بعضے بندے ایسے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی تربیت بذات خود بلا واسطہ فرماتے ہیں اس لئے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں ۔

ابوالمعالی عبدالرحیم بن منظفر بن مہذب قرشی نے بیان کیا کہ حافظ ابو عبداللہ محمد بن محمود بن النجار البغدادی نے بغداد میں ہمیں خبر دی ۔ کہ مجھے عبداللہ جبلی نے لکھا اور میں نے اس کے خط سے نقل کیا ۔ کہ میں ہمدان میں اہل دمشق میں سے ایک شخص سے ملا جس کو ظریف کہتے تھے ۔ اُس نے کہا کہ میں نیشاپور یا کہا خوارزم کے راستے میں بشر قرطی سے ملا اور اس کے ساتھ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے ۔ اُس نے مجھ سے ذکر کیا ۔ کہ ہم ایک خوفناک جنگل میں اُترے ۔ جہاں ۔ بھائی بھائی کا ساتھ نہ دیتا تھا ۔ جب ہم نے شروع رات سے بوجھ لادے ۔ تو چار لدے ہوئے اونٹوں کو نہ پایا ۔ میں نے ہرچند تلاش کی مگر نہ ملے ۔ اور قافلہ چل دیا ۔ میں اونٹوں کو ڈھونڈنے کے لئے

پیچھے رہ گیا۔ اور شتربان بھی مدد کے لئے میرے ساتھ ٹھہر گیا۔ ہم نے اونٹوں کو ڈھونڈا۔ مگر نہ پایا۔ جب صبح نمودار ہوئی۔ تو مجھے سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی کا یہ قول یاد آیا۔ کہ اگر تو کسی سختی میں مبتلا ہو۔ تو مجھے پکار۔ وہ سختی جاتی رہے گی۔ اس لئے میں نے یوں پکارا۔ یا شیخ عبد القادر میرے اونٹ جاتے رہے یا شیخ عبد القادر میرے اونٹ جاتے رہے۔ پھر مشرق کی طرف جو میں نے توجہ کی۔ تو فجر کی روشنی میں ایک شخص کو میں نے ٹیلے پر دیکھا جو نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ وہ اپنی آستین سے مجھے اشارہ کر رہا تھا۔ یعنی کہہ رہا تھا کہ ادھر آؤ۔ مگر جب ہم ٹیلے پر چڑھے۔ تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر ہم نے چاروں اونٹ ٹیلے کے نیچے جنگل میں بیٹھے دیکھے۔ ہم نے پکڑ لئے اور قافلہ سے جا ملے۔ ابو المعالی کا قول ہے کہ پھر میں شیخ ابو الحسن علی خباز کے پاس آیا اور اس سے یہ حکایت بیان کی۔ اس نے کہا کہ میں نے شیخ ابو القاسم عمر بزاز کو سنا کہ کہتے تھے۔ میں نے شیخ محی الدین عبد القادر کو سنا کہ فرماتے تھے۔ جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کی۔ وہ مصیبت دور ہو گئی جس نے کسی سختی میں میرا نام پکارا۔ وہ سختی جاتی رہی۔ جس نے کسی حاجت میں اللہ کی طرف میرا وسیلہ پکڑا۔ وہ حاجت پوری ہو گئی۔ (بہجۃ الاسرار۔ صفحہ ۱۰۲) سیدنا ابو العباس احمد زروق کے اشعار (صفحہ ۱۶۱) اور سیدنا شمس الدین محمد حنفی کی وصیت (صفحہ ۱۴۹) بھی قابل غور ہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی سیدنا شیخ محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالےٰ عنہ (متوفی چند سال بعد ۸۵۰ھ) کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وکان رضی اللہ عنہ یقول انا من المتصرفین فی قبورھم فمن کانت لہ حاجۃ فلیأت الی قبالۃ وجھی (طبقات کبرےٰ جزء ثانی صفحہ ۹۳) ترجمہ۔ اور سیدنا شیخ محمد فرغل رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں ان میں سے ہوں جو اپنی قبروں میں تصرف فرماتے ہیں۔ اس لئے جسے کوئی حاجت ہو۔ وہ میرے پاس میرے سامنے آئے انتہے۔ امام موصوف سیدنا ابو العباس احمد بدوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ (متوفی ۶۷۵ھ) کے ترجمہ میں یوں لکھتے ہیں۔ وکان سیدی عبد العزیز کثیرا ما یسئل عن سیدی احمد رضی اللہ عنہ یقول ھو بحر

لا یدرکہ لہ قرار واخبارہ ومجیئہ بالاسری من بلاد الافرنج واغاثۃ الناس عن قطاع الطریق وحیلولتہ بینہم وبین من استنجد بہ لا تحویہا الدفاتر رضی اللہ عنہ قلت وقد شاھدت انا بعینی سنۃ خمس واربعین وتسعمائۃ اسیرا علی منارۃ سیدی عبد العال رضی اللہ عنہ مقیدا مغلولا وھو مخبط العقل فسألتہ عن ذلک فقال بینا انا فی بلاد الافرنج آخر اللیل توجہت الی سیدی احمد فاذا انا بہ فاخذنی وطار بی فی الھواء فوضعنی ھنا فمکث یومین ورأسہ دائرۃ علیہ من شدۃ الخطفۃ رضی اللہ عنہ (طبقات کبریٰ۔ جز اول۔ ص ۱۵۹) ترجمہ۔ اور سیدی عبد العزیز سے جب سیدی احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال پوچھا جاتا۔ تو فرماتے۔ آپ بحر بے پایاں ہیں۔ آپ کے اخبار اور فرنگیوں کے شہروں سے آپ کے قیدیوں کو اٹھا لانے اور رہزنوں سے لوگوں کی فریاد اور رہزنوں اور مدد مانگنے والوں کے درمیان آپ کے حائل ہونے کے حالات بہت سے دفتروں میں نہیں آسکتے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے ۹۴۵ھ میں اپنی آنکھوں سے سیدی عبد العال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منارے پر ایک قیدی کو ہاتھ پاؤں جکڑے دیکھا جو مخبوط العقل تھا۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا۔ جب میں رات کے اخیر حصے میں فرنگیوں کے شہروں میں تھا۔ تو میں نے سیدی احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف توجہ کی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے پاس ہیں۔ انہوں نے مجھے پکڑا اور ہوا میں لے اڑے اور یہاں لاکر رکھ دیا۔ پس وہ دو دن رہا۔ اور اس کا سر گرفت کی شدت سے چکراتا تھا انتہے۔

جنوں میں بھی یہ بات ہے کہ عامل کے طلب کرنے پر خواہ وہ اقصائے مغرب یا مشرق میں ہوں حاضر ہو جاتے ہیں۔ مگر ان میں یہ وصف طبعی ہے۔ اولیائے کرام میں اس کا وجود اکرام و تشریف ہے۔ تاکہ وہ فضائل ثقلین کے جامع بن جائیں۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ خلاصہ کلام یہ کہ حیات و ممات میں انبیاے کرام و شہدائے عظام اور اولیاء اللہ باذن

الٰہی قضائے حاجات فرماتے ہیں۔ اگر مزارات پر حاضر ہونا متعذر ہو۔ تو دُور سے باادب عرض کرنا بھی جائز و مستحسن ہے۔ مثلاً

(مدینۂ منورہ کی طرف متوجّہ ہوکر)

یارسول اللہ بفریادم برس — یانبی اللہ ندارم جُز تو کس
مشکلم پیش است و من دربیکسی — یارسول اللہ مارا تو بسی

(بغداد شریف کی طرف متوجہ ہوکر)

امداد کن امداد کن از بندِ غم آزاد کن
بہرِ خدا دل شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

(بخارا شریف کی طرف متوجہ ہوکر)

یاشاہ نقشبند ببیں حال زارِ ما
رحمے بکن بحالتِ پر اضطرارِ ما

ھٰذا آخر الکلام فی ھٰذا المقام۔ والحمد للہ علیٰ حُسن الاختتام والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ وسیلتنا فی الدّارین سیّدنا محمّد خیر الانام وعلیٰ اٰلہ الطیبین واصحابہ الغرّ الکرام۔

ابن قیم

# جلاء الافہام اردو

فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام
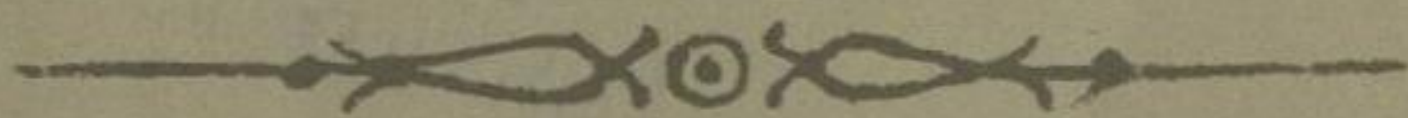

الکتاب

گنج بخش روڈ۔ لاہور

قیمت = ۰۰،۱۵





براہ راست منگوائیں یا قریب ترین کتب فروش سے طلب فرمائیں۔

# سیرت رسولِ عربی

صلی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے موضوع پر اردو میں آج تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں علامہ نور بخش توکلی کی تالیف کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اس کی چند امتیازی خصوصیات یہ ہیں:

- مؤلف نے اختصار کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا ہے تاکہ عدیم الفرصتی کے اس دور میں ہر مسلمان کو اپنے آقائے نامدار کے پیارے پیارے حالات جاننے کا موقعہ مل سکے
- اختصار کے باوجود جامعیت کا یہ عالم ہے کہ حیاتِ طیبہ کا کوئی واقعہ ایسا نہیں جو لکھنے سے رہ گیا ہو
- اندازِ بیان سادہ اور عام فہم ہے لہذا معمولی استعداد رکھنے والے حضرات بھی اس کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں
- جتنی روایات لی گئی ہیں وہ معتبر اور مستند ہیں اور مکمل حوالہ جات کے ساتھ درج کی گئی ہیں
- سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مصنف نے کچھ ایسے صدق و خلوص کے ساتھ اور عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ڈوب کر یہ کتاب لکھی ہے کہ پڑھنے والے کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ہادیٔ برحق کی محبت راسخ ہو جاتی ہے

ان خوبیوں کی بنا پر یہ کتاب عوام اور خواص میں یکساں مقبول ہے

یاد رکھیے کہ سیرتِ پاک کی یہی ایک ایسی کتاب ہے جو ہر طبقے کے لیے مفید اور گھر کے ہر فرد کے مطالعہ کے لائق ہے

**الکتاب** نے اسے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے اور اس کی افادیت کے پیشِ نظر قیمت انتہائی کم رکھی ہے

۵۵۰ صفحات ــــــ عمدہ کاغذ ــــــ صاف ستھری

رکسین کی مضبوط اور نہایت دیدہ زیب، مطلاّ

ھدیہ صرف ــــــ ۱۸ روپے